بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡد

جلد
66
ایڈیٹر
منصور احمد
نائبین
قریشی محمد فضل اللہ
تنویر احمد ناصر ایم اے

شمارہ
12-13
شرح چندہ
سالانہ 550 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
50 پاؤنڈ یا 80 ڈالر امریکن
80 کینیڈین ڈالر یا 60 یورو

23 جمادی الثانی - 1 رجب 1438 ہجری قمری | 23-30 امان 1396 ہش | 23-30 مارچ 2017ء | Postal Reg. No. GDP/001/2016-18

مسجد مبارک، مسجد اقصیٰ اور منارۃ المسیح کا ایک خوبصورت منظر

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر کا اندرونی منظر

کمرہ ولادت سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

17-اکتوبر 2016 کو کینیڈین پارلیمنٹ میں حضور انور خطاب فرماتے ہوئے۔ حضور انور کا خطاب سننے کے بعد ممبر پارلیمنٹ نکولا ڈی اور یو نے کہا: شاید ہی میں نے اس سے بہتر کوئی تقریر سنی ہو، اسرائیلی سفیر رافائل باراک نے کہا: کیا ہی متاثر کن تقریر تھی، آج اسلام کے بارہ میں میری سوچ بدل گئی ہے

جلسہ سالانہ قادیان 2016ء کے موقع پر 28 دسمبر کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ لندن سے قادیان کے جلسہ کو خطاب فرماتے ہوئے، نیچے قادیان کے جلسہ کے حاضرین کا ایک منظر

شبیہ مبارک حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام (1835ء - 1908ء)

فہرست مضامین

......☆......☆......☆......

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر آپؑ کے چند زرّیں و ایمان افروز ارشادات

اللہ تعالیٰ کا یہ حتمی وعدہ ہے کہ وہ اپنے رسولوں کی مدد کرتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے: اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا (مومن:52) اور اسی طرح فرماتا ہے: وَلَقَدْ سَبَقَتْ کَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِیْنَ ۝ اِنَّھُمْ لَھُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۝ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَھُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ (صٰفّٰت 172 تا 174) اسی طرح فرماتا ہے: کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ ؕ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ۝ (مجادلہ:22) ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور اپنے مامور کی مدد کرتا ہے اور جو اُن کے مقابل پر کھڑے ہوتے ہیں وہ ناکام ہوتے ہیں۔ اس تعلق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کچھ ارشادات پیش ہیں آپؑ فرماتے ہیں :

دنیا میں بہت ہی کم سچے گزرے ہوں گے جن کی ایسی حمایت کی گئی ہو

’’اس قدر دیر اور التواء سے (براہین احمدیہ حصہ پنجم کی اشاعت میں جو 23 سال کا التواء ہوا۔ ناقل) یہ نشان بھی ظہور میں آ گیا کہ نصرت اور حمایتِ الٰہی میری نسبت ثابت ہوگئی۔ اس لمبی مدت میں بہت سے کافر اور دجال اور کذّاب کہنے والے جو مجھے دائرہ اسلام سے خارج کرتے تھے اور مباہلہ کے رنگ میں جھوٹے پر بددُعائیں کرتے تھے دُنیا سے گذر گئے مگر خدا نے مجھے زندہ رکھا اور میری وہ حمایت کی کہ جھوٹوں کا تو کیا ذکر ہے دُنیا میں بہت ہی کم سچے اور راستباز گزرے ہوں گے جن کی ایسی حمایت کی گئی ہو۔ پس یہ خدا کا کھلا کھلا نشان ہے مگر اُن کے لئے جو آنکھ بند نہیں کرتے اور خدا تعالیٰ کے نشانوں کو قبول کرنے کیلئے طیار رہیں۔‘‘

(دیباچہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، رُوحانی خزائن جلد 21، صفحہ 10)

مَیں اس کی تائیدوں کا زندہ نشان ہوں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

’’مَیں اُس کی تائیدوں کا ایک زندہ نشان ہوں اور اس وقت تم سب کے سب دیکھتے ہو کہ مَیں وہی ہوں جس کو قوم نے ردّ کیا اور مَیں مقبولوں کی طرح کھڑا ہوں۔ تم قیاس کرو کہ اس وقت آج سے چودہ برس پیشتر جب مَیں یہاں (یعنی لدھیانہ۔ ناقل) آیا تھا تو کون چاہتا تھا...... کہ ایک آدمی بھی میرے ساتھ ہو۔ علماء، فقراء اور ہر قسم کے معظم مکرم لوگ یہ چاہتے تھے کہ مَیں ہلاک ہو جاؤں اور اس سلسلہ کا نام ونشان مٹ جاوے۔ وہ کبھی گوارا نہیں کرتے تھے کہ ترقیات نصیب ہوں مگر وہ خدا جو ہمیشہ اپنے بندوں کی حمایت کرتا ہے اور جس نے راستبازوں کو غالب کر کے دکھایا ہے اُس نے میری حمایت کی اور میرے مخالفوں کے خلاف ان کی اُمیدوں اور منصوبوں کے بالکل برعکس اُس نے مجھے وہ قبولیت بخشی کہ ایک خلق کو میری طرف متوجہ کیا جو ان مخالفتوں اور مشکلات کے پردوں اور روکوں کو چیرتی ہوئی میری طرف آئی اور آرہی ہے۔ اب غور کا مقام ہے کہ کیا انسانی تجویزوں اور منصوبوں سے یہ کامیابی ہوسکتی ہے کہ دُنیا کے بارسوخ لوگ ایک شخص کی ہلاکت کی فکر میں ہوں اور اس کے خلاف ہر قسم کے منصوبے کئے جاویں اس کیلئے خطرناک آگ جلائی جاوے مگر وہ ان سب آفتوں سے صاف نکل جاوے؟ ہر گز نہیں! یہ خدا کے کام ہیں جو ہمیشہ اس نے دکھائے ہیں۔‘‘

(لیکچر لدھیانہ رُوحانی خزائن جلد 20، صفحہ 251)

جہاں خدا کا اپنے رسولوں کی حتمی اور یقینی مدد کا وعدہ ہے وہاں اس کا یہ بھی وعدہ ہے کہ وہ جھوٹوں کی مدد نہیں کرتا بلکہ اُنہیں تباہ و برباد کر دیتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْہُ بِالْیَمِیْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْہُ الْوَتِیْنَ ۝ فَمَا مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْہُ حٰجِزِیْنَ ۝ (الحاقّہ :45 تا 48) ان آیات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ جھوٹے نبی کو ضرور ہی ہلاک کر کے چھوڑتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْہِ شَیْءٌ ۔ (انعام:94) یعنی اُس سے بڑھ کر اور کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور کہے کہ اللہ مجھ پر وحی نازل کرتا ہے جبکہ اس پر کچھ بھی وحی نہ کی جاتی ہو۔ ایسا شخص اللہ کے نزدیک سب سے بڑا ظالم ہے جو مخلوق کو گمراہ کرے اور ان کے ایمانوں پر نقب لگائے۔ اور ظالم کے متعلق اللہ فرماتا ہے کہ وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ پس اس لحاظ سے بھی حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت ثابت ہوتی ہے کہ اگر آپؑ جھوٹے ہوتے تو اللہ تعالیٰ کبھی آپ کی نصرت نہ فرماتا بلکہ آپ کو ہلاک کر دیتا۔ اس تعلق میں آپؑ کے ارشادات پیش ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں :

اگر تمام دنیا میری مخالفت میں درندوں سے بدتر ہوجائے تب بھی وہ میری حمایت کرے گا

’’اگر میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوتا تو میرے تباہ کرنے کے لئے آپ (مُراد مولوی محمد حسین بٹالوی۔ ناقل) کی کوششوں کی ضرورت نہ تھی۔ میں خود اپنے افتراء اور شامتِ اعمال سے تباہ ہو جاتا۔ یہ بات عقلِ سلیم قبول نہیں کرسکتی کہ ایک مفتری کو ایک ایسی لمبی مہلت دی جائے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ بعثت سے بھی زیادہ ہو کیونکہ اِس طرح پر امان اُٹھ جاتا ہے اور کوئی مابہ الامتیاز صادق اور کاذب میں قائم نہیں رہتا۔ بھلا اس بات کا تو جواب دو کہ جب سے میں نے دعویٰ کیا ہے کس قدر مقدمے میرے خلاف فوجداری میں اٹھائے گئے اور کوشش کی گئی کہ مجھے ماخوذ کرائیں اور آپ نے ایسے مقدمات کی تائید میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ مگر کیا کسی مقدمہ میں آپ یا آپ کا گروہ فتح یاب بھی ہوا؟ اگر مَیں صادق نہ ہوتا تو کیا وجہ کہ ہر ایک جگہ اور ہر ایک موقعہ میں خدا تعالیٰ کاذب کی ہی حمایت کرتا رہا اور جو صادق کہلاتے تھے ہر ایک میدان میں اُن کا مُنہ کالا ہوتا رہا۔ بددعائیں کرتے کرتے سجدوں میں اُن کی ناک گھس گئی مگر دن بدن خدا میری مدد کرتا رہا اور میرے مقابل پر ان کی کوئی دُعا قبول نہ ہوئی...... اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ وہ میری مدد کرے گا اور وہ مجھے ہر گز ہر گز ضائع نہیں کرے گا۔ اگر تمام دنیا میری مخالفت میں درندوں سے بدتر ہو جائے تب بھی وہ میری حمایت کرے گا۔ مَیں نامرادی کے ساتھ ہر گز قبر میں نہیں اُتروں گا کیونکہ میرا خدا میرے ہر قدم میں میرے ساتھ ہے اور مَیں اس کے ساتھ ہوں۔ میرے اندرون کا جو اُس کو علم ہے کسی کو بھی علم نہیں۔ اگر سب لوگ مجھے چھوڑ دیں تو خدا ایک اور قوم پیدا کرے گا جو میرے رفیق ہوں گے۔ نادان مخالف خیال کرتا ہے کہ میرے مکروں اور منصوبوں سے یہ بات بگڑ جائے گی اور سِلسلہ درہم برہم ہو جائے گا مگر یہ نادان نہیں جانتا کہ جو آسمان پر قرار پا چکا ہے زمین کی طاقت میں نہیں کہ اس کو محو کر سکے۔ میرے خدا کے آگے زمین و آسمان کانپتے ہیں۔ خدا وہی ہے جو میرے پر اپنی پاک وحی نازل کرتا ہے اور غیب کے اسرار سے مجھے اطلاع دیتا ہے۔ اُس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ اور ضروری ہے کہ وہ اس سِلسلہ کو چلاوے اور بڑھاوے اور ترقی دے جب تک وہ پاک اور پلید میں فرق کر کے نہ دکھلا دے۔ ہر ایک مخالف کو چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہو اِس سلسلہ کے نابود کرنے کے لئے کوشش کرے اور ناخنوں تک زور لگاوے اور پھر دیکھے کہ انجام کار وہ غالب ہوا یا خدا۔ پہلے اس سے ابوجہل اور ابولہب اور ان کے رفیقوں نے حق کے نابود کرنے کے لئے کیا کیا زور لگائے تھے مگر اب وہ کہاں ہیں۔ وہ فرعون جو موسیٰ کو ہلاک کرنا چاہتا تھا اب اس کا کچھ پتہ ہے؟ پس یقیناً سمجھو کہ صادق ضائع نہیں ہوسکتا وہ فرشتوں کی فوج کے اندر پھرتا ہے۔ بدقسمت وہ جو اُس کو شناخت نہ کرے۔‘‘

(براہین احمدیہ، حصہ پنجم، رُوحانی خزائن، جلد 21، صفحہ 294)

باقی صفحہ نمبر 36 پر ملاحظہ فرمائیں

مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں

ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

جو خدا کی طرف سے تجدید دین کیلئے آنے والا تھا وہ میں ہی ہوں

خدا تعالیٰ نے زمانہ کی موجودہ حالت کو دیکھ کر اور زمین کو طرح طرح کے فسق اور معصیت اور گمراہی سے بھرا ہوا پا کر مجھے تبلیغ حق اور اصلاح کیلئے مامور فرمایا۔ اور یہ زمانہ بھی ایسا تھا کہ...... اس دنیا کے لوگ تیرھویں صدی ہجری کو ختم کر کے چودھویں صدی کے سر پر پہنچ گئے تھے۔ تب مَیں نے اُس حکم کی پابندی سے عام لوگوں میں بذریعہ تحریری اشتہارات اور تقریروں کے یہ ندا کرنی شروع کی کہ اس صدی کے سر پر جو خدا کی طرف سے تجدید دین کیلئے آنے والا تھا وہ میں ہی ہوں تا وہ ایمان جو زمین پر سے اُٹھ گیا ہے اُس کو دوبارہ قائم کروں۔ اور خدا سے قوت پا کر اسی کے ہاتھ کی کشش سے دنیا کو اصلاح اور تقویٰ اور راستبازی کی طرف کھینچوں۔ اور ان کی اعتقادی اور عملی غلطیوں کو دُور کروں اور پھر جب اس پر چند سال گزرے تو بذریعہ وحی الٰہی میرے پر بتصریح کھولا گیا کہ وہ مسیح جو اس اُمّت کے لیے ابتداء سے موعود تھا، اور وہ آخری مہدی جو تنزّل اسلام کے وقت اور گمراہی کے پھیلنے کے زمانہ میں براہ راست خدا سے ہدایت پانے والا اور اُس آسمانی مائدہ کو نئے سرے انسانوں کے آگے پیش کرنے والا تقدیر الٰہی میں مقرر کیا گیا تھا، جس کی بشارت آج سے تیرہ سو برس پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی، وہ مَیں ہی ہوں۔ اور مکالمات الٰہیّہ اور مخاطبات رحمانیہ اس صفائی اور تواتر سے اس بارے میں ہوئے کہ شک و شبہ کی جگہ نہ رہی۔ ہر ایک وحی جو ہوتی ایک فولادی میخ کی طرح دِل میں دھنستی تھی اور یہ تمام مکالمات الٰہیّہ ایسی عظیم الشان پیشگوئیوں سے بھرے ہوئے تھے کہ روز روشن کی طرح وہ پوری ہوتی تھیں۔ اور اُن کے تواتر اور کثرت اور اعجازی طاقتوں کے کرشمہ نے مجھے اِس بات کے اقرار کیلئے مجبور کیا کہ یہ اُسی وحدہٗ لاشریک خدا کا کلام ہے جس کا کلام قرآن شریف ہے۔ اور مَیں اس جگہ توریت اور انجیل کا نام نہیں لیتا۔ کیونکہ توریت اور انجیل تحریف کرنے والوں کے ہاتھوں سے اس قدر محرّف و مبدّل ہوگئی ہیں کہ اب ان کتابوں کو خدا کا کلام نہیں کہہ سکتے۔ غرض وہ خدا کی وحی جو میرے پر نازل ہوئی ایسی یقینی اور قطعی ہے کہ جس کے ذریعہ سے مَیں نے اپنے خدا کو پایا۔ اور وہ وحی نہ صرف آسمانی نشانوں کے ذریعہ مرتبہ حق الیقین تک پہنچی بلکہ ہر ایک حصہ اُس کا جب خدا تعالیٰ کے کلام قرآن شریف پر پیش کیا گیا تو اس کے مطابق ثابت ہوا۔ اور اس کی تصدیق کیلئے بارش کی طرح نشان آسمانی برسے۔ انہیں دنوں میں رمضان کے مہینہ میں سورج اور چاند کا گرہن بھی ہوا جیسا کہ لکھا تھا کہ اس مہدی کے وقت میں ماہ رمضان میں سورج اور چاند کا گرہن ہوگا۔ اور انہیں ایّام میں طاعون بھی کثرت سے پنجاب میں ہوئی۔ جیسا کہ قرآن شریف میں یہ خبر موجود ہے۔ اور پہلے نبیوں نے بھی یہ خبر دی ہے کہ ان دنوں میں مری بہت پڑے گی اور ایسا ہوگا کہ کوئی گاؤں اور شہر اُس مری سے باہر نہیں رہیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ہو رہا ہے۔

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 3،4)

خدا تعالیٰ نے مجھ کو اس زمانہ کی اصلاح کیلئے بھیجا ہے

یہ خیال ہرگز درست نہیں کہ انبیاء علیہم السلام دُنیا سے بے وارث ہی گزر گئے اور اب اُن کی نسبت کچھ رائے ظاہر کرنا بجز قصّہ خوانی کے اور کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھتا بلکہ ہر ایک صدی میں ضرورت کے وقت اُن کے وارث پیدا ہوتے رہے ہیں اور اس صدی میں یہ عاجز ہے۔ خدا تعالیٰ نے مجھ کو اس زمانہ کی اصلاح کیلئے بھیجا ہے تا وہ غلطیاں جو بجز خدا تعالیٰ کی خاص تائید کے نکل نہیں سکتی تھیں وہ مسلمانوں کے خیالات سے نکالی جائیں اور منکرین کو سچے اور زندہ خدا کا ثبوت دیا جائے اور اسلام کی عظمت اور حقیقت تازہ نشانوں سے ثابت کی جائے سو یہی ہو رہا ہے۔ قرآن کریم کے معارف ظاہر ہو رہے ہیں لطائف اور دقائق کلام ربّانی کھل رہے ہیں نشان آسمانی اور خوارق ظہور میں آ رہے ہیں اور اسلام کے حسنوں اور نوروں اور برکتوں کا خدا تعالیٰ نئے سرے جلوہ دکھا رہا ہے جس کی آنکھیں دیکھنے کی ہیں دیکھے اور جس میں سچا جوش ہے وہ طلب کرے اور جس میں ایک ذرّہ حبّ اللہ اور رسول کریم کی ہے وہ اُٹھے اور آزمائے اور خدا تعالیٰ کی اس پسندیدہ جماعت میں داخل ہووے جس کی بنیادی اینٹ اُس نے اپنے پاک ہاتھ سے رکھی ہے۔

(برکات الدعا، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 24)

ہمدردی سے اپنا ایمان دکھاؤ اور مردانِ خدا میں جگہ پاؤ

میں ہر ایک مسلمان کی خدمت میں نصیحتاً کہتا ہوں کہ اسلام کے لئے جاگو کہ اسلام سخت فتنہ میں پڑا ہے اس کی مدد کرو کہ اب یہ غریب ہے اور میں اسی لئے آیا ہوں اور مجھے خدا تعالیٰ نے علم قرآن بخشا ہے اور حقائق معارف اپنی کتاب کے میرے پر کھولے ہیں اور خوارق مجھے عطا کئے ہیں سو میری طرف آؤ تا اس نعمت سے تم بھی حصّہ پاؤ۔ مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں کیا ضرور نہ تھا کہ ایسی عظیم الفتن صدی کے سر پر جس کی کھلی کھلی آفات ہیں ایک مجدد کھلے کھلے دعویٰ کے ساتھ آتا سو عنقریب میرے کاموں کے ساتھ تم مجھے شناخت کروگے ہر ایک جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا اُسوقت کے علماء کی ناسمجھی اُس کی سدِّ راہ ہوئی آخر جب وہ پہچانا گیا تو اپنے کاموں سے پہچانا گیا کہ تلخ درخت شیریں پھل نہیں لاسکتا اور خدا غیر کو وہ برکتیں نہیں دیتا جو خاصوں کو دی جاتی ہیں۔ اے لوگو! اسلام نہایت ضعیف ہو گیا ہے اور اعداء دین کا چاروں طرف سے محاصرہ ہے اور تین ہزار سے زیادہ مجموعہ اعتراضات کا ہو گیا ہے ایسے وقت میں ہمدردی سے اپنا ایمان دکھاؤ اور مردانِ خدا میں جگہ پاؤ۔ **والسلام علیٰ من اتبع الھدٰی۔**

(برکات الدعا، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 36)

جماعت کے قیام کی غرض

اس سلسلہ سے خدا تعالیٰ نے یہی چاہا ہے اور اس نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ تقویٰ کم ہو گیا ہے۔ بعض تو کُھلے طور پر بے حیائیوں میں گرفتار ہیں اور فسق و فجور کی زندگی بسر کرتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو ایک قسم کی ناپاکی کی ملونی اپنے اعمال کے ساتھ رکھتے ہیں مگر انہیں نہیں معلوم کہ اگر اچھے کھانے میں تھوڑا سا زہر پڑ جاوے تو وہ سارا زہریلا ہو جاتا ہے اور بعض ایسے ہیں جو چھوٹے چھوٹے (گناہ) ریا کاری وغیرہ جن کی شاخیں باریک ہوتی ہیں اُن میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا ہے کہ دنیا کو تقویٰ اور طہارت کی زندگی کا نمونہ دکھائے۔ اسی غرض کے لیے اس نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے۔ وہ تطہیر چاہتا ہے اور ایک پاک جماعت بنانا اسکا منشاء ہے۔

ایک پہلو تو میری بعثت اور ماموریت کا یہ ہے۔ دوسرا پہلو کسرِ صلیب کا ہے۔ کسرِ صلیب کے لیے جسقدر جوش خُدا نے مجھے دیا ہے اس کا کسی دوسرے کو علم نہیں ہوسکتا۔ صلیبی مذہب نے جو کچھ نقصان عورتوں مردوں اور جوانوں کو پہنچایا ہے اس کا اندازہ مشکل ہے۔ ہر پہلو سے اسلام کو کمزور کرنا چاہتے ہیں۔ کوئی ڈاکٹر ہے تو وہ طبابت کے رنگ میں یا صدقات وخیرات کے رنگ میں، عہدہ دار ہو تب ولیم میور کی طرح اپنے رنگ میں۔ غرض صدہا شاخیں ہیں جو اسلام کے استیصال کے لیے انہوں نے اختیار رکھی ہیں، یہ دل سے چاہتے ہیں کہ ایک فرد بھی اسلام کا نام لینے والا باقی نہ رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ماننے والا کوئی نہ ہو۔ ہمارے پاس وہ الفاظ نہیں جن میں اُن کے جوش کو بیان کر سکیں۔

ایسی حالت میں خدا تعالیٰ نے مجھے وہ جوش کسرِ صلیب کے لیے دیا ہے کہ دُنیا میں اس وقت کسی اَور کو نہیں دیا گیا پھر کیا یہ جوش بدوں خدا کی طرف سے مامور ہو کر آنے کے پیدا ہو سکتا ہے؟

جس قدر توہین اللہ تعالیٰ کی اور اس کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کی گئی ہے کیا ضرور نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ جو غیور ہے آسمان سے مدد کرتا۔

غرض ایک طرف تو یہ صلیبی فتنہ انتہاء کو پہنچا ہوا ہے۔ دوسری طرف صدی ختم ہوگئی، تیسری طرف اسلام کا ہر ایک پہلو سے ضعیف ہونا، کسی طرف نظر اُٹھا کر دیکھو طبیعت کو بشاشت نہیں ہوتی۔ ایسی صورت میں ہم چاہتے ہیں کہ پھر خدا کا جلال ظاہر ہو۔ مجھے محض ہمدردی سے کلام کرنا پڑتا ہے ورنہ مَیں جانتا ہوں کہ غائبانہ میری کیسی ہنسی کی جاتی ہے اور کیا کیا افتراء ہوتے ہیں۔ مگر جو جوش خدا تعالیٰ نے مجھے ہمدردی مخلوق کا دیا ہوا ہے وہ مجھے ان باتوں کی کچھ بھی پروا نہیں کرنے دیتا۔ مَیں تو خدا کو خوش کرنا چاہتا ہوں نہ لوگوں کو اس لئے میں ان کی گالیوں ٹھٹھوں کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ میرا مولا میرے ساتھ ہے۔ ایک وقت تھا کہ ان راہوں میں مَیں اکیلا پھرا کرتا تھا۔ اس وقت خدا تعالیٰ نے مجھے بشارت دی کہ تو اکیلا نہ رہے گا بلکہ تیرے ساتھ فوج در فوج لوگ ہوں گے۔ اور یہ بھی کہا کہ تو ان باتوں کو لکھ لے اور شائع کر دے کہ آج تیری یہ حالت ہے پھر نہ رہے گی۔ مَیں سب مقابلہ کرنیوالوں کو پست کر کے ایک جماعت کو تیرے ساتھ کر دُونگا۔ وہ کتاب موجود ہے مکّہ معظّمہ میں بھی اس کا ایک نسخہ بھیجا گیا تھا۔ بخارا میں بھی اور گورنمنٹ کو بھی اس میں جو پیشگوئیاں ۲۲ سال پیشتر چھپ کر شائع ہوئی ہیں وہ آج پوری ہو رہی ہیں۔ کون ہے جو ان کا انکار کرے۔ ہندو مسلمان اور عیسائی سب گواہی دیں گے کہ یہ اس وقت بتایا گیا تھا جب مَیں اَحدمن الناس تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ ایک زمانہ آئے گا کہ تیری مخالفت ہوگی مگر مَیں تجھے بڑھاؤں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے اب ایک آدمی سے پونے دو لاکھ تک تو نوبت پہنچ گئی دوسرے وعدے بھی ضرور پورے ہوں گے۔

(ملفوظات، جلد سوم، صفحہ 83 تا 84)

خطبہ جمعہ

مَیں نے آج زمانے کی اصلاح کے لئے بھیجے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فرستادے کی بعض نصائح کو لیا ہے جو آپ نے مختلف وقتوں میں اپنی جماعت کو کی ہیں تا کہ مستقل مزاجی اور ایک تسلسل کے ساتھ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کوشش کرتے رہیں۔ یہی باتیں ہیں جو صرف سال کے پہلے دن ہی نہیں بلکہ سال کے بارہ مہینوں اور 365 دنوں کو بابرکت کریں گی اور ہم اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے والے بن سکیں گے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی جماعت کو نصائح میں سے انتخاب

خطبہ جمعہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ یکم رجنوری 2016ء بمطابق یکم رصلح 1395 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج نئے سال کا پہلا دن ہے اور یہ جمعۃ المبارک کے بابرکت دن سے شروع ہو رہا ہے۔ حسب روایت نئے سال کے شروع ہونے پر ہم ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہیں۔ مجھے بھی نئے سال کے مبارکباد کے پیغام احباب جماعت کی طرف سے موصول ہو رہے ہیں۔ آپ بھی ایک دوسرے کو مبارکبادیں دے رہے ہوں گے۔ مغرب میں یا ترقی یافتہ کہلانے والے ممالک میں نئے سال کی رات، ساری رات ہاہُو، شراب نوشی ہلّڑ بازی اور پٹاخے اور پھلجھڑیاں جسے فائر ورکس (Fireworks) کہتے ہیں، سے نئے سال کا آغاز کیا جاتا ہے بلکہ اب مسلمان ممالک میں بھی نئے سال کا اسی طرح استقبال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ کل دبئی میں بھی اسی طرح کے فائر ورکس کی خبریں آ رہی تھیں۔ جہاں یہ سب تماشے دکھا رہے تھے، وہیں اس کے ساتھ ہی ایک 63 منزلہ عمارت کو لگی ہوئی آگ کے نظارے بھی دکھائے جا رہے تھے جو راکھ کا ڈھیر ہو گئی تھی۔ لیکن ٹی وی پر بار بار اعلان ہو رہا تھا کہ اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اس عمارت میں یہ آگ لگی ہے تو لگی رہے۔ تباہی ہوتی ہے تو ہوتی رہے۔ ہم تو اس جگہ کے سامنے اس کے قریب ہی اپنے پروگرام کے مطابق پھلجھڑیاں چھوڑیں گے اور تماشے کریں گے۔

ویسے تو اِس وقت اکثر مسلمان ملکوں کی حالت بری ہے لیکن بہرحال یہ ایک اظہار ہے۔ ان ملکوں سے دنیاداری کے اظہار ہو رہے ہیں جن کے پاس پیسہ ہے۔ اگر آگ وہاں نہ بھی لگی ہوتی تو اس حالت کا یہ تقاضا تھا کہ مسلمان امیر ملک یہ اعلان کرتے کہ ہم ان فضول چیزوں میں پیسہ برباد کرنے کی بجائے جو بہت سارے مسلمان متاثرین ہیں ان کی مدد کریں گے لیکن یہاں تو اپنی تعلیم بھول کر ان کا یہ حال ہے کہ کچھ دن پہلے دبئی سے ہی یہ بھی خبر آ رہی تھی کہ ان کا جو سب سے بڑا ہوٹل ہے اس میں دنیا کا مہنگا ترین کرسمس ٹری (Christmas Tree) لگایا گیا ہے جس کی مالیت گیارہ ملین ڈالر کی تھی۔ تو یہ تو اب امیر مسلمان ملکوں کی ترجیحات ہو چکی ہیں۔

لیکن احمدیوں میں سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت سے ایسے ہیں جنہوں نے اپنی رات عبادت میں گزار دی یا صبح جلدی جاگ کر نفل پڑھ کر نئے سال کے پہلے دن کا آغاز کیا۔ بہت سی جگہوں پر باجماعت تہجد بھی پڑھی گئی لیکن اس سب کے باوجود ہم ان مسلمانوں کی نظر میں غیر مسلم ہیں اور یہ ہلّڑ بازی کرنے والے، رقموں کا ضیاع کرنے والے، غیر مذاہب کی رسومات کو بڑے اہتمام سے منانے والے یہ لوگ مسلمان ہیں۔

بہرحال ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمان ہیں اور ہمیں کسی کی سند کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر ہم کسی سند کے خواہشمند ہیں تو وہ خدا تعالیٰ کی نظر میں حقیقی مسلمان بن کر سند لینے کی ہے اور اس کے لئے صرف اتنا ہی کافی نہیں کہ ہم نے سال کے پہلے دن انفرادی یا اجتماعی تہجد پڑھ لی یا صدقہ دے دیا یا نیکی کی کچھ اور باتیں کر لیں اور اس نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا حق دار بنا دیا۔ بیشک یہ نیکی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والی ہو سکتی ہے لیکن تب جب اس میں استقلال بھی پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ تو مستقل نیکیاں اپنے بندے سے چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کا بندہ مستقل اس کے احکامات پر عمل کرنے والا ہو۔ نیکیاں بجا لانے والا ہو۔ نمازوں اور تہجد کے ساتھ دلوں میں ایک پاک انقلاب پیدا کرنے کی ضرورت ہے تب خدا تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔ کسی قسم کی ایسی نیکی جو صرف ایک دن یا دو دن کے لئے ہو وہ نیکی نہیں ہے۔

پس ہمیں یہ سوچنا چاہئے کہ کس قسم کے عمل اور رویے ہمیں اپنانے ہیں یا اپنانے چاہئیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والا بنائیں۔ اس کے لئے مَیں نے آج زمانے کی اصلاح کے لئے بھیجے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فرستادے کی بعض نصائح کو لیا ہے جو آپ نے مختلف وقتوں میں اپنی جماعت کو کی ہیں تا کہ مستقل مزاجی اور ایک تسلسل کے ساتھ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کوشش کرتے رہیں۔ یہی باتیں ہیں جو صرف سال کے پہلے دن ہی نہیں بلکہ سال کے بارہ مہینوں اور 365 دنوں کو بابرکت کریں گی اور ہم اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے والے بن سکیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ: ’’اب دنیا کی حالت کو دیکھو کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنے عمل سے یہ دکھایا کہ میرا مرنا اور جینا سب کچھ اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اور یا اب دنیا میں مسلمان موجود ہیں۔ کسی سے کہا جاوے کہ کیا تُو مسلمان ہے؟ تو کہتا ہے الحمدللہ۔ جس کا کلمہ پڑھتا ہے اُس کی زندگی کا اصول تو خدا کے لئے تھا مگر یہ دنیا کے لئے جیتا‘‘ (کہتے تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہیں لیکن فرمایا کہ اللہ کے بجائے دنیا کے لئے جیتا ہے) ’’اور دنیا ہی کے لئے مرتا ہے۔ اس وقت تک کہ غرغرہ شروع ہو جاوے (موت آ جائے) دنیا ہی اس کو مقصود، محبوب اور مطلوب رہتی ہے۔ پھر کیونکر کہہ سکتا ہے کہ مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتا ہوں۔‘‘

فرمایا کہ: ’’یہ بڑی غور طلب بات ہے اس کو سرسری نہ سمجھو۔ مسلمان بننا آسان نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اسلام کا نمونہ جب تک اپنے اندر پیدا نہ کرو مطمئن نہ ہو۔ یہ صرف چھلکا ہی چھلکا ہے اگر بدوں اتباع مسلمان کہلاتے ہو‘‘۔ (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہیں کرتے، آپ کے اُسوہ پر نہیں چلتے، قرآن کریم کی تعلیم پر عمل نہیں کرتے) فرمایا کہ ’’نام اور چھلکے پر خوش ہونا دانشمند کا کام نہیں ہے‘‘۔ (پس اگر یہ اتباع نہیں کر رہے تو پھر تو چھلکا ہی ہے) فرمایا کہ ’’کسی یہودی کو ایک مسلمان نے کہا کہ تُو مسلمان ہو جا۔ اس نے کہا تُو صرف نام ہی پر خوش نہ ہو جا۔ (یہودی کہنے لگا کہ) مَیں نے اپنے لڑکے کا نام خالد رکھا تھا اور شام سے پہلے ہی اسے دفن کر دیا‘‘۔ (اب خالد کا مطلب یہ ہے لمبا رہنے والا۔ ہمیشہ رہنے والا۔ لیکن اس نام سے تو اس کو زندگی نہیں مل گئی۔ اس کی زندگی تو ایک دن بھی نہ رہی) فرمایا کہ ’’پس حقیقت کو طلب کرو۔ نرے ناموں پر راضی نہ ہو جاؤ۔ کس قدر شرم کی بات ہے کہ انسان عظیم الشان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّتی کہلا کر کافروں کی سی زندگی بسر کرے۔ تم اپنی زندگی میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ دکھاؤ۔ وہی حالت پیدا کرو اور دیکھو اگر وہی حالت نہیں ہے تو تم طاغوت کے پیرَو ہو‘‘۔ (شیطان کے پیچھے چل رہے ہو۔) ’’غرض یہ بات اب بخوبی سمجھ میں آ سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہونا انسان کی زندگی کی غرض و غایت ہونی چاہئے کیونکہ جب تک اللہ تعالیٰ کا محبوب نہ ہو اور خدا کی محبت نہ ملے کامیابی کی زندگی بسر نہیں کر سکتا اور یہ امر پیدا نہیں ہوتا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اطاعت اور متابعت نہ کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے دکھا دیا ہے کہ اسلام کیا ہے؟ پس تم وہ اسلام اپنے اندر پیدا کرو تا کہ تم خدا کے محبوب بنو۔‘‘

(ملفوظات، جلد 2، صفحہ 187 تا 188، مطبوعہ انگلستان، ایڈیشن 1985ء)

اسلام دنیا کی نعمتوں سے منع نہیں فرماتا بلکہ دنیا میں رہتے ہوئے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی تلقین فرماتا ہے۔ اس بارے میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: ’’اسلام نے رہبانیت کو منع فرمایا ہے۔ یہ بزدلوں کا کام ہے۔ مومن کے تعلقات دنیا کے ساتھ جس قدر وسیع ہوں وہ اس کے مراتب عالیہ کا موجب ہوتے ہیں کیونکہ اس کا نصب العین دین ہوتا ہے اور دنیا اس کا مال و جاہ دین کا خادم ہوتا ہے۔ پس اصل بات یہ ہے کہ دنیا مقصود بالذات نہ ہو بلکہ حصول دنیا

میں اصل غرض دین ہو اور ایسے طور پر دنیا کو حاصل کیا جاوے کہ وہ دین کی خادم ہو۔ جیسے انسان کسی جگہ سے دوسری جگہ جانے کے واسطے سفر کے لئے سواری اور زادِ راہ کو ساتھ لیتا ہے تو اس کی اصل غرض منزل مقصود پر پہنچنا ہوتی ہے، نہ خود سواری اور راستہ کی ضروریات۔ اسی طرح پر انسان دنیا کو حاصل کرے مگر دین کا خادم سمجھ کر‘‘۔

فرمایا کہ: رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً (البقرۃ:202) اللہ تعالیٰ نے جو یہ دعا تعلیم فرمائی ہے کہ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً اس میں بھی دنیا کو مقدم کیا ہے۔ لیکن کس دنیا کو؟ حَسَنَةُ الدُّنْيَا کو، جو آخرت میں حسنات کا موجب ہو جاوے‘‘۔ (ایسی دنیا کو پہلے رکھا ہے، مقدم کیا ہے کہ اس کی حسنات حاصل کرو جو دنیا آخرت کی حسنات کا موجب بنے) ’’اس دعا کی تعلیم سے صاف سمجھ میں آ جاتا ہے کہ مومن کو دنیا کے حصول میں حسناتُ الآخرۃ کا خیال رکھنا چاہئے اور ساتھ ہی حَسَنَةُ الدُّنْيَا کے لفظ میں ان تمام بہترین ذرائع حصول دنیا کا ذکر آ گیا جو ایک مومن مسلمان کو حصول دنیا کے لئے اختیار کرنی چاہئے۔ دنیا کو ہر ایسے طریق سے حاصل کرو جس کے اختیار کرنے سے بھلائی اور خوبی ہی ہو۔ نہ وہ طریق جو کسی دوسرے بنی نوع انسان کی تکلیف رسائی کا موجب ہو۔ نہ ہم جنسوں میں کسی عار اور شرم کا باعث ہو۔ ایسی دنیا بے شک حسنۃ الآخرۃ کا موجب ہوگی‘‘۔

(ملفوظات، جلد 2، صفحہ 91 تا 92، مطبوعہ انگلستان، ایڈیشن 1985ء)

پس فرمایا کہ ایسی دنیا تلاش کرو جس سے کسی کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ جس سے ہم جنسوں میں کسی شرم اور عار کا باعث نہ بن جاؤ تو پھر تمہاری ایسی دنیا جو ہے وہ آخرت کے لئے حسنات کا موجب ہے اور ایسی دنیا کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے۔

پھر فرمایا کہ ’’سمجھنا چاہئے کہ جہنم کیا چیز ہے؟ ایک جہنم تو وہ ہے جس کا مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا ہے۔ دوسرے یہ زندگی بھی اگر خدا تعالیٰ کے لئے نہ ہو تو جہنم ہی ہے۔‘‘ (اگر اس میں حسنات نہیں ہیں تو پھر یہ دنیا بھی جہنم بن جاتی ہے۔) فرمایا کہ ’’اللہ تعالیٰ ایسے انسان کا تکلیف سے بچانے اور آرام دینے کے لئے متولّی نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ ’’یہ خیال مت کرو کہ کوئی ظاہری دولت یا حکومت، مال و عزت، اولاد کی کثرت کسی شخص کے لئے کوئی راحت یا اطمینان، سکینت کا موجب ہو جاتی ہے اور وہ دمِ نقد بہشت ہی ہوتا ہے۔‘‘ (یعنی یہ دنیا میں بہشتی بن جاتا ہے۔) ’’ہرگز نہیں۔ وہ اطمینان اور وہ تسلی اور وہ تسکین جو بہشت کی انعامات میں سے ہیں ان باتوں سے نہیں ملتی۔ وہ خدا ہی میں زندہ رہنے اور مرنے سے مل سکتی ہے جس کے لئے انبیاء علیہم السلام خصوصاً ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام کی یہی وصیت تھی کہ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ۔ لذات دنیا تو ایک قسم کی ناپاک حرص پیدا کر کے طلب اور پیاس کو بڑھا دیتی ہیں‘‘۔ (صرف دنیا کی لذتیں تو ایک حرص پیدا کرتی ہیں جس سے پیاسے کی پیاس بیماری کی طرح بھڑکتی ہے اور اُسے بڑھا دیتی ہیں) فرمایا کہ ’’استسقاء کے مریض کی طرح پیاس نہیں بجھتی یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ پس یہ بے جا آرزوؤں اور حسرتوں کی آگ بھی منجملہ اسی جہنم کی آگ کے ہے جو انسان کے دل کو راحت اور قرار نہیں لینے دیتی بلکہ اس کو ایک تذبذب اور اضطراب میں غلطاں و پیچاں رکھتی ہے‘‘۔ فرمایا ’’اس لئے میرے دوستوں کی نظر سے‘‘ (یعنی احمدیوں کی نظر سے) یہ امر ہرگز پوشیدہ نہ رہے کہ انسان مال و دولت یا زن و فرزند کی محبت کے جوش اور نشے میں ایسا دیوانہ اور از خود رفتہ نہ ہو جاوے کہ اس میں اور خدا تعالیٰ میں ایک حجاب پیدا ہو جاوے۔‘‘ (یعنی دوری پیدا ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق ختم ہو جائے۔)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ: ’’میرے دل میں یہ بات آئی ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ سے یہ ثابت ہے کہ انسان ان صفات کو اپنے اندر لے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے ساری صفتیں سزاوار ہیں جو ربّ العالمین ہے۔ یعنی ہر عالم میں، نطفہ میں، مضغہ وغیرہ سارے عالموں میں، غرض ہر عالم میں۔ پھر رحمٰن ہے پھر رحیم ہے اور مالک یوم الدین ہے۔ اب اِيَّاكَ نَعْبُدُ جو کہتا ہے تو گویا اس عبادت میں وہی ربوبیت اور رحمانیت اور رحیمیت اور مالکیت صفات کا پرتَو انسان کو اپنے اندر لینا چاہئے‘‘۔ (یہ اللہ تعالیٰ کی جو صفات ہیں ان کو اپنے اندر بھی اختیار کرنا چاہئے) فرمایا کہ ’’کمال عبد انسان کا یہی ہے کہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ یعنی اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگین ہو جاوے‘‘ (ان صفات کو اپنائے) ’’اور جب تک اس مرتبہ تک نہ پہنچ جاوے تھکے نہ ہارے۔ اس کے بعد خود ایک کشش اور جذب پیدا ہو جاتا ہے جو عبادت الٰہی کی طرف اسے لے جاتا ہے‘‘۔ (یہ حالتیں، یہ صفات پیدا ہوں گی تو پھر عبادت الٰہی کی طرف توجہ پیدا ہوگی اور عبادت الٰہی انسان کی زندگی کا مقصد ہے) ’’اور وہ حالت اس پر وارد ہو جاتی ہے جو يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ کی ہوتی ہے۔‘‘

(ملفوظات، جلد 2، صفحہ 132 تا 133، مطبوعہ انگلستان، ایڈیشن 1985ء)

اس بارے میں فرماتے ہوئے کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ اس لئے ہمیشہ اپنی موت کو سامنے رکھو۔ تبھی اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل بھی ہو سکتا ہے۔ تبھی انسان ان صفات کو بھی اپنا سکتا ہے فرمایا کہ: ’’کسی کو کیا معلوم ہے کہ ظہر کے بعد عصر کے وقت تک زندہ رہے۔ بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ یکدفعہ ہی دورانِ خون بند ہو کر جان نکل جاتی ہے۔ بعض دفعہ چنگے بھلے آدمی مر جاتے ہیں‘‘۔ (ایک واقعہ کا ذکر فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ) ’’وزیر محمد حسن خان صاحب ہوا خوری کر کے آئے تھے اور خوشی خوشی زینے پر چڑھنے لگے۔ ایک دو زینے چڑھے ہوں گے کہ چکّر آیا، بیٹھ گئے۔ نوکر نے کہا کہ مَیں سہارا دوں۔ کہا نہیں۔ پھر دو تین زینے چڑھے پھر چکّر آیا اور اسی چکر کے ساتھ جان نکل گئی‘‘۔ ایسا ہی (ایک اور شخص کا ذکر فرمایا) ’’غلام محی الدین کونسل کشمیر کا ممبر یکدفعہ ہی مر گیا‘‘۔ فرمایا ’’غرض موت کے آ جانے کا ہم کو کوئی وقت معلوم نہیں ہے کہ کس وقت آ جاوے۔ اسی لئے ضروری ہے کہ اس سے بےفکر نہ ہوں۔ پس دین کی غمخواری ایک بڑی چیز ہے جو سکرات الموت میں سرخرو رکھتی ہے۔ قرآن شریف میں آیا ہے۔ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ (الحج:22) ساعت سے مراد قیامت بھی ہوگی ہم کو اس سے انکار نہیں مگر اس میں سکرات الموت ہی مراد ہے کیونکہ انقطاعِ تام کا وقت ہوتا ہے۔ انسان اپنے محبوبات اور مرغوبات سے یکدفعہ الگ ہوتا ہے اور ایک عجیب قسم کا زلزلہ اس پر طاری ہوتا ہے۔ گویا اندر ہی اندر وہ ایک شکنجہ میں ہوتا ہے‘‘ (جب موت کی ایسی حالت ہوتی ہے۔) ’’اس لئے انسان کی تمام تر سعادت یہی ہے کہ وہ موت کا خیال رکھے‘‘۔ (جب موت کا وقت قریب ہوتا ہے، نزع کی حالت میں ہوتا ہے یا ویسے ہی حالت طاری ہوتی ہے تو اصل چیز فرمایا یہی ہے۔ یہ بہت بڑی چیز ہے اس کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئے اور فرمایا کہ سعادت یہی ہے کہ وہ موت کا خیال رکھے) ’’اور دنیا اور اس کی چیزیں اس کی ایسی محبوبات نہ ہوں جو اس آخری ساعت میں علیحدگی کے وقت اس کی تکالیف کا موجب ہوں‘‘۔

(ملفوظات، جلد 2، صفحہ 146-تا 147، مطبوعہ انگلستان، ایڈیشن 1985ء)

اور جب یہ یاد ہوگا تو پھر انسان نیکیاں بجا لانے کی کوشش کرے گا۔ پھر بلا وجہ کے تماشوں میں نہ پیسہ ضائع کرے گا نہ وقت ضائع کرے گا۔ نہ بےجا خواہشات کی تکمیل کے لئے ان چیزوں کا ضیاع کرے گا۔

پھر پاک تبدیلی پیدا کرنے کے بارے میں آپ فرماتے ہیں: ’’پس بے خوف ہو کر مت رہو۔ استغفار اور دعاؤں میں لگ جاؤ اور ایک پاک تبدیلی پیدا کرو۔ اب وہ غفلت کا وقت نہیں رہا۔ انسان کو نفس جھوٹی تسلی دیتا ہے کہ تیری عمر لمبی ہوگی۔ موت کو قریب سمجھو۔ خدا کا وجود برحق ہے۔ جو ظلم کی راہ سے خدا کے حقوق کسی دوسرے کو دیتا ہے وہ ذلت کی موت دیکھے گا۔‘‘

فرمایا: ’’اب جیسا کہ سورۃ فاتحہ میں تین گروہ کا ذکر ہے ان تین کا ہی مزہ چکھا دے گا۔ اس میں جو آخر تھے وہ مقدم ہو گئے یعنی ضالّین۔ (یعنی کہ ضالّین جو سورۃ فاتحہ میں آخر میں آتا ہے لیکن یہاں مسلمانوں کی مثال دیتے ہوئے آپ فرما رہے ہیں کہ وہ پہلے ہو گئے اور اس بارے میں مثال یہ فرما رہے ہیں کہ) ’’اسلام وہ تھا کہ ایک شخص مرتد ہو جاتا تھا تو قیامت برپا ہو جاتی تھی مگر اب (آپ کے زمانے میں) بیس لاکھ عیسائی ہو چکے ہیں (اسلام چھوڑ کے) اور خود ناپاک ہو کر (اسلام چھوڑنے کی وجہ سے خود ناپاک ہوئے ہیں اور بجائے اس کے کہ اپنی ناپاکی کا احساس ہو) پاک وجود کو گالیاں دی جاتی ہیں‘‘۔ (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بولا جاتا ہے۔) پھر فرمایا ’’پھر مغضوب کا نمونہ طاعون سے دکھایا جا رہا ہے‘‘۔ (یہ جو طاعون ہے یہ بھی آفت ہے۔ یہ ان لوگوں پر پڑتی ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو۔ آجکل اس زمانے میں بھی طوفان ہیں، زلزلے ہیں اور اَور مختلف قسم کی آفتیں ہیں۔ یہ سب اگر انسان سوچے تو اللہ تعالیٰ کے غضب نازل ہو رہے ہیں اور یہی چیزیں پھر انسان کو خدا تعالیٰ کی طرف لے کر آتی ہیں، احساس دلاتی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکے اور اس غضب کی حالت سے بچے۔)

فرمایا کہ ’’اس کے بعد اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کا گروہ ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے اور خدا کی قدیم سے سنت چلی آتی ہے کہ جب وہ کسی قوم کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ یہ کام نہ کرنا تو اس قوم میں سے

ایک گروہ ضرور خدا کی خلاف ورزی کرتا ہے‘‘۔ (جب قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا اب بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ کام نہیں کرنا تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ لوگ کام کریں گے۔ پہلے اللہ تعالیٰ وارننگ دے رہا ہے کہ تم یہ کرو گے لیکن نہ کرنا کیونکہ اس کی سزا ملے گی۔)

فرمایا: ’’کوئی قوم ایسی دکھاؤ کہ جس کو کہا گیا کہ تم یہ کام نہ کرو اور اس نے نہ کیا ہو‘‘۔ (یعنی اگر کسی قوم کو کہا ہے کہ کام نہ کرو تو وہ ضرور کرتے ہیں۔) ’’خدا نے یہودیوں کو کہا کہ تحریف نہ کرو‘‘۔ (بائبل میں تورات میں انہوں نے تحریف کی۔) ’’قرآن کی نسبت یہ نہیں کہا (کہ تحریف نہ کرو) بلکہ یہ کہا اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ (الحجر:10) غرض دعاؤں میں لگے رہو کہ خدا تعالیٰ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ کے گروہ میں داخل کرے۔‘‘

(ملفوظات، جلد 2، صفحہ 265 تا 266، مطبوعہ انگلستان، ایڈیشن 1985ء)

پس اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ کے گروہ میں داخل ہونے کے لئے دعاؤں کی ضرورت ہے اور مستقل دعاؤں کی ضرورت ہے۔ ایک یا دو دن کی دعاؤں کی نہیں۔

پھر پاک تبدیلی اور آخرت کی فکر تقویٰ سے پیدا ہوتی ہے اور تقویٰ ہی انسان کو آخرت میں سرخرو کرتا ہے اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: ’’تقویٰ والے پر خدا کی ایک تجلّی ہوتی ہے۔ وہ خدا کے سایہ میں ہوتا ہے مگر چاہئے کہ تقویٰ خالص ہو اور اس میں شیطان کا کچھ بھی حصہ نہ ہو ورنہ شرک خدا کو پسند نہیں اور اگر کچھ حصہ شیطان کا ہو تو خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ سب شیطان کا ہے۔ خدا کے پیاروں کو جو دکھ آتا ہے وہ مصلحت الٰہی سے آتا ہے۔ (خدا کے پیاروں کو بھی تکلیفیں یا پریشانیاں آتی ہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی مصلحت ہوتی ہے) ورنہ ساری دنیا اکٹھی ہو جائے تو ان کو ایک ذرہ بھر تکلیف نہیں دے سکتی‘‘۔ فرمایا ’’چونکہ وہ دنیا میں ایک نمونہ قائم کرنے کے واسطے ہیں۔ اس واسطے ضروری ہوتا ہے کہ خدا کی راہ میں تکالیف اٹھانے کا نمونہ بھی وہ لوگوں کو دکھائیں ورنہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے کسی بات میں اس سے بڑھ کر تردّد نہیں ہوتا کہ اپنے ولی کی قبض روح کروں‘‘۔ (اللہ تعالیٰ تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ اپنے ولی کو فوت کرے۔) ’’خدا تعالیٰ نہیں چاہتا کہ اس کے ولی کو کوئی تکلیف آوے مگر ضرورت اور مصالح کے واسطے وہ دکھ دیئے جاتے ہیں اور اس میں خود ان کے لئے نیکی ہے کیونکہ ان کے اخلاق ظاہر ہوتے ہیں۔‘‘ (دکھ دیئے جاتے ہیں تو اس دکھ میں، تکلیف میں اُن سے بجائے جزع فزع کرنے کے، شور مچانے کے ان کے اعلیٰ اخلاق ظاہر ہوتے ہیں۔)

فرمایا کہ ’’انبیاء اور اولیاء اللہ کے لئے تکلیف اس قسم کی نہیں ہوتی......جس میں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی ناراضگی کا اظہار ہوتا ہے بلکہ انبیاء شجاعت کا ایک نمونہ قائم کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کو اسلام کے ساتھ کوئی دشمنی نہ تھی مگر دیکھو جنگ اُحد میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے رہ گئے۔ اس میں یہی بھید تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت ظاہر ہو جبکہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار کے مقابلہ میں اکیلے کھڑے ہو گئے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ ایسا نمونہ دکھانے کا کسی نبی کو موقع نہیں ملا‘‘۔ فرمایا کہ ’’ہم اپنی جماعت کو کہتے ہیں کہ صرف اتنے پر وہ مغرور نہ ہو جائے کہ ہم نماز روزہ کرتے ہیں یا موٹے موٹے جرائم مثلاً زنا چوری وغیرہ نہیں کرتے‘‘۔ فرمایا کہ ’’ان خوبیوں میں تو اکثر غیر فرقہ کے لوگ مشرک وغیرہ تمہارے ساتھ شامل ہیں‘‘۔ (مشرک بھی بہت سارے ایسے ہیں جو ایسی نیکیاں کرتے ہیں ان کے اخلاق بہت اچھے ہیں۔) فرمایا کہ ’’تقویٰ کا مضمون باریک ہے اس کو حاصل کرو۔ خدا کی عظمت دل میں بٹھاؤ۔ جس کے اعمال میں کچھ بھی ریاکاری ہو خدا اس کے عمل کو واپس الٹا اس کے منہ پر مارتا ہے۔ متقی ہونا مشکل ہے۔ مثلاً اگر کوئی تجھے کہے‘‘ (مثال دے رہے ہیں آپ) ’’کہ تُو نے قلم چرایا ہے تو تُو کیوں غصہ کرتا ہے‘‘۔ (اگر کسی پہ کوئی جھوٹا الزام لگا دیتا ہے مثلاً چھوٹا سا الزام ہی ہے کہ میں نے یہاں قلم رکھا تم نے اس کو اٹھا لیا اس پہ دوسرے کو غصہ آ جاتا ہے۔ فرمایا کیوں، غصے کی کیا ضرورت ہے۔) فرمایا کہ ’’تیرا پرہیز تو محض خدا کے لئے ہے‘‘۔ (اس چیز پر غصے سے بچنا تو خدا کے لئے ہے۔) ’’یہ طیش اس واسطے ہوا کہ رُو بحق نہ تھا۔‘‘ (جو غصہ تمہیں آیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے تمہارا تعلق نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ کے چہرے کو نہیں دیکھ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کو نہیں چاہتے تھے۔ اس لئے بعض لوگوں کو ذرا ذرا سی بات پر غصہ آ جاتا ہے۔ اگر اللہ سامنے یاد رہے تو کبھی غصہ نہ آئے۔) فرمایا ’’جب تک واقعی طور پر انسان پر بہت سی موتیں نہ آ جائیں وہ متقی نہیں بنتا۔ معجزات اور الہامات بھی تقویٰ کی فرع ہیں۔ اصل تقویٰ ہے۔‘‘ (اس چیز کو یاد رکھو۔) فرمایا کہ ’’اس واسطے تم الہامات اور رؤیا کے پیچھے نہ پڑو‘‘۔ (کسی کو الہام ہو گیا، کسی کو رؤیا ہوا، کوئی سچی خوابیں آ گئیں، کشف ہو گیا) ’’بلکہ حصول تقویٰ کے پیچھے لگو۔‘‘ (یہ نہ دیکھو کہ کس کو کیا سچی خوابیں آ رہی ہیں کہ نہیں آ رہیں۔ یہ دیکھو کہ تقویٰ ہے کہ نہیں۔) ’’جو متقی ہے اُسی کے الہامات بھی صحیح ہیں اور اگر تقویٰ نہیں تو الہامات بھی قابل اعتبار نہیں۔‘‘ (جتنے مرضی کوئی الہام سناتا رہے۔ اگر اس میں تقویٰ نہیں ہے، لوگوں کے حق مار رہا ہے، ذرا ذرا سی بات پر غصہ میں آ جاتا ہے تو وہ چاہے جتنی مرضی سچی خوابیں سنائے کوئی سچی خواب نہیں۔) فرمایا کہ ’’ان میں شیطان کا حصہ ہو سکتا ہے۔ کسی کے تقویٰ کو اس کے ملہم ہونے سے نہ پہچانو بلکہ اس کے الہاموں کو اس کی حالت تقویٰ سے جانچو اور اندازہ کرو۔ سب طرف سے آنکھیں بند کر کے پہلے تقویٰ کے منازل کو طے کرو۔ انبیاء کے نمونہ کو قائم رکھو۔ جتنے نبی آئے ہیں سب کا مدّعا یہی تھا کہ تقویٰ کی راہ سکھلائیں۔ اِنۡ اَوۡلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الۡمُتَّقُوۡنَ (الانفال:35)‘‘ (اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اس کے حقیقی ولی جو ہیں وہ متقیوں کے علاوہ اور کوئی نہیں۔) ’’مگر قرآن شریف نے تقویٰ کی باریک راہوں کو سکھلایا ہے۔ کمال نبی کا کمالِ اُمّت کو چاہتا ہے‘‘۔ (نبی کا کمال اس کی اُمّت کے کمال کو چاہتا ہے۔) فرمایا کہ ’’چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کمالات نبوت ختم ہوئے۔ کمالات نبوت ختم ہونے کے ساتھ ہی ختمِ نبوت ہوا۔ جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہے اور معجزات دیکھنا چاہے اور خوارق عادت دیکھنا منظور ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنی زندگی بھی خارق عادت بنا لے۔ (جو خاتم النبیین ہے تو اس خاتم النبیین کو ماننے والے کو خود بھی تقویٰ کے وہ معیار حاصل کرنے چاہئیں جو اعلیٰ ترین معیار ہوں اس لئے فرمایا کہ اپنی زندگی بھی خارق عادت بناؤ)۔

فرمایا کہ ’’دیکھو امتحان دینے والے محنتیں کرتے ہیں۔ مدقوق کی طرح بیمار اور کمزور ہو جاتے ہیں‘‘۔ (اس طرح پڑھ پڑھ کے بیچارے کمزور ہو جاتے ہیں جس طرح کوئی ٹی بی کا مریض ہو۔) ’’پس تقویٰ کے امتحان میں پاس ہونے کے لئے ہر ایک تکلیف اٹھانے کے لئے تیار ہو جاؤ‘‘۔ (تقویٰ بھی ایک امتحان ہے اس کے لئے بھی محنت کرنا پڑتی ہے۔) ’’جب انسان اس راہ پر قدم اٹھاتا ہے تو شیطان اس پر بڑے بڑے حملے کرتا ہے لیکن ایک حد پر پہنچ کر آخر شیطان ٹھہر جاتا ہے۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ جب انسان کی سفلی زندگی پر موت آ کر وہ خدا کے زیر سایہ ہو جاتا ہے۔ وہ مظہر الٰہی اور خلیفۃ اللہ ہوتا ہے۔ مختصر خلاصہ ہماری تعلیم کا یہی ہے کہ انسان اپنی تمام طاقتوں کو خدا کی طرف لگا دے۔‘‘ (ملفوظات، جلد 2، صفحہ 301 تا 302، مطبوعہ انگلستان، ایڈیشن 1985ء)

پھر تقویٰ کے ہی حوالے سے ہمیں نصیحت کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ: ’’اہل تقویٰ کیلئے یہ شرط ہے کہ وہ اپنی زندگی غربت اور مسکینی میں بسر کریں۔ یہ تقویٰ کی ایک شاخ ہے جس کے ذریعہ سے ہمیں ناجائز غضب کا مقابلہ کرنا ہے‘‘۔ (تقویٰ کے ذریعہ سے ہمیں بلا وجہ غصہ جو آ جاتا ہے یا بلا وجہ کسی کا غصہ ہمارے پر ہو اس کا مقابلہ کرنا ہے۔) ’’بڑے بڑے عارف اور صدیقوں کیلئے آخری اور کڑی منزل غضب سے بچنا ہی ہے‘‘۔ (کسی کے غصے سے خود مغلوب الغضب نہ ہو جاؤ اور وہی حرکت خود نہ شروع کر دو) فرمایا کہ ’’عجب و پندار غضب سے پیدا ہوتا ہے۔‘‘ (تکبر اور غرور جو ہیں یہ بھی غصے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں) ’’اور ایسا ہی کبھی خود غضب عجب و پندار کا نتیجہ ہوتا ہے۔‘‘ (تکبر و غرور ہو تو انسان کو غصہ آتا ہے۔ کسی نے کچھ کہہ دیا تو ذرا سی بات پہ غصہ چڑھ گیا۔ صرف وجہ یہی ہے کہ اس میں تکبر ہے) فرمایا ’’کیونکہ غضب اس وقت ہوگا جب انسان اپنے نفس کو دوسرے پر ترجیح دیتا ہے‘‘۔ فرمایا کہ ’’میں نہیں چاہتا کہ میری جماعت والے آپس میں ایک دوسرے کو چھوٹا یا بڑا سمجھیں یا ایک دوسرے پر غرور کریں یا نظر استخفاف سے دیکھیں۔ (کسی کو کم سمجھیں) خدا جانتا ہے کہ بڑا کون ہے یا چھوٹا کون ہے۔ یہ ایک قسم کی تحقیر ہے جس کے اندر حقارت ہے۔ ڈر ہے کہ یہ حقارت کا بیج بڑھے اور اس کی ہلاکت کا باعث ہو جاوے۔‘‘ (جو اپنے آپ کو کسی بھی لحاظ سے بڑا سمجھتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ دوسرے کی تحقیر کر رہا ہے اور دوسرے کو حقارت کی نظر سے دیکھ رہا ہے اور یہ حقارت سے دوسرے کو دیکھنا، فرمایا کہ ہلاکت کا باعث ہو جاتا ہے) ’’بعض آدمی بڑوں کو مل کر بڑے ادب سے پیش آتے ہیں‘‘۔ (بڑا آدمی ہو، امیر آدمی ہو تو بڑے ادب سے ملتے ہیں۔ بڑا عزت احترام کرتے ہیں) ’’لیکن بڑا وہ ہے جو مسکین کی بات کو مسکینی سے سنے۔‘‘ (کسی مسکین اور غریب آدمی کی بات کو سنے اور بڑے آرام سے سنے، توجہ سے سنے) ’’اس کی دلجوئی کرے۔ اس کی بات کی عزت کرے۔ کوئی چڑ کی بات منہ پر نہ لاوے کہ جس سے دکھ پہنچے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَا تَنَابَزُوۡا بِالۡاَلۡقَابِ ؕ بِئۡسَ الِاسۡمُ الۡفُسُوۡقُ بَعۡدَ

الْاِیْمَانِ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ (الحجرات:12) تم ایک دوسرے کا چڑ کے نام نہ لو۔ یہ فعل فُسّاق و فُجّار کا ہے۔ جو شخص کسی کو چڑاتا ہے وہ نہ مرے گا جبتک وہ خود اسی طرح مبتلا نہ ہوگا۔ اپنے بھائیوں کو حقیر نہ سمجھو۔ جب ایک ہی چشمہ سے کُل پانی پیتے ہو تو کون جانتا ہے کہ کس کی قسمت میں زیادہ پانی پینا ہے۔ مکرم و معظم کوئی دنیاوی اصول سے نہیں ہوسکتا۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑا وہ ہے جو متقی ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ۔ (الحجرات:14)۔''

(ملفوظات، جلد 1 ،صفحہ 36، مطبوعہ انگلستان، ایڈیشن 1985ء)

پھر تقویٰ کے بارے میں جماعت کو مزید نصیحت کرتے ہوئے، اس کے مختلف پہلو بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ نے جس قدر قویٰ عطا فرمائے ہیں'' (جس قدر قوتیں انسان کو دی ہیں) ''وہ ضائع کرنے کے لئے نہیں دیئے گئے۔ ان کی تعدیل اور جائز استعمال کرنا ہی ان کی نشوونما ہے''۔ (ان کو انصاف سے اور جائز جگہ پر استعمال کرنا یہی ان کا صحیح استعمال ہے۔ اس سے وہ بہتر ہوتے ہیں۔ نشوونما پاتے ہیں۔ بڑھتے ہیں۔ صلاحیتیں پیدا ہوتی ہیں۔ مزید نیکی اجاگر ہوتی ہے۔) فرمایا ''اسی لئے اسلام نے قوائے رجولیت یا آنکھ کے نکالنے کی تعلیم نہیں دی بلکہ ان کا جائز استعمال اور تزکیہ نفس کرایا''۔ (جنسی قویٰ جو ہیں یا آنکھ جو ہے یہ کسی بد کام کے لئے نہیں دیئے گئے۔ آنکھ سے بدنظری کرنے کا نہیں کہا۔ یہ سارے قویٰ دیئے ہیں لیکن فرمایا کہ انکا جائز استعمال کرو تو تزکیۂ نفس ہوگا۔) ''جیسے فرمایا۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ (المؤمنون:2) اور ایسے ہی یہاں بھی فرمایا۔ متقی کی زندگی کا نقشہ کھینچ کر آخر میں بطور نتیجہ یہ کہا وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ'' (یہ اس کی تشریح بیان کر رہے ہیں۔) ''یعنی وہ لوگ جو تقویٰ پر قدم مارتے ہیں۔ ایمان بالغیب لاتے ہیں۔ نماز ڈگمگاتی ہے پھر اسے کھڑا کرتے ہیں۔'' (لوگ کہتے ہیں نماز میں توجہ نہیں رہتی تو بہتوں کے ساتھ یہ حالت پیدا ہوتی ہے کہ ڈگمگاتی ہے تو اسے کھڑا کرتے ہیں۔) ''خدا کے دیئے ہوئے سے دیتے ہیں۔ باوجود خطرات نفس بلا سوچے سمجھے گزشتہ اور موجودہ کتاب اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور آخر کار وہ یقین تک پہنچ جاتے ہیں''۔ (پہلے ایمان بالغیب ہوتا ہے آخر پھر وہی ایمان بالغیب جو ہے وہ یقین تک لے جاتا ہے اور) ''یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت کے سر پر ہیں۔ وہ ایک ایسی سڑک پر ہیں جو برابر آگے کو جا رہی ہے''۔ (یعنی مسلسل کوشش کرنے والے لوگ جو ہیں وہی پھر اس سڑک پر چلتے ہیں جو ہدایت کی طرف لے جانے والی ہے۔) ''اور جس سے آدمی فلاح تک پہنچتا ہے۔ پس یہی لوگ فلاح یاب ہیں جو منزل مقصود تک پہنچ جائیں گے اور راہ کے خطرات سے نجات پاچکے ہیں۔ اس لئے شروع میں ہی اللہ تعالیٰ نے ہم کو تقویٰ کی تعلیم دے کر ایک ایسی کتاب ہم کو عطا کی جس میں تقویٰ کے وصایا بھی دیئے''۔ (یہ سارا بیان کرنے کے بعد آپ فرماتے ہیں) ''سو ہماری جماعت یہ غم کُل دنیوی غموں سے بڑھ کر اپنی جان پر لگائے کہ ان میں تقویٰ ہے یا نہیں''۔

(ملفوظات، جلد 1 ،صفحہ 35، مطبوعہ انگلستان، ایڈیشن 1985ء)

پھر ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ: ''اگر تم چاہتے ہو کہ تمہیں فلاح دارین حاصل ہو اور لوگوں کے دلوں پر فتح پاؤ تو پاکیزگی اختیار کرو۔ عقل سے کام لو اور کلام الٰہی کی ہدایات پر چلو۔ خود اپنے تئیں سنوارو اور دوسروں کو اپنے اخلاق فاضلہ کا نمونہ دکھاؤ۔ تب البتہ کامیاب ہوجاؤ گے''۔ ایک فارسی شعر کا مصرعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ''کسی نے کیا اچھا کہا ہے کہ: سخن کز دل بروں آید نشیند لاجرم بر دل'' (کہ جو بھی بات دل سے نکلتی ہے وہ دل پر ضرور بیٹھتی اور اثر کرتی ہے۔ پس ایک مومن کی ہر بات دل سے نکلنی چاہئے اور دوسروں کے لئے بھی فلاح کا موجب ہونی چاہئے اور یہی پھر اپنی فلاح کا بھی باعث بنتی ہے۔) فرمایا ''پس پہلے دل پیدا کرو۔ اگر دلوں پر اثر اندازی چاہتے ہو تو عملی طاقت پیدا کرو''۔ (اگر دوسروں کے دلوں پر اثر کرنا ہے تو پہلے اپنے اندر عملی طاقت پیدا کرو۔ اپنے دل کو پہلے اس قابل بناؤ کہ ساری نیکیاں اس میں قائم ہوجائیں اور پھر ان پر عمل بھی کرو۔) فرمایا ''کیونکہ عمل کے بغیر قولی طاقت اور انسانی قوت کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ زبان سے قیل و قال کرنے والے تو لاکھوں ہیں۔ بہت سے مولوی اور علماء کہلا کر منبروں پر چڑھ کر اپنے تئیں نائب الرسول اور وارث الانبیاء قرار دے کر وعظ کرتے پھرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ تکبر، غرور اور بدکاریوں سے بچو مگر جو اُن کے اپنے اعمال ہیں اور جو کرتوتیں وہ خود کرتے ہیں ان کا اندازہ اس سے کرلو کہ ان باتوں کا اثر تمہارے دل پر کہاں تک ہوتا ہے۔''

(ملفوظات، جلد 1 ،صفحہ 67، مطبوعہ انگلستان، ایڈیشن 1985ء)

پھر اس طرف توجہ دلاتے ہوئے کہ کہنے سے پہلے خود عمل کرو۔ آپ فرماتے ہیں کہ: ''اگر اس قسم کے لوگ عملی طاقت بھی رکھتے اور اور کہنے سے پہلے خود کرتے تو قرآن شریف میں لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (الصّف:3)۔ کہنے کی کیا ضرورت پڑتی؟ یہ آیت ہی بتلاتی ہے کہ دنیا میں کہہ کر خود نہ کرنے والے بھی موجود تھے اور ہیں اور ہوں گے۔''

(ملفوظات، جلد 1 ،صفحہ 67، مطبوعہ انگلستان، ایڈیشن 1985ء)

پس اس پر اگر قرآن کریم کے حکموں پر عمل کرنا ہے تو اس طرف بھی غور کرنا ہوگا۔ پھر اس نصیحت کو خاص طور پر ہمیں چاہئے کہ ہم خود پہلے اپنا جائزہ لیں اور ہر ایک کو لینا چاہئے اور یہ بنیادی نصیحت خاص طور پر عہدیداروں کو بھی یاد رکھنی چاہئے جو دوسروں سے تو اپنے اندر تبدیلی کی توقع رکھتے ہیں، ان کو نصائح کرتے ہیں لیکن اگر اپنے معاملہ میں ایسی صورتحال پیدا ہوجائے تو بالکل اس کے الٹ کرتے ہیں یا اس میں حیل و حجّت کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے حکموں کو اور اس کے رسول کے حکموں کو پھر ثانوی حیثیت دے دیتے ہیں۔ کئی ایسے معاملے سامنے آجاتے ہیں۔

پھر مزید قول و فعل میں تطابق کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ ''تم میری بات سن رکھو اور خوب یاد کرلو کہ اگر انسان کی گفتگو سچے دل سے نہ ہو اور عملی طاقت اس میں نہ ہو تو وہ اثر انداز نہیں ہوتی۔ اسی سے تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی صداقت معلوم ہوتی ہے کیونکہ جو کامیابی اور تاثیر فی القلوب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حصے میں آئی اس کی کوئی نظیر بنی آدم کی تاریخ میں نہیں ملتی اور یہ سب اسلئے ہوا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قول اور فعل میں پوری مطابقت تھی۔''

(ملفوظات، جلد 1 ،صفحہ 67 تا 68، مطبوعہ انگلستان، ایڈیشن 1985ء)

اور یہی ہمیں حکم ہے کہ آپ کے اُسوہ پر چلنے کی کوشش کریں۔

پھر صرف ایک اور بات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے جو جماعت کے تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے اور ماں باپ کے لئے بھی ضروری ہے اور جو نوجوان اعلیٰ تعلیم حاصل کررہے ہیں ان کے لئے بھی ضروری ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

''آجکل کے تعلیم یافتہ لوگوں پر ایک اور بڑی آفت جو آکر پڑتی ہے وہ یہ ہے کہ ان کو دینی علوم سے مطلق مسّ نہیں ہوتا''۔ (کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس طرف صحیح طرح توجہ نہیں پھیرتے۔) ''پھر جب وہ کسی ہیئت دان یا فلسفہ دان کے اعتراض پڑھتے ہیں تو اسلام کی نسبت شکوک اور وساوس ان کو پیدا ہوجاتے ہیں''۔ (کسی فلاسفر کے یا کسی scientist کے خدا کے بارے میں یا دین کے بارے میں اعتراض جب پڑھتے ہیں تو شکوک اور وساوس شروع ہوجاتے ہیں۔) ''تب وہ عیسائی یا دہریہ بن جاتے ہیں''۔ فرمایا کہ ''ایسی حالت میں ان کے والدین بھی ان پر بڑا ظلم کرتے ہیں کہ دینی علوم کی تحصیل کے لئے ذرا سا وقت بھی ان کو نہیں دیتے اور ابتدا ہی سے ایسے دھندوں اور بکھیڑوں میں ڈال دیتے ہیں جو انہیں پاک دین سے محروم کردیتے ہیں''۔

(ملفوظات، جلد 1 ،صفحہ 70، مطبوعہ انگلستان، یڈیشن 1985ء)

پس والدین کو بچوں کی طرف توجہ دینی چاہئے اور نوجوانوں کو خود اپنا علم حاصل کرنے کے لئے دینی علم حاصل کرنے کی طرف توجہ دینی چاہئے اور جماعت احمدیہ میں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے قرآن شریف، اس کی تفاسیر، اس کثرت سے لٹریچر موجود ہے کہ اس کو اگر پڑھا جائے تو تمام اعتراضات اور وساوس بڑے آرام سے دور ہوجاتے ہیں۔

پھر باہمی اخوت اور اتفاق اور محبت کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ: ''جماعت کے باہم اتفاق و محبت پر مَیں پہلے بہت دفعہ کہہ چکا ہوں کہ تم باہمت اتفاق رکھو اور اجتماع کرو۔ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہی تعلیم دی تھی کہ تم وجود واحد رکھو ورنہ ہوا نکل جائے گی۔ نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر کھڑے ہونے کا حکم اسی لیے ہے کہ باہم اتحاد ہو۔ برقی طاقت کی طرح ایک کی خیر دوسرے میں سرایت کرے گی۔ اگر اختلاف ہو، اتحاد نہ ہو تو پھر بے نصیب رہوگے''۔ (پھر مقصد پورے نہیں ہوں گے اگر آپس میں اختلافات ہوئے۔ اس لئے اختلافات کو ختم کرو۔ اتحاد پیدا کرو۔) ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپس میں محبت کرو اور ایک دوسرے کے لیے غائبانہ دُعا کرو''۔ (محبت کا تقاضا کیا ہے کہ تم چاہے جانتے ہو یا نہیں جانتے ایک تو اس کے لئے دعا کرو اور دوسرے کسی کو بتائے بغیر اس کے لئے دعا کرو) اگر ایک شخص غائبانہ دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لیے بھی ایسا ہو''۔ (دوسرے کو نہیں پتا کہ کون کس کے لئے دعا کر رہا ہے لیکن جب اس طرح کوئی کرتا ہے تو فرشتہ اس کے لئے دعا کرتا ہے) فرمایا ''کیسی اعلیٰ درجہ کی بات ہے۔ اگر

انسان کی دعا منظور نہ ہو تو فرشتہ کی تو منظور ہوتی ہے۔ مَیں نصیحت کرتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپس میں اختلاف نہ ہو۔‘‘

فرمایا: ’’مَیں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں۔ اول خدا کی توحید اختیار کرو۔ دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔ وہ نمونہ دکھلاؤ کہ غیروں کے لئے کرامت ہو۔ یہی دلیل تھی جو صحابہ میں پیدا ہوئی تھی۔ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ (آل عمران:104) یاد رکھو تألیف ایک اعجاز ہے۔ یاد رکھو جبتک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے (بلکہ فرمایا کہ) وہ مصیبت اور بلا میں ہے۔‘‘

پھر آپ فرماتے ہیں کہ: ’’میرے وجود سے انشاء اللہ ایک صالح جماعت پیدا ہوگی۔ باہمی عداوت کا سبق کیا ہے۔ بخل ہے۔ رعونت ہے۔ خود پسندی ہے اور جذبات ہیں۔‘‘ (بڑی تکلیف سے آپ فرما رہے ہیں کہ جو بخل بھی رکھتے ہیں۔ رعونت ہے۔ خود پسندی ہے اور اپنے جذبات پر قابو نہیں پاتے۔ ان لوگوں کو فرمایا۔) ’’ایسے تمام لوگوں کو جماعت سے الگ کر دوں گا جو اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکتے اور باہم محبت اور اخوت سے نہیں رہ سکتے۔ جو ایسے ہیں وہ یاد رکھیں کہ وہ چند روز مہمان ہیں جب تک کہ عمدہ نمونہ نہ دکھائیں۔ میں کسی کے سبب سے اپنے اوپر اعتراض لینا نہیں چاہتا۔ ایسا شخص جو میری جماعت میں ہو کر میرے منشاء کے موافق نہ ہو وہ خشک ٹہنی ہے اس کو اگر باغبان کاٹے نہیں تو کیا کرے۔ خشک ٹہنی دوسری سبز شاخوں کے ساتھ رہ کر پانی تو چوستی ہے مگر اس کو سرسبز نہیں کر سکتا بلکہ وہ شاخ دوسری کو بھی لے بیٹھتی ہے۔ پس ڈرو۔ میرے ساتھ وہ نہ رہے گا جو اپنا علاج نہ کرے گا۔‘‘ (ملفوظات، جلد 2، صفحہ -48 تا 49، مطبوعہ انگلستان، ایڈیشن 1985ء)

چاہے اس کا ظاہر میں کسی کو پتا ہو یا نہ پتا ہو لیکن جو شخص بھی کمزور ہے وہ ان باتوں سے فیضیاب نہیں ہوگا یا پھر ان دعاؤں سے حصہ نہیں پا سکے گا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کے افراد کے لئے کی ہیں۔ پس اس بارے میں ہر ایک کو اپنے جائزے لیتے رہنا چاہئے۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ ’’اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (آل عمران:56)۔ یہ تسلی بخش وعدہ ناصرت میں پیدا ہونے والے ابن مریم سے ہوا تھا‘‘۔ (یعنی ان لوگوں کو جنہوں نے تیری پیروی کی ہے ان لوگوں پر جنہوں نے انکار کیا ہے قیامت کے دن تک میں بالا دست کرنے والا ہوں، فوقیت دوں گا۔)

فرمایا کہ یہ وعدہ تو بیشک ابن مریم سے ہوا تھا۔ ’’مگر مَیں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ یسوع مسیح کے نام سے آنے والے ابن مریم کو بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں الفاظ میں مخاطب کر کے بشارت دی ہے۔‘‘ (فرمایا کہ) ’’اب آپ سوچ لیں کہ جو میرے ساتھ تعلق رکھ کر اس وعدۂ عظیم اور بشارت عظیم میں شامل ہونا چاہتے ہیں کیا وہ وہ لوگ ہو سکتے ہیں جو اَمّارہ کے درجہ میں پڑے ہوئے فسق و فجور کی راہوں پر کاربند ہیں؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کی سچی قدر کرتے ہیں اور میری باتوں کو قصہ کہانی نہیں جانتے تو یاد رکھو اور دل سے سن لو۔ مَیں پھر ایک بار لوگوں کو مخاطب کر کے کہتا ہوں جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور وہ تعلق کوئی عام تعلق نہیں بلکہ بہت زبردست تعلق ہے اور ایسا تعلق ہے کہ جس کا اثر نہ صرف میری ذات تک بلکہ اس ہستی تک پہنچتا ہے جس نے مجھے بھی اس برگزیدہ انسان کامل کی ذات تک پہنچایا ہے جو دنیا میں صداقت اور راستی کی روح لے کر آیا۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر ان باتوں کا اثر میری ہی ذات تک پہنچتا تو مجھے کچھ بھی اندیشہ اور فکر نہ تھا اور نہ ان کی پرواہ تھی مگر اس پر بس نہیں ہوتی اس کا اثر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خود خدائے تعالیٰ کی برگزیدہ ذات تک پہنچ جاتا ہے۔ پس ایسی صورت اور حالت میں تم خوب دھیان دے کر سن رکھو کہ اگر اس بشارت سے حصہ لینا چاہتے ہو اور اس کے مصداق ہونے کی آرزو رکھتے ہو اور اتنی بڑی کامیابی (کہ قیامت تک مکفّرین پر غالب رہو گے) کی سچی پیاس تمہارے اندر ہے تو پھر اتنا ہی مَیں کہتا ہوں کہ یہ کامیابی اس وقت تک حاصل نہ ہوگی جب تک لوّامہ کے درجہ سے گزر کر مطمئنہ کے مینار تک نہ پہنچ جاؤ۔ اس سے زیادہ اور میں کچھ نہیں کہتا کہ تم لوگ ایک ایسے شخص کے ساتھ پیوند رکھتے ہو جو مامور من اللہ ہے۔ پس اس کی باتوں کو دل کے کانوں سے سنو اور اس پر عمل کرنے کے لئے ہمہ تن تیار ہو جاؤ تا کہ ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو اقرار کے بعد انکار کی نجاست میں گر کر ابدی عذاب خرید لیتے ہیں۔‘‘

(ملفوظات، جلد 1، صفحہ 103 تا 105، مطبوعہ انگلستان، ایڈیشن 1985ء)

پھر قبولیت دعا کی شرائط کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ ’’یہ بات بھی بحضور دل سن لینی چاہئے کہ قبول دعا کے لئے بھی چند شرائط ہوتی ہیں۔ ان میں سے بعض تو دعا کرنے والے کے متعلق ہوتی ہیں اور بعض دعا کرانے والے کے متعلق۔ دعا کرانے والے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیت کو مدّ نظر رکھے اور اس کے غناءِ ذاتی سے ہر وقت ڈرتا رہے اور صلح کاری اور خدا پرستی اپنا شعار بنا لے۔ تقویٰ اور راستبازی سے خدا تعالیٰ کو خوش کرے تو ایسی صورت میں دعا کے لئے باب استجابت کھولا جاتا ہے اور اگر وہ خدا تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے اور اس سے بگاڑ اور جنگ قائم کرتا ہے تو اس کی شرارتیں اور غلط کاریاں دعا کی راہ میں ایک سدّ اور چٹان بن جاتی ہیں۔ (ایک روک بن جاتی ہیں) اور استجابت کا دروازہ اس کے لئے بند ہو جاتا ہے۔ پس ہمارے دوستوں کے لئے لازم ہے کہ وہ ہماری دعاؤں کو ضائع ہونے سے بچاویں اور ان کی راہ میں کوئی روک نہ ڈال دیں جو ان کی ناشائستہ حرکات سے پیدا ہو سکتی ہیں‘‘۔

(ملفوظات، جلد 1، صفحہ 108، مطبوعہ انگلستان، ایڈیشن 1985ء)

فرمایا ’’چاہئے کہ وہ تقویٰ کی راہ اختیار کریں کیونکہ تقویٰ ہی ایک ایسی چیز ہے جس کو شریعت کا خلاصہ کہہ سکتے ہیں۔ اور اگر شریعت کو مختصر طور پر بیان کرنا چاہیں تو مغز شریعت تقویٰ ہی ہو سکتا ہے۔ تقویٰ کے مدارج اور مراتب بہت سے ہیں لیکن اگر طالب صادق ہو کر ابتدائی مراتب اور مراحل کو استقلال اور خلوص سے طے کرے تو وہ اس راستی اور طلب صدق کی وجہ سے اعلیٰ مدارج کو پا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ (المائدۃ:28) گویا اللہ تعالیٰ متقیوں کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔ یہ گویا اس کا وعدہ ہے اور اس کے وعدوں میں تخلف نہیں ہوتا۔ (وعدہ خلافی کوئی نہیں ہوتی۔) جیسا کہ فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ (آل عمران:10)

پس جس حال میں تقویٰ کی شرط قبولیت دعا کے لئے ایک غیر منفک شرط ہے تو ایک انسان غافل اور بے راہ ہو کر اگر قبولیت دعا چاہے تو کیا وہ احمق اور نادان نہیں ہے۔ لہٰذا ہماری جماعت کو لازم ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ہر ایک ان میں سے تقویٰ کی راہوں پر قدم مارے تا کہ قبولیت دعا کا سرور اور حظّ حاصل کرے اور زیادتی ایمانی کا حصہ لے۔‘‘

(ملفوظات، جلد 1، صفحہ 108 تا 109، مطبوعہ انگلستان، ایڈیشن 1985ء)

فرمایا: ’’یہ مت خیال کرو کہ صرف بیعت کر لینے سے ہی خدا راضی ہو جاتا ہے۔ یہ تو صرف پوست ہے۔ مغز تو اس کے اندر ہے۔ اکثر قانون قدرت یہی ہے کہ ایک چھلکا ہوتا ہے اور مغز اس کے اندر ہوتا ہے۔ چھلکا کوئی کام کی چیز نہیں ہے۔ مغز ہی لیا جاتا ہے۔ بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں مغز رہتا ہی نہیں اور مرغی کے ہوائی انڈوں کی طرح جن میں نہ زردی ہوتی ہے نہ سفیدی، جو کسی کام نہیں آ سکتے اور ردّی کی طرح پھینک دیئے جاتے ہیں۔ ہاں ایک دو منٹ تک کسی بچے کے کھیل کا ذریعہ ہو تو ہو۔ اسی طرح پر وہ انسان جو بیعت اور ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اگر وہ ان دونو باتوں کا مغز اپنے اندر نہیں رکھتا تو اسے ڈرنا چاہئے کہ ایک وقت آتا ہے کہ وہ اس ہوائی انڈے کی طرح ذرا سی چوٹ سے چکنا چور ہو کر پھینک دیا جائے گا۔‘‘

(ملفوظات، جلد 2، صفحہ 167، مطبوعہ انگلستان، ایڈیشن 1985ء)

فرمایا ’’اسی طرح جو بیعت اور ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اس کو ٹٹولنا چاہئے کہ کیا مَیں چھلکا ہی ہوں یا مغز؟ جب تک مغز پیدا نہ ہوا ایمان، محبت، اطاعت، بیعت، اعتقاد، مریدی، اسلام کا مدعی سچا مدعی نہیں ہے۔ یاد رکھو کہ یہ سچی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور مغز کے سوا چھلکے کی کچھ بھی قیمت نہیں۔ خوب یاد رکھو کہ معلوم نہیں موت کس وقت آ جاوے لیکن یہ یقینی امر ہے کہ موت ضرور ہے۔ پس نرے دعویٰ پر ہرگز کفایت نہ کرو اور خوش نہ ہو جاؤ۔ وہ ہرگز ہرگز فائدہ رساں چیز نہیں۔ جب تک انسان اپنے آپ پر بہت موتیں وارد نہ کرے اور بہت سی تبدیلیوں اور انقلابات میں سے ہو کر نہ نکلے وہ انسانیت کے اصل مقصد کو نہیں پا سکتا۔‘‘

(ملفوظات، جلد 2، صفحہ 167، مطبوعہ انگلستان، ایڈیشن 1985ء)

اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم اپنی زندگیوں کو آپ علیہ السلام کی خواہش کے مطابق ڈھالنے والے ہوں اور ہمارے قدم ہر آن نیکیوں کی طرف بڑھنے والے قدم ہوں۔ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کو ضائع کرنے والے نہ ہوں بلکہ ہمیشہ ان دعاؤں کا وارث بنیں جو آپ علیہ السلام نے اپنی جماعت کے لئے کی ہیں۔ اس دعا کے ساتھ میں آپ سب کو نئے سال کی مبارکباد دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس سال کو ہمارے لئے ذاتی طور پر بھی اور جماعتی طور پر بھی بیشمار برکات کا باعث بنائے۔

......☆......☆......☆......

تقریر جلسہ سالانہ قادیان 2016

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جذبہ فدائیت

سلطان احمد ظفر (ناظم ارشاد وقف جدید قادیان)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَیَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (آل عمران: 32)

ترجمہ: تو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخشے گا اور اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت طیبہ کا سب سے روشن اور نمایاں پہلو آنحضرت ﷺ کی ذات والا صفات سے آپؑ کا انتہائی عشق و محبت تھا یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کے بعد آپؑ کے وجود باجود میں اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت کا جذبہ اسقدر اپنی انتہا کو پہنچا ہوا تھا کہ تاریخ اسلام میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ بلکہ آپؑ کو اپنے آقا و مطاع خاتم الانبیاء، محبوب خدا حضرت اقدس محمد مصطفےٰ ﷺ سے ایسا عشق تھا جو فدائیت کے مقام تک پہنچا ہوا تھا اور رسول مقبول ﷺ پر اپنا سب کچھ نثار کرنا آپؑ کی زندگی کا مقصد تھا۔ عشق حقیقی کے جو بھی تقاضے ہیں وہ سب آپؑ میں موجود تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت سے آپ کا بال بال بندھا ہوا تھا یا یوں کہنا چاہئے کہ عشق و فدائیت رسولؐ کا انتہائی کمال آپ کو عطا ہوا تھا۔ ایسا کمال جو نہ آج تک کسی کو حاصل ہوا اور نہ آئندہ ہوگا اور یہ عشق و محبت کا جذبہ آپ کی پیدائش سے آپ کی سرشت میں موجود تھا آپؑ فرماتے ہیں:

یارسول اللہ برؤیت عہد دارم استوار
عشق تو دارم ازاں روز یکہ بودم شیر خوار

(آئینہ کمالات اسلام، صفحہ 27)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت شیر خوارگی کے زمانے سے ہی میرے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی ہے۔ چنانچہ آغاز جوانی میں ہی رؤیاء صادقہ کے ذریعہ آپ کو اپنے محبوبِ کبریا سرور کائنات حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی زیارت کا شرف نصیب ہوا۔ اس زیارت کے بعد آپ جب تک زندہ رہے عشق رسول میں فنا رہے۔

(سیرت المہدی، جلد اول، حصہ سوم، روایت نمبر 572)

دربار رسالت کی اس ابتدائی حاضری کا دلکش اور وجد آفریں نقشہ کھینچتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''اوائل ایام جوانی میں ایک رات میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں ایک عالی شان مکان میں ہوں جو نہایت پاک اور صاف ہے اور اس میں آنحضرت ﷺ کا ذکر اور چرچا ہو رہا ہے میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ حضورؐ کہاں تشریف فرما ہیں۔ انہوں نے ایک کمرے کی طرف اشارہ کیا۔ چنانچہ میں دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر اس کے اندر چلا گیا۔ اور جب میں حضور کی خدمت میں پہنچا تو حضور بہت خوش ہوئے اور آپ نے بہتر طور پر میرے سلام کا جواب دیا۔ آپ کا حسن و جمال اور ملاحت اور آپ کی پُرشفقت و پُرمحبت نگاہ مجھے اب تک یاد ہے اور وہ مجھے کبھی بھول نہیں سکتی۔ آپ کی محبت نے مجھے فریفتہ کر لیا اور آپ کے حسین و جمیل چہرہ نے مجھے اپنا گرویدہ بنا لیا۔'' (تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 57)

اس زیارت میں رسول خدا محمد عربیؐ کے نورانی چہرے نے آپ کو کچھ ایسا مستانہ بنا دیا کہ آپ ہمیشہ کے لئے حضورؐ کے ہی ہو کر رہ گئے۔ آپ نے اپنی پوری دُنیا بھلا دی مگر یہ عظیم الشان محمدی جلوہ فراموش نہ کر سکے۔ اپنے جملہ احساسات حتیٰ کہ دل و دماغ کو بھی اپنے محبوب کے تابع کر دیا اور آپ ﷺ کی ایسی کامل پیروی کی کہ اپنے وجود کو گویا بالکل محو کر دیا۔ چنانچہ اپنے آقا و مطاع صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکات کا ذکر کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں:

''مَیں اُسی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جیسا کہ اُس نے ابراہیمؑ سے مکالمہ مخاطبہ کیا اور پھر اسحاقؑ سے اور اسماعیلؑ سے اور یعقوبؑ سے اور یوسفؑ سے اور موسیٰؑ سے اور مسیحؑ ابن مریم سے اور سب کے بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہمکلام ہوا کہ آپ پر سب سے زیادہ روشن اور پاک وحی نازل کی، ایسا ہی اُس نے مجھے بھی اپنے مکالمہ مخاطبہ کا شرف بخشا۔ مگر یہ شرف مجھے محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل ہوا۔ اگر مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی مَیں کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا۔''

(تجلیات الٰہیہ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 411)

سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

فرماتے ہیں:

دگر اُستاد را نامے نہ دانم ★ کہ خواندم در دبستان محمد

کہ میں کسی اور اُستاد کا نام نہیں جانتا کیونکہ میں تو صرف محمد مصطفیٰؐ کے مدرسہ کا پڑھا ہوا ہوں۔

اسی طرح اپنے محبوب آقا کی مدح سرائی کرتے ہوئے آپ کیا خوب فرماتے ہیں:

سر دارم فدائے خاک احمد
دلم ہر وقت قربان محمد
بگیسوئے رسول اللہ کہ ہستم
نثارِ روئے تابان محمد
دریں رہ گر کشندم ور بسوزند
نتابم رو ز ایوان محمد

میرا سر محمد کی خاکِ پا پر نثار ہے اور میرا دل ہر وقت محمدؐ پر قربان رہتا ہے۔ رسول اللہ کی زلفوں کی قسم کہ میں محمد کے نورانی چہرے پر فدا ہوں۔ اس راہ میں اگر مجھے قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے تو پھر بھی میں محمد کی بارگاہ سے منہ نہیں پھیروں گا۔

الغرض آنحضرت ﷺ کے عشق میں آپ کلیۃً سرشار ہو چکے تھے۔ آپ کو دنیا کی پرواہ نہیں تھی کہ دنیا مجھے کیا سمجھتی ہے اور کیا کہتی ہے آپ کو تو بس اپنے پیارے آقا سے سچا عشق تھا فرماتے ہیں:

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

خدا کی محبت کے بعد میں عشقِ محمدؐ میں کلیۃً مخمور ہو چکا ہوں۔ اگر کسی کم نظر کے نزدیک یہ بات کفر ہے تو خدا کی قسم! میں سب سے بڑا کافر ہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ عشق و محبت کی دنیا میں یہ بے نظیر شعر ہے!

عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتے اور ہر جگہ اس کا چرچا ہو ہی جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد عربی ﷺ پر مر مٹنے کا جو والہانہ جذبہ تھا ایک دنیا اس کی گواہ ہے۔ فرشتوں نے بھی اس کی گواہی دی اور اپنوں اور غیروں نے بھی اس کا اعتراف کیا اور یہی وہ عشق و فدائیت کا لازوال جذبہ تھا جس کے باعث آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کی ہدایت کا کام سپرد کیا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

''ایک مرتبہ الہام ہوا جس کے معنے یہ تھے کہ ملاء اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں یعنی ارادۂ الٰہی احیاء دین کے لئے جوش میں ہے لیکن ہنوز ملاء اعلیٰ پر شخص مُحی کے تعیّن ظاہر نہیں ہوئی اِس لئے وہ اختلاف میں ہے۔ اِسی اثناء میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک مُحی کو تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ اور ایک شخص اِس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اُس نے کہا ھٰذَا رَجُلٌ یُّحِبُّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ یعنی یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبّت رکھتا ہے۔ اور اِس قول سے یہ مطلب تھا کہ شرطِ اعظم اِس عہدہ کی محبّتِ رسول ہے۔ سو وہ اِس شخص میں متحقّق ہے۔''

(براہین احمدیہ حصہ 4 روحانی خزائن، جلد 1 صفحہ 598)

غیروں کی گواہی کے سلسلہ میں بابو محمد عثمان صاحب لکھنوی کا بیان پیش کیا جاتا ہے وہ 1918 میں قادیان آئے اور ایک ہندو لالہ بڈھا مل یا غالباً لالہ ملاوا مل سے جن کا ذکر آپ کی کتب میں کثرت سے آتا ہے سے ملاقات کی اور ان سے دریافت کیا کہ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اوائل عمر میں دیکھا۔ آپ نے انہیں کیسا پایا؟ ان کا جواب تھا۔

''میں نے آج تک مسلمانوں میں اپنے نبی سے ایسی محبت رکھنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا''

(سیرت المہدی، حصہ سوم، صفحہ 521)

اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کے سب سے بڑے بیٹے خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم جو ڈپٹی کمشنر کے عہدے سے ریٹائر ہوئے اور دنیا کا بڑا وسیع تجربہ رکھتے تھے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں آپ پر ایمان نہیں لائے بلکہ حضور سے علیحدہ رہے اور خلافت ثانیہ کے دور میں بیعت کر کے احمدیت میں داخل ہوئے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اےؓ بیان کرتے ہیں کہ ان کے غیر احمدی ہونے کے زمانے میں مجھے خیال آیا کہ ان سے حضرت مسیح موعودؑ کے ابتدائی زمانہ کے اخلاق و عادات کے متعلق کچھ دریافت کروں۔ چنانچہ میرے پوچھنے پر انہوں نے فرمایا:

''ایک بات میں نے والد صاحب (یعنی حضرت مسیح موعود) میں خاص طور پر دیکھی ہے وہ یہ کہ آنحضرت ﷺ کے خلاف والد صاحب ذرا سی بات بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اگر کوئی شخص آنحضرت ﷺ کی شان کے خلاف ذرا سی بات بھی کہتا تھا تو والد صاحب کا چہرہ سرخ ہو جاتا تھا اور غصے سے آنکھیں متغیر ہونے لگتی تھیں اور فوراً ایسی مجلس سے اٹھ کر چلے جاتے تھے۔ آنحضرتؐ سے تو والد صاحب کو عشق تھا۔ ایسا عشق میں نے کسی شخص میں نہیں دیکھا۔ اور مرزا سلطان احمد صاحب نے اس بات کو بار بار دہرایا۔''

(سیرت طیبہ صفحہ 28، حضرت مرزا بشیر احمد ایم اےؓ)

اسی طرح خود حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں:

''میں نے ایک دن مرکر خدا کو جان دینی ہے میں آسمانی آقا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میرے دیکھنے میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے ذکر پر بلکہ محض نام لینے پر ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آنکھوں میں آنسوؤں کی جھلی نہ آگئی ہو۔ آپ کے دل و دماغ بلکہ سارے جسم کا رُواں رُواں اپنے آقا حضرت سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کے عشق سے معمور تھا۔''

(سیرت طیبہ صفحہ 21، حضرت مرزا بشیر احمد ایم اےؓ)

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ آپ کے عشق رسول سے متاثر ہو کر ہی احمدی ہوئے۔ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف آئینہ کمالات اسلام اور اس کی چند نظموں کے اوراق حضرت مولوی امام الدین صاحب رضی اللہ عنہ کی بیٹھک میں ملے آپ فرماتے ہیں: جب میں

نے نظموں کے اوراق پڑھنے شروع کئے تو ایک نظم اس مطلع سے شروع پائی ؎

عجب نُوریست در جانِ محمدؐ
عجب لعلیست در کانِ محمدؐ

میں اس نظم نعتیہ کو اوّل سے آخر تک پڑھتا گیا سوز و گداز کا یہ عالم تھا کہ میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو رہے تھے جب میں آخری شعر پر پہنچا کہ ؎

کرامت گرچہ بے نام و نشاں است
بیا بنگر ز غلمانِ محمدؐ

تو میرے دل میں تڑپ پیدا ہوئی کہ کاش ہمیں بھی ایسے صاحبِ کرامات بزرگوں کی صحبت سے مستفیض ہونے کا موقع مِل جاتا (وہ کہتے ہیں) اسکے بعد جب میں نے ورق اُلٹا تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ منظومۂ گرامی تحریر پایا ؎

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

چنانچہ اسے پڑھتے ہوئے جب میں اس شعر پر پہنچا کہ ؎

کافر و ملحد و دجّال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غمِ ملّت میں رکھایا ہم نے

تو اس وقت میرے دل میں ان لوگوں کے متعلق جو حضور اقدس علیہ السلام کا نام ملحد و دجّال وغیرہ رکھتے تھے بے حد تاسف پیدا ہوا۔ اب مجھے انتظار تھا کہ مولوی امام الدین صاحبؓ اندرون خانہ سے بیٹھک میں آئیں تو مَیں آپؓ سے اس پاکیزہ سرشت بزرگ کا حال دریافت کروں۔ چنانچہ جب مولوی صاحبؓ بیٹھک میں آئے تو میں نے آتے ہی دریافت کیا کہ یہ منظومات عالیہ کس بزرگ کے ہیں اور آپ کس زمانہ میں ہوئے ہیں۔ مولوی صاحبؓ نے مجھے بتایا کہ یہ شخص مولوی غلام احمدؑ ہے جو مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور قادیان ضلع گورداسپور میں اب بھی موجود ہے۔ اس پر سب سے پہلا فقرہ جو میری زبان سے حضور اقدس علیہ السلام کے متعلق نکلا وہ یہ تھا کہ:

''دنیا بھر میں اس شخص کے برابر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق نہیں ہوا ہوگا۔''

(حیات قدسی، صفحہ 16 تا 18)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اصحاب میں سے ایک صاحب محمد عبداللہ صاحب تھے گو وہ پڑھے لکھے کم تھے لیکن حاضر جوابی کی وجہ سے لوگ انہیں پروفیسر کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ بہت مخلص تھے لیکن جوش اور غصہ میں بعض اوقات اپنا توازن کھو بیٹھتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں کسی نے ذکر کیا کہ فلاں مخالف نے فلاں جگہ حضور علیہ السلام کے بارہ میں بڑی سخت زبانی سے کام لیا ہے۔ اور حضور کو گالیاں دی ہیں۔ اس پر پروفیسر صاحب طیش میں آکر بولے اگر میں ہوتا تو اس کا سر پھوڑ دیتا۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بے ساختہ فرمایا نہیں نہیں ایسا نہیں چاہئے۔ ہماری تعلیم صبر اور نرمی کی ہے۔

پروفیسر صاحب اس وقت چونکہ غصہ میں آپے سے باہر ہو رہے تھے جوش کے ساتھ بولے واہ صاحب واہ! یہ کیا بات ہے۔ آپ کے پیر (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو کوئی برا بھلا کہے تو آپ فوراً مباہلہ کے ذریعہ اسے جہنم تک پہنچانے کو تیار ہو جاتے ہیں مگر ہمیں یہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص آپ کو ہمارے سامنے گالی دے تو ہم صبر کریں۔

حضرات: پروفیسر صاحب کی یہ غلطی تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ سے بڑھ کر صبر کس نے کیا اور کس نے کرنا ہے مگر اس چھوٹے سے واقعہ میں عشق رسول اور غیرت ناموس رسول کی وہ جھلک نظر آتی ہے جس کی مثال کم ملے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سخت غیرت مند تھے گویا ایک برہنہ تلوار تھے۔ چنانچہ ایک غیر مسلم مذہبی لیڈر کا مشہور واقعہ ہے جو آنحضرت ﷺ کے خلاف اپنی بدزبانی اور دیدہ دلیری میں مشہورِ زمانہ تھا جس کی زبان آپؐ کے خلاف تیز قینچی کی طرح چلتی تھی۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ٹرین کے انتظار میں ایک اسٹیشن پر تھے کہ اس شخص نے آکر آپ کو سلام کیا تو حضور نے کوئی جواب نہ دیا اور رُخ دوسری طرف کر لیا۔ اس نے دوسری بار دوسری طرف سے ہو کر سلام کیا لیکن حضور پھر بھی خاموش رہے۔ وہ غیر مسلم لیڈر جب مایوس ہو کر چلا گیا تو کسی نے یہ خیال کر کے کہ شاید حضور نے اس مخالف کا سلام سنا نہیں عرض کیا کہ حضور فلاں شخص آئے تھے اور آپ کو سلام کرتے تھے۔ حضور نے یہ سن کر بڑی غیرت سے فرمایا:

''ہمارے آقا کو تو گالیاں دیتا ہے اور ہمیں سلام کرتا ہے''

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ آپ کی غیرت رسول کا ایک اور واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حضرت خلیفہ ثانی بیان کرتے تھے کہ جب دسمبر ۱۹۰۷ء میں آریوں نے وچھووالی لاہور میں جلسہ کیا اور دوسروں کو بھی دعوت دی تو حضرت صاحب نے بھی ان کی درخواست پر ایک مضمون لکھ کر حضرت مولوی صاحب خلیفہ اوّل کی امارت میں اپنی جماعت کے چند آدمیوں کو لاہور شرکت کے لئے بھیجا۔ مگر آریوں نے خلاف وعدہ اپنے مضمون میں آنحضرت ﷺ کے متعلق سخت بدزبانی سے کام لیا۔ اس کی رپورٹ جب حضرت صاحب کو پہنچی تو حضرت صاحب اپنی جماعت پر سخت ناراض ہوئے کہ ہماری جماعت کے لوگ اس مجلس سے کیوں نہ اُٹھ آئے اور فرمایا کہ یہ پرلے درجہ کی بے غیرتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کو ایک مجلس میں برا کہا جاوے اور ایک مسلمان وہاں بیٹھا رہے اور غصہ سے آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور آپ سخت ناراض ہوئے کہ کیوں ہمارے آدمیوں نے غیرت دینی سے کام نہ لیا۔ جب انہوں نے بدزبانی شروع کی تھی تو فوراً اس مجلس سے اُٹھ آنا چاہئے تھا۔''

(سیرت المہدی، جلد اول، روایت نمبر 196)

اس جلسہ میں جو اعتراضات اسلام اور بانی اسلام کی مقدس ذات پر کئے گئے ان کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کتاب چشمۂ معرفت تحریر فرمائی۔ یہ کتاب آپ کی غیرت رسول کا منہ بولتا شاہکار ہے۔ اس کتاب میں آپ نے اسلام کی برتری اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان اور اسلام کی زندگی کے ثبوت میں علاوہ عقلی و نقلی دلائل کے اپنے وجود کو پیش فرمایا۔ اسلام کے زندہ مذہب ہونے کے متعلق تمام مذاہب کو چیلنج دیتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں:

''میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اسلام ایسے بدیہی طور پر سچا ہے کہ اگر تمام کفار روئے زمین دعا کرنے کے لئے ایک طرف کھڑے ہوں اور ایک طرف صرف میں اکیلا اپنے خدا کی جناب میں کسی امر کے لئے رجوع کروں تو خدا میری ہی تائید کرے گا۔ مگر نہ اس لئے کہ سب سے میں ہی بہتر ہوں بلکہ اس لئے کہ میں اس کے رسول پر دلی صدق سے ایمان لایا ہوں۔''

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 339)

اسی طرح سال ۱۸۹۳ء میں امرتسر کے مقام پر عیسائیوں سے مباحثہ ہوا جس کا نام جنگ مقدس رکھا گیا۔ ڈاکٹر پادری مارٹن کلارک نے چائے کی دعوت پر آپ کو اور آپ کے خدام کو بلانا چاہا۔ آپ نے محض اِس بناء پر صاف انکار کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تو بے ادبی کرتے ہیں اور نعوذ باللہ آپ کو جھوٹا کہتے ہیں اور مجھے چائے کی دعوت دیتے ہیں۔ مَیں نہیں پسند کرتا۔ ہماری غیرت تقاضا ہی نہیں کرتی کہ اُن کے ساتھ مل کر بیٹھیں سوائے اِس کے کہ ہم اُن کے غلط عقائد کی تردید کریں۔ (سیرت مسیح موعودؑ جلد دوم، از یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 272)

آپ کے ایک چچا مرزا غلام حیدر صاحب کی بیوی کے منہ سے ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ کی شان میں کوئی بے ادبی کا کلمہ نکل گیا۔ اس پر باوجود ادب و احترام کے اور صلہ رحمی کے جذبات کے، آپ کو اتنا شدید صدمہ ہوا کہ آپ جو کھانا کھا رہے تھے اسے چھوڑ کر اسی حالت میں اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کے بعد آپ نے ان کے گھر سے کھانا پینا ہی ترک کر دیا۔

(سیرت مسیح موعودؑ، جلد دوم، صفحہ 270)

اللہ اللہ! اپنے محبوب کے لئے کیسی غیرت ہے اور یہ کیسی اعلیٰ درجہ کی مومنانہ شان اور اخلاقی جرأت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے وقت اسلام دیگر مذاہب کی طرف سے نہایت دلآزار طعن و تشنیع سے گھرا ہوا تھا۔ خصوصاً عیسائی پادری آنحضور ﷺ کی ذات اقدس پر نہایت دلخراش اور دلدوز حملے کر رہے تھے۔ ان کی اس طعن و تشنیع اور بدزبانی سے دل برداشتہ ہو کر آپؑ فرماتے ہیں:

''ان مخالفین کے دل آزار طعن و تشنیع نے جو وہ حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والا صفات کے خلاف کرتے ہیں میرے دل کو سخت زخمی کر رکھا ہے۔ خُدا کی قسم اگر میری ساری اولاد اور اولاد کی اولاد اور میرے سارے دوست اور میرے سارے معاون و مددگار میری آنکھوں کے سامنے قتل کر دیئے جائیں اور خود میرے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور میری آنکھ کی پُتلی نکال پھینکی جائے اور میں اپنی تمام مرادوں سے محروم کر دیا جاؤں اور اپنی تمام خوشیوں اور تمام آسائشوں کو کھو بیٹھوں تو ان ساری باتوں کے مقابل پر بھی میرے لیے یہ صدمہ زیادہ بھاری ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے ناپاک حملے کئے جائیں۔''

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، جلد 5، صفحہ 15)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنے آقا و مطاع سے فدائیت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ آپ کی زندگی کی ہر حرکت و سکون میں اپنے محبوب کی اطاعت کا بے پایاں اور بے ساختہ جذبہ کارفرما نظر آتا ہے۔ اس ضمن میں سب سے پہلے خاکسار حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمعیل صاحبؓ کی ایک حلفیہ شہادت پیش کرتا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں:

''میں خدا کی قسم کھا کر بیان کرتا ہوں کہ......
اگر حضرت عائشہؓ نے آنحضرت ﷺ کی نسبت یہ بات سچی کہی تھی کہ ''کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰن'' تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت اسی طرح یہ کہہ سکتے ہیں کہ ''کَانَ خُلُقُهُ حُبَّ مُحَمَّدٍ وَاِتِّبَاعِهٖ علیه الصلوٰة والسلام''

(سیرۃ المہدی، روایت نمبر 975)

یعنی جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ قرآن مجید کے عین مطابق تھے اسی طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاق فاضلہ عشق محمدی میں عین آنحضرت ﷺ کی سچی اور کامل متابعت اور پیروی کا اعلیٰ نمونہ تھے۔

ایک مقدمہ کی پیروی کے سلسلہ میں آپ کا قیام گورداسپور میں تھا۔ سخت گرمی کا موسم تھا۔ آپ کے آرام کے خیال سے خدام نے ایک مکان کی کھلی چھت پر آپ کی چارپائی بچھائی۔ آپ تشریف لائے تو دیکھا کہ چھت پر کوئی منڈیر یا پردہ کی دیوار نہیں۔ آپ نے اس بات کو ناپسند فرمایا اور خدام سے فرمایا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہمارے محبوب آقا ﷺ نے ایسی چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے۔ آپ نے وہاں سونے سے انکار فرما دیا اور سخت گرمی کے باوجود ساری رات ایک بند کمرے میں گزار دی۔

(سیرت طیبہ، صفحہ 109)

ایک موقع پر جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے کمرہ میں تشریف فرما تھے۔ باہر سے تشریف لائے ہوئے کچھ مہمان بھی آپ کی

خدمت میں حاضر تھے۔ اتنے میں کسی شخص نے باہر دروازہ پر دستک دی۔ مہمانوں میں سے ایک شخص نے اٹھ کر دروازہ کھولنا چاہا۔ یہ دیکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام بڑی جلدی سے خود اٹھے اور اس دوست سے فرمایا:

''ٹھہریں ٹھہریں۔ میں خود دروازہ کھولوں گا۔ آپ ہمارے مہمان ہیں اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ مہمان کا اکرام کرنا چاہئے''

(سیرت طیبہ صفحہ 110)

حضرت مسیح موعودؑ نے ساری زندگی خود بھی اسوۂ رسول ﷺ کی پیروی کی اور اپنے اصحاب کو بھی اس کی نصیحت فرمائی۔ ایک روایت میں ذکر آتا ہے کہ آپ علیہ السلام مردوں کو نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ :

''مرد اپنی بیویوں کا گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹایا کریں۔ یہ ثواب کا کام ہے۔ رسول کریم ﷺ بھی گھر کے کام میں اپنی بیویوں کا ہاتھ بٹاتے تھے۔'' (سیرت المہدی، حصہ پنجم، صفحہ 318)

آپ کے ایک صحابی مرزا دین محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا یہ دستور تھا کہ فجر کے وقت جگانے کے لئے اپنی انگلیاں پانی میں ڈبو کر ایک ہلکا سا چھینٹا میرے چہرے پر ڈالا کرتے تھے۔ ایک روز میں نے عرض کیا کہ حضور آپ مجھے آواز دے کر کیوں نہیں جگاتے؟ عاشقِ صادق نے جواب میں فرمایا:

میرے آقا رسولِ اکرم ﷺ کا بھی یہی طریق تھا! (سیرت المہدی، حصہ سوم، صفحہ 20)

ایک انسان خیال کر سکتا ہے کہ یہ تمام واقعات تو ایسے ہیں جو تمام لوگوں کی موجودگی میں رونما ہوئے ہیں انسان کی اصلیت تو اس کی خلوت کے حالات سے عیاں ہوتی ہے۔ خلوت میں کسی ریا کاری کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ صاحب فرماتے ہیں:

آنحضرت ﷺ کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کی یہ والہانہ محبت محض کاغذی یا نمائشی محبت نہیں تھی بلکہ آپ کے ہر قول و فعل اور ہر حرکت و سکون میں اس کی ایک زندہ اور زبردست جھلک نظر آتی تھی۔ ایک دفعہ آپ علیحدگی میں ٹہلتے ہوئے آنحضرت ﷺ کے درباری شاعر حسان بن ثابت کا یہ شعر پڑھ رہے تھے اور ساتھ ساتھ آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکتے جا رہے تھے۔

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِيْ فَعَمِيَ عَلَيْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَآءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

(تاریخ احمدیت، جلد دوم، صفحہ 577)

یہاں ایک لمحہ رک کر ذرا غور فرمائیے کہ جب کسی کو کسی بزرگ یا عزیز کی وفات کا غم پہنچتا ہے تو وقت کا مرہم اس کی دوا بن جاتا ہے لیکن اس عاشقِ زار کو دیکھئے کہ اس کے محبوب کے وصال پر تیرہ سو سال گزر چکے ہیں۔ لیکن جب تنہائی میں اس کے وصال کی یاد آتی ہے تو جذبات کا سمند رطغیانی لہروں کی طرح اُبل پڑتا ہے اور ایک صحابی رسول کے 14 سو سال قبل لکھے ہوئے ایک شعر کو پڑھ کر زار و قطار روتا ہے اور یہ حسرت رکھتا ہے کہ:

''کاش یہ شعر میں نے کہا ہوتا''

سچ تو یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ سے عشق و فدائیت کی اِن حسین اداؤں پر مر مٹنے کو جی چاہتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ:

محبت معنی و الفاظ میں لائی نہیں جاتی
یہ وہ نازک حقیقت ہے جو سمجھائی نہیں جاتی

عاشقِ رسول حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

اس تپش کو میری وہ جانے جو رکھتا ہے تپش
اس الم کو میرے وہ جانے کہ ہے جو دلفگار

سچی بات تو یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے عشق و فدائیت کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا جو آپ کو آنحضرت ﷺ سے تھا۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی کی چشم دید روایت ہے کہ ایک دفعہ دردسر کا دورہ حضور کو اس قدر ہوا کہ ہاتھ پیر برف کی مانند سرد ہو گئے۔ میں نے ہاتھ لگا کر دیکھا تو نبض بہت کمزور ہو گئی۔ آپ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ اسلام پر کوئی اعتراض یاد ہو تو اس کا جواب دینے سے میرے بدن میں گرمی آجائے گی اور دورہ موقوف ہو جائے گا (وہ کہتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا حضور اس وقت تو مجھے کوئی اعتراض یاد نہیں آتا فرمایا آنحضرت ﷺ کی نعت میں سے کچھ اشعار آپ کو یاد ہوں تو پڑھیں۔ میں نے براہین احمدیہ کی نظم ''اے خدا اے چارۂ آزار ما'' خوش الحانی سے پڑھنی شروع کی اور آپ کے بدن میں گرمی آنی شروع ہو گئی۔ پھر آپ لیٹے رہے اور سنتے رہے۔ پھر مجھے ایک اعتراض یاد آ گیا۔ جب میں نے اعتراضات سنائے تو حضور کو جوش آ گیا اور فوراً بیٹھ گئے اور بڑے زور کی تقریر جواباً کی اور بہت سے لوگ بھی آ گئے اور دورہ ہٹ گیا۔

(اصحاب احمد، جلد 4، صفحہ 95 تا 96)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ جب محرم کا مہینہ تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے باغ میں ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے آپ نے ہماری ہمشیرہ مبارکہ بیگم صاحبہ اور ہمارے بھائی مبارک احمد مرحوم کو جو سب بہن بھائیوں میں چھوٹے تھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا آؤ میں تمہیں محرم کی کہانی سناؤں۔ پھر آپؑ نے بڑے دردناک انداز میں حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے واقعات سنائے آپ یہ واقعات سناتے جاتے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اس دردناک کہانی کو ختم کرنے کے بعد آپ نے بڑے کرب کے ساتھ فرمایا:

''یزید پلید نے یہ ظلم ہمارے نبی کریمؐ کے نواسے پر کروایا مگر خدا نے بھی ان ظالموں کو بہت جلد اپنے عذاب میں پکڑ لیا۔''

اس وقت آپ پر عجیب کیفیت طاری تھی اور اپنے آقا ﷺ کے جگر گوشہ کی المناک شہادت کے تصور سے آپ کا دل بہت بے چین ہو رہا تھا اور یہ سب کچھ رسول پاک ﷺ کے عشق کی وجہ سے تھا۔'' (سیرت طیبہ صفحہ 22، از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ایک منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

جان و دلم فدائے جمال محمدؐ است
خاکم نثار کوچہ آل محمدؐ است

میرے دل و جان آنحضرت ﷺ کے حسن و جمال پر قربان ہیں اور میں آپ کے آل و عیال کے کوچہ کی خاک پر بھی نثار ہوں۔

یوں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ساری کتب نظم و نثر عربی اردو اور فارسی آنحضور ﷺ کے بے پایاں عشق و محبت اور آپ کے لئے جوش وغیرت اور جذبہ فدائیت سے بھری پڑی ہیں، نمونتہً صرف دو اقتباس پیش کرتا ہوں۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسان کامل کو وہ ملائک میں نہیں تھا نجوم میں نہیں تھا قمر میں نہیں تھا آفتاب میں بھی نہیں تھا وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا وہ لعل اور یاقوت اور زمرّد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا صرف انسان میں تھا یعنی انسان کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سید و مولیٰ سید الانبیا سید الاحیاء محمد مصطفےٰ ﷺ ہیں۔

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 160)

''یقیناً یاد رکھو کہ کوئی شخص سچا مسلمان نہیں ہو سکتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع نہیں بن سکتا جب تک آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین یقین نہ کرلے۔ جبتک ان محدثات سے الگ نہیں ہوتا اور اپنے قول اور فعل سے آپؐ کو خاتم النبیین نہیں مانتا، کچھ نہیں...... ہمارا مدّعا جس کے لئے خدا تعالیٰ نے ہمارے دل میں جوش ڈالا ہے یہی ہے کہ صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قائم کی جائے جو ابد الآباد کیلئے خدا تعالیٰ نے قائم کی ہے اور تمام جھوٹی نبوتوں کو پاش پاش کر دیا جائے...... غرض اللہ تعالیٰ نے اِس جماعت کو اسی لئے قائم کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور عزّت کو دوبارہ قائم کریں۔''

(ملفوظات، جلد 2، صفحہ 64)

نیز اپنے آقا کی مدح سرائی کرتے ہوئے اپنے عربی قصیدہ میں فرماتے ہیں:

يَاحِبِّ اِنَّكَ قَدْ دَخَلْتَ مَحَبَّةً
فِيْ مُهْجَتِيْ وَ مَدَارِكِيْ وَ جَنَانِ
جِسْمِيْ يَطِيْرُ اِلَيْكَ مِنْ شَوْقٍ عَلَا
يَالَيْتَ كَانَتْ قُوَّةُ الطَّيَرَانِ

اے میرے آقا تُو ازراہ محبت میری جان میرے حواس اور میرے دل میں داخل ہو چکا ہے۔ اے میرے محبوب میری روح تو کب کی تیری ہو چکی ہے اب تو میرا جسم بھی تیری طرف پرواز کرنے کو بیتاب ہے۔ اے کاش مجھے اُڑنے کی طاقت ہوتی۔ پھر فرماتے ہیں:

اِنِّیْ اَمُوْتُ وَلَا تَمُوْتُ مَحَبَّتِیْ
يُدْرٰی بِذِكْرِكَ فِی التُّرَابِ نِدَائِیْ

اے میرے محبوب میں تو بے شک مر جاؤں گا مگر میری محبت کبھی نہیں مرے گی بلکہ میری قبر سے بھی ہمیشہ تیری محبت و عشق کی صدائیں بلند ہوتی رہیں گی۔

حضرت مسیح موعودؑ کے دل کی ہمیشہ یہ تمنا تھی کہ آپ اپنے محبوب پر قربان ہو جائیں۔ جیسا کہ فرماتے ہیں:

جانم فدا شود برہِ دینِ مصطفےٰ
ایں است کامِ دل اگر آید میسرم

میری جان محمد مصطفےٰ ﷺ کی راہ میں فدا ہو۔ یہی میرے دل کا مدعا ہے۔ کاش کہ یہ مقصود مجھے مل جائے۔

بلکہ آپؑ تو فرماتے ہیں:

درکوئے تو اگر سرِ عشاق را زنند
اوّل کسے کہ لافِ تعشق زند منم

کہ اے میرے محبوب اگر تیرے کوچے میں عاشقوں کے سر قلم کئے جا رہے ہوں تو سب سے پہلے جو شخص تیرے عشق کا نعرہ بلند کرے گا وہ میں ہوں گا۔ (آئینہ کمالاتِ اسلام)

فدائیت کا یہ جذبہ صرف ایک ظاہری خواہش کی حد تک نہ تھا بلکہ آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ، آپ کے وجود کا ذرّہ ذرّہ، آپ کے دل کا کونہ کونہ رسول مقبول ﷺ کی محبت میں سرشار اور آپ کے دین کی خدمت میں کلیۃً وقف تھا۔ اسلام کے احیاء اور اس کی سربلندی کیلئے آپ نے جو دردمندانہ دعائیں کیں، مخالفین اسلام سے زندگی بھر جو قلمی اور روحانی جہاد کیا اس نے ہر محاذ پر مخالفین اسلام کو خائب و خاسر اور ناکام و نامراد کر دیا۔

روحانی خزائن کی صورت میں جو زبردست تحریرات آپؑ نے اپنے پیچھے چھوڑیں وہ آپ کی فدائیانہ خدمت اسلام پر شاہد ناطق ہیں۔ غیروں نے بھی اس کا اعتراف کیا اور آپ کو اسلام کے فتح نصیب جرنیل کے طور پر یاد کیا۔

درحقیقت اس کامیاب خدمت اسلام کے پیچھے نبی کریم ﷺ سے سچی محبت اور اسلام کی سربلندی کا والہانہ جذبہ ہی کارفرما ہے۔ یہی وہ جذبہ تھا جس کی خاطر آپ نے طرح طرح کے دکھ اٹھائے، گالیاں کھائیں، آپ پر کفر کے فتوے بھی لگائے گئے لیکن ناموس محمدی پر مٹنے کی شمع لحہ بہ لحہ فروزاں ہوتی رہی اور آپ کی فدائیت میں سرِ مو فرق نہ آیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جذبہ فدائیت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ اپنی وفات سے چند دن قبل آپ نے ایک کتاب ''پیغام صلح'' کے نام سے تحریر فرمائی جس میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی

باہمی کشمکش اور نفرت کی اصل وجہ مذہبی اختلاف کو قرار دیا اور فرمایا کہ اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ تمام مذاہب کے مسلّمہ بزرگوں اور صلحاء کا احترام کیا جائے۔ چنانچہ دونوں قوموں کو صلح کی تجویز دیتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

”اگر...... ہندو صاحبان اور آریہ صاحبان طیار ہوں کہ وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا سچا نبی مان لیں اور آئندہ توہین اور تکذیب چھوڑ دیں تو میں سب سے پہلے اس اقرار نامہ پر دستخط کرنے پر طیار ہوں کہ ہم احمدی سلسلہ کے لوگ ہمیشہ وید کے مصدق ہوں گے اور وید اور اُس کے رشیوں کا تعظیم اور محبت سے نام لیں گے اور اگر ایسا نہ کریں گے تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ روپیہ سے کم نہیں ہوگی ہندو صاحبوں کی خدمت میں ادا کریں گے۔ اور اگر ہندو صاحبان دل سے ہمارے ساتھ صفائی کرنا چاہتے ہیں تو وہ بھی ایسا ہی اقرار لکھ کر اس پر دستخط کر دیں اور اس کا مضمون بھی یہ ہوگا کہ ہم حضرت محمد مصطفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نبوت پر ایمان لاتے ہیں اور آپؐ کو سچا نبی اور رسول سمجھتے ہیں اور آئندہ آپ کو ادب اور تعظیم کے ساتھ یاد کریں گے جیسا کہ ایک ماننے والے کے مناسب حال ہے اور اگر ہم ایسا نہ کریں تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ روپیہ سے کم نہیں ہوگی احمدی سلسلہ کے پیش رو کی خدمت میں پیش کریں گے۔“

(پیغام صلح، روحانی خزائن جلد 23، صفحہ 455)

یہ وہ عظیم الشان صلح کی تجویز ہے جس پر عمل پیرا ہو کر حقیقت میں مذہبی فتنہ و فساد کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ صلح کی اس عظیم الشان تحریک کا محرک بھی دراصل وہ عظیم الشان جذبہ عشق و فدائیت ہی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ چنانچہ باوجود اس صلح کی سچی تڑپ کے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں بے قرار ہو کر آنحضرتؐ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو متنبہ کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

”جو لوگ ناحق خدا سے بے خوف ہو کر ہمارے بزرگ نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بُرے الفاظ سے یاد کرتے اور آنجناب پر ناپاک تہمتیں لگاتے اور بدزبانی سے باز نہیں آتے ہیں ان سے ہم کیونکر صلح کریں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبی پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے ناپاک حملے کرتے ہیں۔ خدا ہمیں اسلام پر موت دے۔ ہم ایسا کام کرنا نہیں چاہتے جس میں ایمان جاتا رہے۔“

(روحانی خزائن، جلد 23، پیغام صلح، صفحہ 459)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بے مثال عشق اور جذبۂ فدائیت آپ کی زندگی تک ہی محدود نہ تھا بلکہ اس کا سلسلہ آپ کے وصال کے بعد بھی جاری ہے۔ آپ نے اپنے پاکیزہ اُسوہ پر چلنے والی ایسی جماعت اپنے پیچھے چھوڑی ہے جو نظامِ خلافت کے زیرِ سایہ ناموس محمدی کی خاطر اپنی جانیں تک قربان کرنے کے لئے تیار ہے۔ آج جماعت احمدیہ ہی ہے جو عشق محمدی میں جانوں کے نذرانے پیش کر رہی ہے۔

آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے کروڑوں احمدیوں کے سینوں میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا بحر مواج موجزن ہے۔ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زندہ جاوید فیضان اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قوتِ قدسیہ کا نتیجہ ہے کہ آج اکناف عالم میں عشقِ محمدی کے کروڑوں چراغ روشن ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام افراد جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اِس جاہ وجلال کے نبیؐ کے ساتھ رکھو اور اُس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔“

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد 19، صفحہ 13)

آج ہم تمام احمدیوں کو اس بات کی ضرورت ہے کہ ہادیٔ کامل، رحمتِ عالم سے اپنی جان، ماں باپ اور دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبت کریں اور آپ کے احکامات پر عمل کریں اور بکثرت آپ پر درود بھیجیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”ہماری آگ تو ایسی ہونی چاہئے جو ہمیشہ لگی رہنے والی آگ ہو۔ وہ آگ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق و محبت کی آگ جو آپ کے ہر اُسوہ کو اپنانے اور دنیا کو دکھانے کی آگ ہو۔ جو آپ کے دلوں اور سینوں میں لگے تو پھر لگی رہے۔ یہ آگ ایسی ہو جو دعاؤں میں بھی ڈھلے اور اِس کے شعلے ہر دم آسمان تک پہنچتے رہیں۔ پس یہ آگ ہے جو ہر احمدی نے اپنے دل میں لگانی ہے اور اپنے درد کو دعاؤں میں ڈھالنا ہے...... اِس پُرفتن زمانے میں اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں ڈبوئے رکھنے کے لئے، اپنی نسلوں کو احمدیت اور اسلام پر قائم رکھنے کے لئے ہر احمدی کو اللہ تعالیٰ کے اِس حکم کی سختی سے پابندی کرنی چاہئے کہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا (سورۃ الاحزاب: 57)

کہ اے لوگو! تم بھی اس رسول پر درود اور سلام بھیجا کرو کیونکہ اللہ اور اُس کے فرشتے بھی نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

......☆......☆......☆......

اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے پناہ عشق

منظوم کلام سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے
یہ ثمر باغ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے

ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے

اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

تھک گئے ہم تو انہیں باتوں کو کہتے کہتے
ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بُلایا ہم نے

یونہی غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں
وہ نہیں جاگتے سو بار جگایا ہم نے

جل رہے ہیں یہ سبھی بغضوں میں اور کینوں میں
باز آتے نہیں ہر چند ہٹایا ہم نے

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

آج ان نوروں کا اِک زور ہے اِس عاجز میں
دل کو ان نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے

جب سے یہ نور ملا نور پیمبر سے ہمیں
ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے

مصطفیٰ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے

اُس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں
لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے

مورد قہر ہوئے آنکھ میں اغیار کے ہم
جب سے عشق اس کا تہِ دل میں بٹھایا ہم نے

زعم میں ان کے مسیحائی کا دعویٰ میرا
افترا ہے جسے از خود ہی بنایا ہم نے

کافر و ملحد و دجّال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غمِ ملّت میں رکھایا ہم نے

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے

تیری اُلفت سے ہے معمور مرا ہر ذرّہ
اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہم نے

صفِ دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

نور دکھلا کے ترا سب کو کیا ملزم و خوار
سب کا دل آتش سوزاں میں جلایا ہم نے

نقش ہستی تری الفت سے مٹایا ہم نے
اپنا ہر ذرّہ تری رہ میں اڑایا ہم نے

تیرا میخانہ جو اِک مرجع عالم دیکھا
خُم کا خُم منہ سے بصد حرص لگایا ہم نے

شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے
تیرے پانے سے ہی اُس ذات کو پایا ہم نے

چھو کے دامن ترا ہر دام سے ملتی ہے نجات
لاجرم در پہ ترے سر کو جھکایا ہم نے

دلبرا مجھ کو قسم ہے تری یکتائی کی
آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے

بخدا دل سے مرے مٹ گئے سب غیروں کے نقش
جب سے دل میں یہ ترا نقش جمایا ہم نے

دیکھ کر تجھ کو عجب نور کا جلوہ دیکھا
نور سے تیرے شیاطیں کو جلایا ہم نے

ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام
مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

قوم کے ظلم سے تنگ آ کے مرے پیارے آج
شور محشر ترے کوچہ میں مچایا ہم نے

تقریر جلسہ سالانہ قادیان 2016

صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام تائیدات الٰہیہ کی روشنی میں

مظفر احمد ناصر (ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ (المجادلہ: ۲۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے لکھ رکھا ہے کہ ضرور میں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔ یقیناً اللہ بہت طاقتور (اور) کامل غلبہ والا ہے۔

خدا کے پاک بندے، دوسروں پر ہوتے ہیں غالب
میری خاطر، خدا سے یہ علامت آنے والی ہے
خدا رُسوا کرے گا تم کو، میں اعزاز پاؤں گا
سنو! اے منکرو! اب یہ کرامت آنے والی ہے

مذاہب عالم کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب جب دنیا میں بگاڑ پیدا ہوا اور جب انسان اپنے خالق حقیقی کو بھلا کر بے دینی اور فساد، ظلم و تعدی کے دلدل میں پھنستا چلا گیا، اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق دنیا کی اصلاح اور بنی نوع انسان کو اپنے معبود حقیقی کا پتہ بتانے اور خالق حقیقی سے انسان کا تعلق قائم کرنے کیلئے اپنے مامورین کو مبعوث کیا۔ اور جب جب اللہ تعالیٰ نے اپنے مرسلین کو دنیا میں بھیجا ہے تو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے مرسلین و مامورین کا استہزا کیا گیا ہے اور ان کے مشن کو ناکام و نامراد بنانے کیلئے مخالفین اور حق کے دشمنوں نے اپنی پوری طاقت جھونک دی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (یٰسٓ: ۳۱)

وائے حسرت بندوں پر! ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا مگر وہ اس سے ٹھٹھا کرنے لگتے ہیں۔

اور ساتھ ہی مذاہب عالم کی تاریخ اس بات کی بھی شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کبھی اپنے مامورین و مرسلین کو اکیلا اور بے یار و مددگار نہیں چھوڑا بلکہ ہمیشہ اپنے وعدہ کے تحت ان کی تائید و نصرت فرمائی۔ اور انہیں کامیاب و کامگار بنایا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ (مومن: ۵۲)

یعنی یقیناً ہم اپنے رسولوں کی اور اُن کی جو ایمان لائے اس دنیا کی زندگی میں بھی مدد کریں گے اور اس دن بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے۔

نیز فرمایا: وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ۔ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ۔ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ۔ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ۔ (سورۃ الحاقہ: ۴۵ تا ۴۸)

یعنی اور اگر وہ بعض باتیں جھوٹے طور پر ہماری طرف منسوب کر دیتا تو ہم اسے ضرور داہنے ہاتھ سے پکڑ لیتے پھر ہم یقیناً اس کی رگِ جان کاٹ ڈالتے پھر تم میں سے کوئی ایک بھی ہمیں روکنے والا نہ ہوتا۔ نیز فرمایا:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ (سورۃ الانعام: ۲۲)

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جس نے اللہ پر کوئی جھوٹ گھڑا یا اس کی آیات کی تکذیب کی۔ یقیناً ظالم لوگ کامیاب نہیں ہوتے۔

قرآن کریم کی ان آیات سے اللہ تعالیٰ کے دو قوانین کا اظہار ہوتا ہے کہ وہ اپنے رسولوں کی تائید و نصرت فرماتا ہے اور اُنہیں غلبہ عطا فرماتا ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر افتراء کرتے ہیں، ایک بات جھوٹ بنا کر لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کو کبھی بھی خدا تعالیٰ کی مدد حاصل نہیں ہوتی بلکہ وہ ہلاک کئے جاتے ہیں اور تمام دنیا کیلئے عبرت کا نشان بنتے ہیں۔

اس سنت الٰہی اور ازلی قانون کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی پر جب ہم غور کرتے ہیں تو آپ کی صداقت ہمیں روز روشن کی طرح نظر آتی ہے۔ اور آپ کی کامیابیوں کو دیکھ کر اس امر میں کسی قسم کا کوئی شک و شبہ ہی نہیں رہتا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے فرستادہ ہیں۔

آپؑ کا دعویٰ ماموریت کا تھا لہٰذا علماء، امراء، گدی نشین اور غیر مذاہب کے علماء، حکام وقت اور یہاں تک کہ عوام الناس آپؑ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ امراء و اغنیاء نے اپنی دولت اور اپنی وجاہت سے آپ کے خلاف کارروائیاں شروع کیں۔ غیر مذاہب نے بھی مخالف علماء کا ساتھ دیا۔ لوگوں سے آپ کو متنفر کیا۔ آپ کے ماننے والوں کو مکمل بائیکاٹ اور رشتہ داری توڑنے کا خوف دلایا۔ ہر قسم کی ایذا رسانی، گالی گلوچ کا بازار گرم ہو گیا۔ آپؑ کے خلاف کفر کے فتووں کے حصول کیلئے مکہ مدینہ تک کا سفر کیا گیا۔ الغرض کیا اپنے اور کیا بیگانے سب نے اپنی اپنی جگہ آپ کو تباہ کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور اپنی ساری زندگیاں اسی کام میں وقف کر دیں۔ پر خدائی تقدیر ایک بار پھر غالب آئی جس نے مخالفت کے ان طوفانوں سے آپ کو سلامتی کے ساتھ گزارتے ہوئے کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کیا۔ یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا فضل اور اسکی تائید و نصرت کی چمکار تھی نہ کہ دنیاوی اور طبعی سامانوں کا نتیجہ۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائیدات الٰہیہ کی روشنی میں آپؑ کی صداقت اظہر من الشّمس ہے۔

(۱) قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت بیان فرمائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر افتراء کرنے والے کو لمبی مہلت نہیں دیتا۔ لیکن آپؑ نے اپنے الہامات شائع کرنے کے بعد جس میں آپؑ نے مصلح آخر الزمان اور مہدی معہود ہونے کا دعویٰ کیا تقریباً 27 سال زندہ رہے۔ اور اس عرصہ میں خدا تعالیٰ کی بے شمار تائید و نصرت آپ کے شامل حال رہی۔ اگر مفتری علی اللہ بھی اس قدر مہلت پا سکتا ہے اور ہلاکت سے بچایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے تائید و نصرت پاتا ہے تو پھر نعوذ باللہ من ذالک یہ ماننا پڑیگا کہ وَلَوْ تَقَوَّلَ والی آیت میں جو معیار بتلایا گیا ہے وہ غلط ہے۔

اگر یہ بات نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر اس دلیل کے تحت حضرت مسیح موعودؑ کا اپنے الہامات کے شائع کرنے کے اس قدر عرصہ بعد تک ہلاکت سے بچایا جانا اس امر کا ثبوت ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھے۔

یہ اگر انساں کا ہوتا کاروبار اے ناقصاں!
ایسے کاذب کے لئے کافی تھا وہ پروردگار
ہے کوئی کاذب جہاں میں لاؤ لوگو کچھ نظیر
میرے جیسی جسکی تائیدیں ہوئی ہوں بار بار

(۲) جس وقت آپ نے اپنے الہامات شائع کئے تھے، اس وقت آپ کا نام دنیا میں کوئی نہیں جانتا تھا مگر باوجود لوگوں کی مخالفت کے آپ کو وہ عزت اور وہ مرتبہ حاصل ہوا کہ دشمن بھی آپؑ کی مدح سرائی اور عزت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ دنیا کے کناروں تک آپ کا نام پھیلا۔ آپ سے عشق اور محبت کا تعلق رکھنے والے لوگ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے جو اپنی جانوں کو بھی آپؑ اور آپ کی جماعت کے نام پر قربان کرنے کیلئے تیار رہتے ہیں۔

(۳) آپؑ کو لوگوں نے قتل بھی کرنا چاہا، اور جھوٹے مقدمات آپؑ پر قائم کر کے عدالتوں میں بھی گھسیٹا۔ اور اس کام کیلئے کیا مسلمان کیا ہندو اور کیا عیسائی اور دیگر مذاہب کے لوگ سب کے سب آپس میں مل گئے تا پہلے مسیح موسیٰ کی طرح اس مسیح محمدی کو بھی صلیب پر لٹکا دیں۔ لیکن ہر دفعہ آپ ہی کامیاب ہوئے اور ہر حملہ سے آپؑ محفوظ رہے۔ روز بروز خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت بڑھتی گئی۔

(۴) آپؑ اشاعت اسلام اور تجدید اسلام کیلئے مبعوث ہوئے تھے۔ ان دونوں عظیم الشان کاموں کی تکمیل کیلئے خدا تعالیٰ نے آپ کو مخلصین کی ایک جماعت عطا فرمائی جو اشاعت دین کے کام کیلئے مالی قربانی میں پیش پیش ہے۔ اور اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کے عاشق اور آپ کی محبت میں سرشار 209 ممالک میں آباد ہیں۔ ہزاروں ہیں جن کو رویاء کے ذریعہ، الہام کے ذریعہ یا کشف کے ذریعہ سے آپؑ کی سچائی بتلائی گئی اور باوجود مخالف ہونے کے ان کے دلوں میں آپؑ کی محبت ڈالی گئی ہے۔

(۵) غرض باوجود ہر طرح کے مخالف سامان ہونے کے اور ہر طرح کی مخالفت کے اور کسمپرسی اور کمزوری کے اور غیر معمولی کام کے آپ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئے اور ایک ایسی جماعت جو ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اور اپنے سینوں میں اسلام کی اشاعت کی آگ رکھتی ہے، آپؑ نے تیار کر دی اور کیا بلحاظ عزت کے اور کیا بلحاظ مال کے اور کیا بلحاظ رعب کے آپکی اللہ تعالیٰ مدد کرتا رہا۔

آپؑ کی تائید و نصرت اور آپکے دشمنوں کی ناکامی اور ہلاکت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ۔ (الانعام: ۱۱ تا ۱۲)

اور یقیناً رسولوں سے تجھ سے پہلے بھی تمسخر کیا گیا۔ پس ان کو جنہوں نے ان رسولوں سے تمسخر کیا انہی باتوں نے گھیر لیا جن سے وہ تمسخر کیا کرتے تھے۔ تو کہہ دے زمین میں خوب سیر کرو پھر غور کرو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا (بد) انجام ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ اس کے ماموروں اور مرسلوں کا مقابلہ کرنے والے ہلاک کئے جاتے ہیں اور دوسروں کیلئے موجب عبرت ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی اسی مضمون کا الہام ہوا تھا کہ: اِنِّيْ مُهِيْنٌ مَنْ اَرَادَ اِهَانَتَكَ یعنی میں اس کو ذلیل کر دونگا جو تیری اہانت کا ارادہ بھی کرے گا۔

اس سنت مستمرہ اور وعدہ خاص کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ کے دشمنوں کے ساتھ وہ سلوک ہوا ہے کہ دیکھنے والے دنگ سننے والے حیران ہیں۔

مولوی محمد حسین بٹالوی جو فرقہ اہلحدیث کے لیڈر تھے اور جو حضرت مسیح موعودؑ کے بچپن کے واقف تھے اور جنہوں نے آپ کی تصنیف براہین احمدیہ کی اشاعت پر ایک زبردست ریویو لکھا تھا اور اس میں آپؑ کی خدمات کو بے نظیر قرار دیا تھا۔ جب آپؑ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو یہ مولوی صاحب بگڑ گئے اور سخت ناراض ہوئے اور انہوں نے یہ خیال کیا کہ شاید کتاب براہین احمدیہ پر جو میں نے ریویو لکھا تھا اس سے شاید مرزا صاحب کے دل میں عجب پیدا ہو گیا ہے اور یہ بھی اپنے آپ کو کچھ سمجھنے لگ گئے ہیں۔ اس خیال سے محمد حسین نے یہ تعلّی تک کر ڈالی کہ میں نے ہی اس کو اُٹھایا ہے اور میں ہی اسکو گراؤنگا۔

چنانچہ محمد حسین اس عزم کے ساتھ گھر سے نکلے اور ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کا دورہ کیا اور بیسیوں علماء سے کفر کا فتویٰ لیا اور یہاں تک ان فتوؤں میں لکھوایا کہ یہ شخص ہی کافر نہیں بلکہ اس کے مرید بھی کافر ہیں بلکہ جو شخص بھی ان سے کلام کرے وہ بھی کافر ہے۔ اور جو شخص ان کو کافر نہ سمجھے وہ بھی کافر ہے۔ اس فتوے کو تمام ہندوستان میں چھپوا کر شائع کیا اور خیال کیا کہ اس زبردست حملے سے میں نے مرزا صاحب کو ذلیل کر دیا۔ مگر اس فتوے کے شائع کرنے کے بعد بغیر کسی ظاہری سامان کے محمد حسین کی عزت کم ہونی شروع ہوئی اور آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ خود اس فرقے کے لوگوں نے بھی ان کو چھوڑ دیا جس کے وہ لیڈر کہلاتے تھے۔

مولوی محمد حسین بٹالوی کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ:

میں نے دیکھا ہے کہ اسٹیشن پر اکیلے اپنا سامان جو تھوڑا بھی نہ تھا اپنی بغل اور پیٹھ پر اٹھائے ہوئے اور اپنے ہاتھوں میں پکڑے چلے جا رہے ہیں اور چاروں طرف سے دھکے مل رہے ہیں، کوئی پوچھتا نہیں، لوگوں میں بے اعتباری اس قدر بڑھ گئی ہے کہ بازار والوں نے سودہ تک دینا بند کر دیا ہے اور گھر والوں نے قطع تعلق کر لیا ہے۔ ایک لڑکا اسلام سے مرتد ہو گیا۔ غرض تمام قسم کی عزتوں سے ہاتھ دھو کر عبرت کا نمونہ دکھا کر اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری جو اخبار اہلحدیث کے ایڈیٹر تھے اور فرقہ اہلحدیث کے بڑے لیڈر کہلاتے تھے، یہ صاحب بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت میں حد سے بڑھ گئے تھے۔ اس پر حضرت مسیح موعودؑ نے بموجب حکم قرآنی:

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (آل عمران: ۶۲)

ترجمہ: پس جو تجھ سے اس بارے میں اس کے بعد بھی جھگڑا کرے کہ تیرے پاس علم آچکا ہے تو کہہ دے آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تمہارے بیٹوں کو بھی اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو بھی اور اپنے نفوس کو اور تمہارے نفوس کو بھی۔ پھر ہم مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

ان کو مباہلے کی دعوت دی مگر انہوں نے مباہلے میں اپنی خیریت نہ دیکھی۔ باوجود بار بار اور مختلف رنگ میں غیرت دلائے جانے کے انہوں نے مباہلے سے گریز کیا۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے ایک دعا لکھی اور ان سے چاہا کہ اپنے اخبار میں اسکو شائع کر دیں اور اس میں اس معیار کے ذریعہ فیصلے کی خواہش ظاہر کی کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جائے۔ اس دعا پر بھی مولوی صاحب نے گریز کی راہ اختیار کی اور متواتر اور بڑے زور سے اپنے اخبار میں لکھنا شروع کیا کہ یہ ہرگز کوئی معیار نہیں اور میں اس طریق فیصلہ کو بالکل منظور نہیں کرتا۔ جھوٹے کو لمبی مہلت دی جاتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا فعل بھی اسی کی شہادت دیتا ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مسیلمہ کذاب زندہ رہا۔ ان کے اس اعلان کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے بتائے ہوئے معیار کے مطابق پکڑا اور ان کو لمبی مہلت دے دی۔ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد ان کو زندہ رکھا اور وہ اپنی تحریر کے مطابق مسیلمہ کذاب کے مثیل ثابت ہوئے۔

ہر اِک میداں میں تو نے دیں فتوحات
بداَندیشوں کو تُو نے کر دیا مات
ہوا انجام سب کا نامُرادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

غرض اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے دشمنوں کو ہر رنگ میں ہلاک اور ذلیل وخوار کیا۔ جس نے اس معیار کو تسلیم کیا کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں ہلاک ہوتا ہے وہ آپ کی زندگی میں ہلاک ہوا اور جنہوں نے یہ تسلیم کیا کہ جھوٹا لمبی مہلت پاتا ہے اور زندہ رکھا جاتا ہے تو ان کو خدا تعالیٰ نے لمبی مہلت دی۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظل کامل حضرت مسیح موعودؑ کے دشمنوں کا انجام بھی ابوجہل اور مسیلمہ کذاب کی مانند ہوا۔ پس یہ کوئی محض اتفاق نہ تھا کیونکہ اگر اتفاق ہوتا تو ہر فریق سے اسکے اپنے بتائے ہوئے معیار کے مطابق سلوک کیوں ہوتا؟

اللہ تعالیٰ اپنے مامورین و مرسلین کی تائید و نصرت اپنے ملائکہ کے ذریعہ بھی فرماتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی تائید میں ملائکہ بھی لگے رہتے تھے اور عجیب عجیب رنگ میں آپؑ کو مشکلات سے بچاتے تھے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ آپؑ اور چند اور لوگ جن میں مختلف مذاہب کے لوگ شامل تھے، ایک مکان میں سو رہے تھے، آپؑ کی اچانک آنکھ کھل گئی اور آپؑ نے اپنے دل میں محسوس کیا کہ یہ مکان گرنے لگا ہے، مکان گرنے کی کوئی ظاہری علامت نظر نہ آتی تھی۔ صرف چھت سے اس قسم کی آواز آ رہی تھی جیسے کہ لکڑی کاٹنے کی آتی ہے۔ آپؑ نے اپنے ساتھیوں کو جگایا اور کہا کہ مکان خالی کر دیں۔ مگر انہوں نے کچھ پرواہ نہ کی اور یہ کہہ کر کہ یہ صرف آپ کا ایک وہم ہے ورنہ کوئی خطرہ نہیں، پھر سے سو گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کچھ دیر کے بعد پھر ان کو جگایا اور بہت زور دیا۔ اس پر انہوں نے آپ کا لحاظ کیا و راٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ آپ نے اپنے وہم کی پیروی میں لوگوں کو خواہ مخواہ دکھ دیا۔ آپؑ نے اپنے دل میں یہ محسوس کیا کہ یہ مکان صرف میرا انتظار کر رہا ہے۔ اگر میں اس مکان سے نکلا تو یہ مکان گر جائیگا۔ اس لئے آپ نے پہلے ان لوگوں کو نکالا اور سب سے آخر میں خود نکلے ابھی آپ نے ایک پیر سیڑھی پر رکھا تھا اور دوسرا اٹھایا تھا کہ مکان کی چھت اتنے زور سے گری کہ لوگ حیران ہو گئے اور آپؑ کے بہت ممنون ہوئے اور سمجھ لیا کہ آپؑ کی وجہ سے ہی ان کی جانیں بچائی گئی ہیں۔

بعض دفعہ آپؑ کے دشمن آپؑ کو قتل کرنے کا ارادہ کرتے تھے مگر وہ لوگ جو آپ کے قتل کے لئے بھیجے جاتے تھے یا تو ان کے بھیجے جانے کی اطلاع آپ کو پہلے سے ہو جاتی تھی یا ان کے دل میں ملائکہ اہل بدر کی طرح کچھ اس قسم کا رعب ڈال دیتے تھے کہ وہ خود ہی قتل ہو جاتے تھے یعنی آپؑ کے حسن سلوک کو دیکھ کر توبہ کرتے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے حضرت عمر فاروقؓ کی طرح دشمنی چھوڑ کر اطاعت اختیار کر لیتے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اللہ تعالیٰ کو گواہ ٹھہرا کر اپنے دعویٰ کا کچھ اس طرح اظہار فرماتے ہیں:

”اے میرے حضرت اعلیٰ ذوالجلال! قادر قدوس، حیّ و قیوم جو ہمیشہ راستبازوں کی مدد کرتا ہے، تیرا نام اَبدالآباد مبارک ہے۔ تیرے قدرت کے کام کبھی رک نہیں سکتے۔ تیرا قوی ہاتھ ہمیشہ عجیب کام دکھلاتا ہے۔ تو نے ہی اس چودہویں صدی کے سر پر مجھے مبعوث کیا اور فرمایا کہ ”اٹھ کہ میں نے تجھے اس زمانہ میں اسلام کی حجت پوری کرنے کیلئے اور اسلامی سچائیوں کو دنیا میں پھیلانے کیلئے اور ایمان کو زندہ اور قوی کرنے کیلئے چنا“ اور تو نے ہی مجھے کہا کہ ”تو میری نظر میں منظور ہے میں اپنے عرش پر تیری تعریف کرتا ہوں“ اور تو نے ہی مجھے فرمایا کہ ”تو وہ مسیح موعود ہے جس کے وقت کو ضائع نہیں کیا جائگا“ اور تو نے ہی مجھے مخاطب کر کے کہا کہ ”تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید“ اور تو نے ہی مجھے فرمایا کہ ”میں نے لوگوں کی دعوت کیلئے تجھے منتخب کیا ان کو کہہ دے کہ میں تم سب کی طرف بھیجا گیا ہوں اور سب سے پہلا مومن ہوں“ اور تو نے ہی مجھے کہا کہ ”میں نے تجھے اس لئے بھیجا ہے کہ تا اسلام کو تمام قوموں کے آگے روشن کر کے دکھلاؤں اور کوئی مذہب ان تمام مذہبوں میں سے جو زمین پر ہیں، برکات میں، معارف میں، تعلیم کی عمدگی میں، خدا کی تائیدوں میں، خدا کے عجائب غرائب نشانوں میں اسلام سے ہمسری نہ کر سکے“ اور تو نے ہی مجھے فرمایا کہ ”تو میری درگاہ میں وجیہہ ہے، میں نے اپنے لئے تجھے اختیار کیا۔“

(ضمیمہ تریاق القلوب، نمبر ۵، صفحہ ۳۲۴)

نیز آپؑ فرماتے ہیں:

”میری تائید میں اس نے وہ نشان ظاہر فرمائے ہیں کہ آج کی تاریخ سے جو ۱۶ جولائی ۱۹۰۶ء ہے، اگر میں ان کو فرداً فرداً شمار کروں تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ وہ تین لاکھ سے بھی زیادہ ہیں۔ اور اگر کوئی میری قسم کا اعتبار نہ کرے تو میں اس کو ثبوت دے سکتا ہوں۔ بعض نشان اس قسم کے ہیں جن میں خدا تعالیٰ نے ہر ایک محل پر اپنے وعدہ کے موافق مجھ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھا اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جن میں ہر محل میں اپنے وعدہ کے موافق میری ضرورتیں اور حاجتیں اس نے پوری کیں اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جن میں اس نے بموجب اپنے وعدہ ”اِنِّیْ مُهِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِهَانَتَكَ“ کے میرے پر حملہ کرنے والوں کو ذلیل اور رسوا کیا اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جو مجھ پر مقدمہ دائر کرنے والوں پر اس نے اپنی پیشگوئیوں کے مطابق مجھ کو فتح دی اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جو میری مدت بعث سے پیدا ہوتے ہیں کیونکہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے یہ مدت دراز کسی کاذب کو نصیب نہیں ہوئی اور بعض نشان زمانہ کی حالت دیکھنے سے پیدا ہوتے ہیں یعنی یہ کہ زمانہ کسی امام کے پیدا ہونے کی ضرورت تسلیم کرتا ہے اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جن میں دوستوں کے حق میں میری دعائیں منظور ہوئیں اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جو شریر دشمنوں پر میری بددعا کا اثر ہوا اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جو میری دعا سے بعض خطرناک بیماروں نے شفا پائی اور ان کی شفاء سے پہلے مجھے خبر دی گئی اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جو میرے لئے اور میری تصدیق کیلئے عام طور پر خدا نے حوادث ارضی یا سماوی ظاہر کئے اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جو میری تصدیق کیلئے بڑے بڑے ممتاز لوگوں کو جو مشاہیر فقراء میں سے تھے، خوابیں آئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا جیسے سجادہ نشین صاحب العلم سندھ جن کے مرید ایک لاکھ کے قریب تھے اور جیسے خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں والے۔ اور بعض نشان اس قسم کے ہیں کہ ہزارہا انسانوں نے محض اس وجہ سے میری بیعت کی کہ خواب میں ان کو بتلایا گیا کہ یہ سچا ہے اور خدا کی طرف سے ہے اور بعض نے اس وجہ سے بیعت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آپؐ نے فرمایا کہ دنیا ختم ہونے کو ہے اور یہ خدا کا آخری خلیفہ اور مسیح موعود ہے اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جو بعض اکابر نے میری پیدائش یا بلوغ سے پہلے میرا نام لیکر میرے مسیح موعود ہونے کی خبر دی۔ جیسے نعمت اللہ ولی اور میاں گلاب شاہ صاحب ساکن جمال پور ضلع لدھیانہ“

(روحانی خزائن، حقیقۃ الوحی، جلد ۲۲، صفحہ ۷۰)

منکرین اور مخالفین کے متعلق فرماتے ہیں:

”ان لوگوں نے کونسا پہلو میرے تباہ کرنے کا اٹھا رکھا۔ کونسا ایذا کا منصوبہ ہے جو انتہا تک نہیں پہنچایا۔ کیا بددعاؤں میں کچھ کسر رہی یا قتل کے فتوے نامکمل رہے یا ایذا اور توہین کے منصوبے کما حقہٗ ظہور میں نہ آئے؟ پھر وہ کونسا ہاتھ ہے جو مجھے بچاتا ہے۔ اگر مَیں کاذب ہوتا تو چاہئے تو یہ تھا کہ خدا خود میرے ہلاک کرنے کے لئے اسباب پیدا کرتا نہ یہ کہ وقتاً فوقتاً لوگ اسباب پیدا کریں اور خدا اُن اسباب کو معدوم کرتا رہے۔ کیا یہی کاذب کی نشانیاں ہوا کرتی ہیں کہ قرآن بھی اُس کی گواہی دے اور آسمانی نشان بھی اسی کی تائید میں نازل ہوں اور عقل بھی اسی کی مؤید ہو اور جو اس کی موت کے شائق ہوں وہی مرتے جائیں۔ مَیں ہرگز یقین نہیں کرتا کہ زمانہ نبوی کے بعد کسی اہل اللہ اور اہل

حق کے مقابل پر کبھی کسی مخالف کو ایسی صاف اور صریح شکست اور ذلت پہنچی ہو جیسا کہ میرے دشمنوں کو میرے مقابل پر پہنچی ہے۔ اگر انہوں نے میری عزت پر حملہ کیا تو آخر آپ ہی بے عزت ہوئے اور اگر میری جان پر حملہ کرکے یہ کہا کہ اس شخص کے صدق اور کذب کا معیار یہ ہے کہ وہ ہم سے پہلے مرے گا تو پھر آپ ہی مر گئے۔"
(روحانی خزائن، تحفہ گولڑویہ، جلد 17، صفحہ 45)

دشمنانِ احمدیت کی مخالفت اور ایذا رسانیوں کے بالمقابل جو تائیدات الٰہیہ آپؑ کو نصیب ہوئیں ان کے متعلق آپؑ فرماتے ہیں:

"میری تائید میں خدا کے کامل اور پاک نشان بارش کی طرح برس رہے ہیں اور اگر ان پیشگوئیوں کے پُورا ہونے کے تمام گواہ اکٹھے کئے جائیں تو مَیں خیال کرتا ہوں کہ وہ ساٹھ لاکھ سے بھی زیادہ ہوں گے...... مجھے اُس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ وہ نشان جو میرے لئے ظاہر کئے گئے اور میری تائید میں ظہور میں آئے، اگر اُن کے گواہ ایک جگہ کھڑے کئے جائیں تو دنیا میں کوئی بادشاہ ایسا نہ ہوگا جو اُس کی فوج اِن گواہوں سے زیادہ ہو۔" (اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح، روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 107)

نیز آپؑ فرماتے ہیں:

"خدا تعالیٰ بجائے اسکے کہ ایسے شخص کو ہلاک کرے اپنے زبردست نشانوں سے اس کی تائید کرے۔ اُسکے دعویٰ کے ثبوت کے لئے آسمان پر چاند اور سورج کو پیشگوئی کے موافق گرہن میں ڈالے اور اس طرح پر وہ پیشگوئی جو پہلی کتابوں اور قرآن شریف اور حدیثوں میں اور خود اس کی کتاب براہین احمدیہ میں تھی پوری کر کے دنیا میں دکھاوے۔ اور سچوں کی طرح عین صدی کے سر پر اُس کو مبعوث کرے۔ اور عین صلیبی غلبہ کے وقت میں جسکے لئے کاسرِ صلیب مسیح موعود آنا چاہئے تھا، اُسکو اس دعویٰ کے ساتھ کھڑا کر دے۔ اور ہر ایک قدم میں اسکی تائید کرے اور دس لاکھ سے زیادہ اسکی تائید میں نشان دکھاوے اور اسکو دنیا میں عزت دے اور زمین پر اُسکی قبولیت پھیلاوے اور صدہا پیشگوئیاں اُسکے حق میں پوری کرے اور نبیوں کے مقرر کردہ دنوں میں جو مسیح موعود کے ظہور کیلئے مقرر ہیں اسکو پیدا کرے اور اُسکی دعائیں قبول فرماوے اور اُسکے بیان میں تاثیر ڈال دے اور ایسا ہی ہر ایک پہلو سے اُس کی تائید کرے حالانکہ جانتا ہے کہ وہ جھوٹا ہے اور ناحق عمداً اُس پر افترا کر رہا ہے۔ کیا بتا سکتے ہو کہ یہ کرم و فضل کا معاملہ پہلے مجھ سے خدا تعالیٰ نے کسی مفتری سے کیا۔"
(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن، جلد 20، صفحہ 65)

نیز آپؑ فرماتے ہیں:

"مَیں اللہ جلّ شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مَیں اُسکی طرف سے ہوں۔ وہ خوب جانتا ہے کہ مَیں مفتری نہیں کذّاب نہیں۔ اگر تم مجھے خدا تعالیٰ کی قسم پر بھی اور ان نشانات کو بھی جو اس نے میری تائید میں ظاہر کئے دیکھ کر مجھے کذّاب اور مفتری کہتے ہو تو پھر مَیں تمہیں خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ کسی ایسے مفتری کی نظیر پیش کرو کہ باوجود اُسکے ہر روز افترا اور کذب کے جو وہ اللہ تعالیٰ پر کرے پھر اللہ تعالیٰ اسکی تائید اور نصرت کرتا جاوے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اُسے ہلاک کرے مگر یہاں اسکے برخلاف معاملہ ہے۔ مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مَیں صادق ہوں اسکی طرف سے آیا ہوں مگر مجھے کذّاب اور مفتری کہا جاتا ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ ہر مقدمہ اور ہر بلا میں جو قوم میرے خلاف پیدا کرتی ہے مجھے نصرت دیتا ہے۔ اور اُس سے مجھے بچاتا ہے۔ اور پھر ایسی نصرت کی کہ لاکھوں انسانوں کے دل میں میری محبت ڈال دی۔ مَیں اس پر اپنی سچائی کو حصر کرتا ہوں۔ اگر تم کسی ایسے مفتری کا نشان دے دو کہ وہ کذّاب ہو اور اللہ پر اس نے افترا کیا ہو اور پھر خدا تعالیٰ نے اس کی ایسی نصرتیں کی ہوں اور اس قدر عرصہ تک اسے زندہ رکھا ہو اور اس کی مُرادوں کو پورا کیا ہو۔ دکھاؤ۔"
(روحانی خزائن جلد 20، لیکچر لدھیانہ صفحہ 275)

نیز آپؑ فرماتے ہیں:

"کہاں ہے مولوی غلام دستگیر جس نے اپنی کتاب فیض رحمانی میں میری ہلاکت کے لئے بددُعا کی تھی اور مجھے مقابل پر رکھ کر جھوٹے کی موت چاہی تھی؟ کہاں ہے مولوی چراغ دین جموں والا جس نے الہام کے دعوے سے میری موت کی خبر دی تھی اور مجھ سے مباہلہ کیا تھا۔ کہاں ہے فقیر مرزا جو اپنے مریدوں کی ایک بڑی جماعت رکھتا تھا جس نے بڑے زور شور سے میری موت کی خبر دی تھی اور کہا تھا کہ عرش پر سے خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ شخص مفتری ہے آئندہ رمضان تک میری زندگی میں ہلاک ہو جائے گا۔ لیکن جب رمضان آیا تو پھر آپ ہی طاعون سے ہلاک ہو گیا۔ کہاں ہے سعد اللہ لودہانوی؟ جس نے مجھ سے مباہلہ کیا تھا اور میری موت کی خبر دی تھی۔ آخر میری زندگی میں ہی طاعون سے ہلاک ہو گیا۔ کہاں ہے مولوی محی الدین لکھو کے والا؟ جس نے مجھے فرعون قرار دے کر اپنی زندگی میں ہی میری موت کی خبر دی تھی اور میری تباہی کی نسبت کئی اور الہام شائع کئے تھے آخر وہ بھی میری زندگی میں ہی دُنیا سے گذر گیا۔ کہاں ہے بابو الٰہی بخش صاحب مؤلّف عصائے موسیٰ اکونٹنٹ لاہور؟ جس نے اپنے تئیں موسیٰ قرار دے کر مجھے فرعون قرار دیا تھا۔ اور میری نسبت اپنی زندگی میں ہی طاعون سے ہلاک ہونے کی پیشگوئی کی تھی اور میری تباہی کی نسبت اور بھی بہت سی پیشگوئیاں کی تھیں آخر وہ بھی میری زندگی میں ہی اپنی کتاب عصائے موسیٰ پر جھوٹ اور افترا کا داغ لگا کر طاعون کی موت سے بصد حسرت مرا۔
(چشمہ معرفت، روحانی خزائن، جلد 23، صفحہ 3)

بے معاون میں نہ تھا تھی نصرتِ حق میرے ساتھ
فتح کی دیتی تھی وحیٔ حق بشارت بار بار
جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبۂ زار و نزار

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے خطبہ جمعہ 9 دسمبر 2016ء میں فرماتے ہیں:

"جنکی آنکھوں پر پردے پڑے ہوں، جنہوں نے یہ فیصلہ کیا ہو کہ ہم نے نہیں ماننا، انہیں نہ ہی اللہ تعالیٰ کی تائیدات نظر آتی ہیں، نہ ہی نشانات نظر آتے ہیں اور انبیاء کا انکار کرنے والوں کا ہمیشہ یہی طریق رہا ہے کہ نشانات دیکھ کر بھی یہی کہتے ہیں کہ ہمیں نشان دکھاؤ۔ ان کے حد سے بڑھ جانے کی وجہ سے ان کے دلوں کو اللہ تعالیٰ بند کر دیتا ہے۔ پھر وہ سچائی کو پا ہی نہیں سکتے اور بعض اوقات نبی کی تائید میں اللہ تعالیٰ انہیں ہی عبرت کا نشان بنا دیتا ہے...... حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ لوگ بجائے نشانات اور اللہ تعالیٰ کی تائیدات کو دیکھنے کے حضرت مسیح موعودؑ پر چھوٹے چھوٹے مضحکہ خیز اعتراض کرتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ ان کی تو پگڑی ٹیڑھی ہے، یہ مسیح موعود کس طرح ہو سکتے ہیں۔ آپؑ نے معجزہ پر معجزہ دکھایا مگر بعض لوگ ایسے آئے جنہوں نے کہا کہ یہ تو ق (قاف) صحیح طور پر نہیں بول سکتے، یہ کہاں سے مسیح موعود ہو سکتے ہیں۔ آپؑ نے آیت پر آیت دکھائی مگر ایسے لوگ آئے جنہوں نے کہا انہوں نے بیوی کیلئے زیور بنائے ہیں۔ یہ بادام روغن استعمال کرتے ہیں، انہیں ہم کس طرح مان سکتے ہیں۔ کئی لوگ حضرت مسیح موعودؑ کے پاس آکر کہتے، کوئی نشان دکھائیں۔ تو آپؑ فرماتے کیا پہلے نشانات سے تم نے کوئی فائدہ اُٹھایا؟ جب پہلے ہزاروں نشانات سے تم نے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا تو کسی اور سے کس طرح اٹھاؤ گے؟ تو ایسے لوگ ہمیشہ ہی محروم رہتے ہیں۔ ان کی یہی قسمت ہے کہ محروم ہی رہیں (مفہوماً)

حضور انور نے فرمایا:

ایک ایسا زبردست نشان جو ہر روز پورا ہوتا ہے جس کے بارے میں بیان فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ کتاب براہین احمدیہ میں اللہ تعالیٰ مجھے ایک دعا سکھاتا ہے یعنی بطور الہام فرماتا ہے کہ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ یعنی مجھے اکیلا مت چھوڑ اور ایک جماعت بنا دے۔ یہ آپ نے اس کا ترجمہ خود ہی کیا ہوا ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ دوسری جگہ فرمایا یَأْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ہر طرف سے تیرے لئے وہ زر اور سامان جو مہمانوں کے لئے ضروری ہے اللہ تعالیٰ خود مہیا کرے گا اور وہ ہر ایک راہ سے تیرے پاس آئیں گے۔ اور پھر فرمایا۔ یَأْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ اور ہر ایک راہ اور ہر طرف سے تیرے پاس مہمان آئیں گے۔" (خطبہ جمعہ 9/دسمبر 2016)

اللہ تعالیٰ کی تائیدات و نصرت جس طرح آپؑ کو اپنی زندگی میں حاصل رہی۔ آپ کے وصال کے بعد بھی آپؑ کے خلفاء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تائیدات و نصرت کا وہی سلوک جاری و ساری ہے۔ اور آج خلافت خامسہ کی قیادت میں حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کو اللہ تعالیٰ کی تائیدات حاصل ہیں۔ اور جماعت روز افزوں ترقیات کی منازل طے کرتی چلی جا رہی ہے۔ اور اب دنیا کو اس بات کا بھی اعتراف ہے کہ دنیا میں اس وقت سب سے تیز رفتاری کے ساتھ ترقی کرنے والی اگر کوئی جماعت ہے تو وہ جماعت احمدیہ ہے جس کے پیروکار اس وقت دنیا کے 209 ممالک میں پائے جاتے ہیں۔

مامور من اللہ کے حق میں ظہور میں آنے والے تائیدی نشانات، معجزات و کرامات کے متعلق آپؑ فرماتے ہیں:

"درحقیقت معجزات کی مثال ایسی ہے جیسی چاندنی رات کی روشنی، جس کے کسی حصہ میں کچھ بادل بھی ہو مگر وہ شخص جو شب کور ہو، جو رات کو کچھ دیکھ نہیں سکتا، اسکے لئے یہ چاندنی کچھ مفید نہیں۔ ایسا تو ہرگز نہیں ہو سکتا اور نہ کبھی ہوا کہ اس دنیا کے معجزات اسی رنگ سے ظاہر ہوں جس رنگ سے قیامت میں ظہور ہوگا۔ مثلاً دو تین سو مردے زندہ ہو جائیں اور بہشتی پھل ان کے پاس ہوں اور دوزخ کی آگ کی چنگاریاں بھی پاس رکھتے ہوں اور شہر بہ شہر دورہ کریں اور ایک نبی کی سچائی پر جو قوم کے درمیان ہو، گواہی دیں اور لوگ ان کو شناخت کر لیں کہ درحقیقت یہ لوگ مر چکے تھے اور اب زندہ ہو گئے ہیں اور وعظوں اور لیکچروں سے شور مچا دیں کہ درحقیقت یہ شخص جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے، سچا ہے۔ سو یاد رہے کہ ایسے معجزات کبھی ظاہر نہیں ہوئے اور نہ آئندہ قیامت سے پہلے کبھی ظاہر ہونگے اور جو شخص دعویٰ کرتا ہے کہ ایسے معجزات کبھی ظاہر ہو چکے ہیں، وہ محض بے بنیاد قصوں سے فریب خوردہ ہے۔ اور اس کو سنت اللہ کا علم نہیں۔ اگر ایسے معجزات ظاہر ہوتے تو دنیا دنیا نہ رہتی اور تمام پردے کھل جاتے اور ایمان لانے کا ایک ذرہ بھی ثواب باقی نہ رہتا۔" (براہین احمدیہ، حصہ پنجم، روحانی خزائن، جلد ۲۱، صفحہ ۴۳)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"اے تمام لوگو سُن رکھو کہ یہ اُس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا وے گا اور حجت اور برہان کے رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔"
(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن، جلد ۲۰، صفحہ ۶۶)

سلام اسپر! دیارِ کفر میں جب نام آتا ہے
کلیسا اسکی ہیبت سے ابھی تک تھرتھراتا ہے
پرخچے زُعمِ باطل کے اُڑا کے رکھ دیئے جس نے
سلام اسپر! کہ قصرِ کفر، ڈھا کر رکھ دیا جس نے
(کلام مبارک مونگیری صاحب، مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۲۰/مارچ ۲۰۱۵ء، صفحہ ۱۶)

......☆......☆......

تقریر جلسہ سالانہ قادیان 2016

دعوت الی اللہ اور جماعت احمدیہ کی ذمہ داریاں

محمد حمید کوثر (ناظر دعوت الی اللہ مرکزیہ)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ- (المائدہ:68)

ترجمہ: اے رسول! تیرے رب کی طرف سے جو (کلام بھی) تجھ پر اتارا گیا ہے اسے (لوگوں تک) پہنچا۔

اسی طرح فرمایا: اُدۡعُ اِلٰى سَبِيۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ (النحل:126)

یعنی (اور اے رسول) تو (لوگوں کو) حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ سے اپنے ربّ کی راہ کی طرف بلا۔ اور اس طریق سے جو سب سے اچھا ہو۔ ان سے (ان کے اختلافات کے متعلق) بحث کر۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

آسماں پر دعوتِ حق کے لئے اک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار
اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے
وقت ہے جلد آؤ اے آوارگانِ دشتِ خار

اللہ تعالیٰ نے سابقہ کتب سماوی میں نزول قرآن کے متعلق جو پیشگوئیاں فرمائی تھیں جب اُنکے پورا ہونے کا وقت آیا تو ایک اندازے کے مطابق 20 اگست 610 کو قرآن مجید کا نزول اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَ ۞ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ (سورۃ العلق) کی آیت سے ہوا۔ یعنی اے محمد ﷺ پڑھ یا اعلان کر اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا۔ اِقرأ کے ایک معنی لکھی ہوئی چیز کو پڑھنا ہے اور دوسرے معنی اعلان کرنا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اگر اقرأ کے معنے اعلان کرنے کے لئے جائیں تو اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَ کے یہ معنے ہوں گے کہ تو اس کتاب کا اعلان اپنے اس ربّ کے نام کے ساتھ کر، جس نے تجھے پیدا کیا۔ اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کریم وہ کتاب ہے، جس میں پہلے دن ہی یہ خبر دے دی گئی ہے کہ یہ کلام، محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات کے لئے نہیں بلکہ دُنیا کی ساری قوموں اور قیامت تک آنے والے تمام لوگوں کے لئے ہے۔''

(تفسیر کبیر، جلد نہم، صفحہ 249، سورۃ العلق)

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو حکم دیا کہ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ۔ اے رسول! اچھی طرح پہنچا دے جو تیرے رب کی طرف سے تیری طرف اُتارا گیا ہے۔ یہ حکم الٰہی آنحضرت ﷺ کی وساطت سے تمام مسلمانوں کے لئے بھی تھا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ تو ایک بشر تھے اور بشری تقاضوں کے مطابق آپؐ کی جسمانی زندگی محدود تھی۔ اور ہر زمانے میں اسلام کا پیغام اغیار تک پہنچاتے چلے جانے کی ذمہ داری انتہائی وسیع تھی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ہر زمان و مکاں کے مسلمانوں پر بھی یہ ذمہ داری عائد کی کہ وہ بھی تبلیغ اسلام کا فریضہ ادا کرتے چلے جائیں۔

آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ کا ایک ایک دن دعوۃ الی اللہ کے لئے وقف تھا۔ جب آپؐ کی زندگی کے آخری ایام آئے تو آپؐ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے سوال کیا:

اِنَّكُمۡ تَسۡاَ لُوۡنَ عَنِّىۡ فَمَا اَنۡتُمۡ قَائِلُوۡنَ قَالُوۡا اَنَّكَ قَدۡ بَلَّغۡتَ وَ اَدَّيۡتَ وَ نَصَحۡتَ

جب تم سے میرے متعلق پوچھا جائے گا تو تمہارا کیا جواب ہوگا؟ صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپؐ نے پوری طرح پیغام پہنچا دیا ہے۔ اور اپنا فرض ادا کر دیا ہے اور بڑے احسن طور پر ادا کیا ہے (مسلم کتاب المناسک)

آنحضرت ﷺ کے بعد خلفاء راشدین، صحابہ کرام اور تابعین و اولیاء اُمت نے دعوۃ الی اللہ کی مہم کو جاری رکھا۔ وہ یورپ، ایشیاء، افریقہ، چین، روس اور ہندوستان کے بہت سے علاقوں میں دعوت الی اللہ کیلئے گئے اور انہوں نے جب وہاں کے مقامی باشندوں کو اسلامی تعلیمات اور قرآن مجید کے بارے میں سمجھایا تو انہوں نے اسے دل وجان سے قبول کیا۔ برصغیر کے مختلف علاقوں میں اولیاء اللہ، بزرگان اُمت اور نیک و صالح تاجروں کی تبلیغ سے ہزاروں لوگ اسلام میں شامل ہوئے۔ ہندوستان میں حضرت نظام الدین اولیاءؒ و حضرت معین الدین چشتیؒ کی تبلیغی مساعی کے ثمرات نمایاں نظر آتے ہیں۔

تاریخ کے مطالعہ سے علم ہوتا ہے کہ فیج اعوج کے آخری دور میں مسلمانوں کی توجہ تبلیغ کی طرف نہیں رہی جسکی وجہ سے آپسی اختلافات روز بروز بڑھتے چلے گئے۔ اس موقع سے دوسرے مذاہب اور دجّالی طاقتوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ اسلام پر شدید اعتراضات شروع کر دیئے۔ مسلمان اُن کا جواب دینے سے قاصر تھے۔ خاص طور پر عیسائیوں کے سامنے وہ بالکل بے بس نظر آتے تھے۔ اسی بے بسی سے بددل ہو کر لاکھوں مسلمان اور اُن کے علما مرتد ہو کر عیسائی ہو گئے۔ جس تیز رفتاری سے مسلمان تثلیثی مذہب کی طرف جا رہے تھے اُسے دیکھ کر ایسا لگتا تھا کہ شاید چند سالوں میں ہندوستان بھی اسپین کی طرح مسلمانوں سے خالی ہو جائے گا۔ ایسے نازک وقت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کو مسیح موعود و مہدی معہود بنا کر بھیجا اور آپ علیہ السلام نے اعلان فرمایا:

''میں اس وقت محض للہ اس ضروری امر سے اطلاع دیتا ہوں کہ مجھے خدا تعالیٰ نے اس چودھویں صدی کے سر پر اپنی طرف سے مامور کر کے دین متین اسلام کی تجدید اور تائید کے لئے بھیجا ہے تا کہ میں اِس پُرآشوب زمانہ میں قرآن کی خوبیاں اور حضرت رسول اللہ ﷺ کی عظمتیں ظاہر کروں''۔

(برکات الدعا روحانی خزائن جلد نمبر 6 صفحہ 34)

پھر فرمایا:

''خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اُن تمام رُوحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دُعاؤں پر زور دینے سے۔''

(الوصیت، روحانی خزائن، جلد 20، صفحہ 306)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے چودھویں صدی ہجری کے چھٹے سال مورخہ 20 رجب 1306ھ بمطابق 23 مارچ 1889 کو ایک جماعت کی بنیاد رکھی، جس کا نام جماعت احمدیہ مسلمہ ہے۔ پہلے دن چالیس افراد بیعت کر کے اس جماعت میں شامل ہوئے۔ اِقۡرَاۡ اور بَلِّغۡ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ کا وہ حکم جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو دیا تھا اُسکی تعمیل میں ''آخرین'' یعنی اصحاب سیدنا حضرت مسیح موعود نے حضور علیہ السلام کی قیادت میں دعوت الی اللہ کی مہم کا آغاز کیا۔ اُن کی ہر فکر اور سوچ مخلوق خدا کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کے لئے وقف ہو گئی۔ اسی قادیان میں دوسرے جلسہ سالانہ کے موقع پر مورخہ 28 دسمبر 1892 کو جماعت احمدیہ نے اپنی مجلس شوریٰ میں یورپ اور امریکہ میں تبلیغ کے لئے منصوبہ تیار کیا۔ ہندوستان میں واعظ اور مبلغ بھجوانے کا سلسلہ شروع کیا۔ ایک موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑے درد اور جذبے سے فرمایا:

''ہمارے اختیار میں ہو تو ہم فقیروں کی طرح گھر بہ گھر پھر کر خدا تعالیٰ کے سچے دین کی اشاعت کریں۔ اور اس ہلاک کرنے والے شرک اور کفر سے جو دنیا میں پھیلا ہوا ہے لوگوں کو بچالیں ...... اور اسی تبلیغ میں زندگی ختم کر دیں خواہ مارے ہی جاویں۔''

(ملفوظات، جلد 2، صفحہ 219)

اگرچہ جماعت احمدیہ مسلمہ دنیا کے ہر انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلا رہی ہے، اور اس کے نتیجہ میں لاکھوں انسان جماعت میں شامل ہو رہے ہیں مگر اس وقت ہماری تبلیغ کے سب سے زیادہ مستحق غیر احمدی مسلمان ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

اے دل تو نیز خاطر ایناں نگاہ دار
کاخر کنند دعویٔ حبّ پیمبرم

کہ اے میرے دل تو ہمیشہ اس بات کا خیال رکھ کہ آخر تیرے محبوب رسول ﷺ کی طرف منسوب ہونے کا دعوی کرتے ہیں۔ پس تو اس محبوب رسول ﷺ کی محبت کی خاطر ہمیشہ ان (یعنی مسلمانوں) سے بھلائی کا سلوک کرتا چلا جا۔

مسلمانوں کے ہر طبقے کو اور ہر سطح پر تبلیغ کی ضرورت ہے اور انہیں تبلیغ کرنے کیلئے وہ طریق اختیار کرنے ہوں گے جو آنحضرت ﷺ نے اختیار فرمائے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا وَاَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ (سورۃ الشعراء) اپنے اہل خاندان یعنی اقرباء کو ڈرا۔ چنانچہ اس حکم الٰہی کی تعمیل میں آپ ﷺ نے بنو عبد المطلب کو بلا کر تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا۔ چنانچہ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ کو اختیار کرتے ہوئے ہر احمدی فرد کو اپنے قریبی اور دور کے رشتے داروں، اُنکے رشتہ داروں، اپنے دوستوں، اپنے ساتھ کام کرنے والوں کو منتخب کر کے تبلیغ کا سلسلہ شروع کرنا چاہئے۔

بعض احمدی احباب وخواتین اپنے غیر احمدی رشتہ داروں سے قطع تعلق کر لیتے ہیں یا وہ اُن سے قطع تعلق کر لیتے ہیں۔ تبلیغی لحاظ سے یہ انتہائی نقصان دہ ہے۔ اس کو بہرحال ختم کرنا ضروری ہے۔

صداقت کو قبول کرنا انتہائی مشکل ہوتا ہے آپ کے رشتہ دار کی حالت ایک روحانی اور دینی لحاظ سے اُس ''بیمار'' کی سی ہے جو اپنی شفاء اور تندرستی کے لئے دوا پینے سے انکار کر رہا ہے۔ اور اگر اُسے اسی حالت میں چھوڑ دیا گیا تو آنحضرت ﷺ کی حدیث کے مطابق ''النار'' آگ کے گڑھے میں گر جائے گا۔ ہمارے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ تمام جہانوں کے لئے 'رحمت' ہیں ہم ان کے غلام ہیں۔ اُس آقا کی رحمت ہم سے تقاضا کرتی ہے کہ اپنے غیر احمدی رشتہ داروں سے قطع تعلقی کی رکاوٹ کو دور کریں۔ اور قران مجید کے حکم کو مانیں فَاِذَا الَّذِىۡ بَيۡنَكَ وَبَيۡنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِىٌّ حَمِيۡمٌ (حم السجدہ:35) ایسا شخص جس کے درمیان دشمنی تھی وہ گویا اچانک ایک جاں نثار

دوست بن جائے۔ ہمیں ان کی نجات اور ایمان کی خاطر اپنے جذبات کی آخری حد تک قربانی دینی ہو گی۔ سید نا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا اسوہ اور نمونہ ہمارے سامنے ہے۔ قوم کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے آپ ﷺ فکرمند رہتے تھے۔ آپ ﷺ کی فکرمندی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ (الکھف) اے محمد ﷺ کیا تو شدت غم کے باعث ان کے پیچھے اپنی جان کو ہلاک کر دے گا۔

ہم میں سے ہر ایک کو آنحضرت ﷺ کے طریق کے مطابق دن رات یہ فکر اور کوشش کرنی چاہئے کہ ہمارے رشتہ دار اور دوست آنحضرت ﷺ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت امام مہدی علیہ السلام پر ایمان لے آئیں۔ ایمان لانے میں اُن کا اپنا روحانی اور دینی فائدہ ہے۔

جماعت احمدیہ میں شامل ہونے والے ابتدائی صحابہ کی تاریخ کے مطالعہ سے علم ہوتا ہے کہ ان میں بہت سے صحابہ کرام (رضی اللہ عنھم) نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ کیا اور بیعت کر کے جماعت میں شامل ہو گئے۔ مثال کے طور عصر حاضر کے سید الشہداء حضرت صاحبزادہ سید عبد اللطیف صاحب رضی اللہ عنہ اور حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام علیہ السلام کی کتاب آئینہ کمالات اسلام کا مطالعہ کیا تو آپؑ کے گرویدہ ہو گئے اور بیعت کر کے جماعت میں شامل ہو گئے۔

حضرت میاں محمد دین صاحب پٹواری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ...... براھین احمدیہ پڑھتے پڑھتے جب میں ہستی باری تعالیٰ کے ثبوت کو پڑھتا ہوا صفحہ 90 اور صفحہ 149 پر پہنچا میری دہریت کافور ہو گئی۔ میری آنکھ ایسے کھلی جس طرح کوئی سویا ہوا یا مرا ہوا...... زندہ ہو جاتا ہے...... میری صبح ہوئی تو میں وہ محمد دین نہ تھا جو کل شام تک تھا۔

داعیان الی اللہ کو کوشش کرنی چاہئے کہ زیر تبلیغ افراد کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب مطالعہ کیلئے دیں۔ اب تو بہت ساری کتب کے انگریزی ہندی اور علاقائی زبانوں میں تراجم دستیاب ہیں۔ نیز یہ کتب موبائل فون میں بھی ڈاؤن لوڈ کی جاسکتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے اُمیدوار

تبلیغ کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ انتہائی مفید اور نتیجہ خیز ثابت ہو رہا ہے۔ مخالفین احمدیت جب تبلیغ کا ایک دروازہ بند کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ دوسرا دروازہ کھول دیتا ہے عصر حاضر میں اللہ تعالیٰ نے جماعت کو تبلیغ کے لئے ایم۔ ٹی۔ اے۔ کا ذریعہ عطا فرمایا ہے۔ اس سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہئے۔ زیر تبلیغ افراد کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات اور وہ تقاریر سنوانے اور سُننے کی تحریک کرنی چاہئے جو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے پیس سمپوزیم اور دوسرے بین الاقوامی ادارہ جات میں ارشاد فرمائی ہیں۔ یہ خطابات تشنہ روحوں کے لئے آب حیات ثابت ہو رہے ہیں۔ اسی طرح آجکل کے نوجوانوں اور تعلیم یافتہ طبقہ کو تبلیغ کے لئے جماعت کی ویب سائٹ سے استفادہ کی طرف بھی متوجہ کرنا ضروری ہے۔

یاد رہے دعوۃ الی اللہ کوئی آسان کام نہیں، یہ بڑا مشکل کام ہے مگر اس مشکل و مخالفت کو برداشت کرنے میں اللہ کے پیارے بندے ایک روحانی لذت محسوس کرتے ہیں۔ عام آدمی اُس لذت کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

دعوتِ ہر ہرزَہ گو کچھ خدمتِ آساں نہیں
ہر قدم میں کوہِ ماراں ہر گزر میں دشتِ خار

یعنی کسی بھی زبان دراز انسان کو تبلیغ کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ داعی الی اللہ کو ہر قدم پر مصیبت کے پہاڑوں کا سامنا کرنا ہو گا۔ اور ہر راستے پر خطرناک جنگل اور کانٹوں پر سے چلنا ہو گا۔

جماعت احمدیہ کے بزرگوں نے دعوۃ الی اللہ کے لئے بڑی بڑی تکلیفوں اور اذیتوں کو بڑے صبر اور خندہ پیشانی سے برداشت کیا ہے۔ حضرت مولانا برھان الدین رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ سیالکوٹ میں آپ کو بعض مخالفین نے پکڑ لیا اور بے عزتی کی، بلکہ پکڑ کر منہ میں گوبر ٹھونس دیا۔ آپ نے بڑی بشاشت سے فرمایا ''او برھانا ایہہ نعمتاں کتھوں،، یعنی اے برہان الدین یہ نعمتیں کہاں میسر آتی ہیں۔ کسی عورت نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کھڑکی سے راکھ ڈالنے کی کوشش کی۔ حضور علیہ السلام تو گزر گئے مگر راکھ مولوی صاحب کے سر پر پڑی۔ آپ نے نہایت خوشی سے فرمایا۔ ''پا اے مائے پا'' یعنی بڑھیا اور راکھ ڈالو۔

(تاریخ احمدیت، جلد 2، صفحہ 410)

اللہ، اللہ یہ تھا صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تبلیغی جوش وجذبہ جو گوبر منہ میں ڈالا گیا اُسے اللہ کی نعمت قرار دے رہے ہیں۔ دنیا والے شاید اسے پاگل پن سمجھیں گے، مگر اللہ کے پیارے اسے رحمت الٰہی سمجھتے ہیں۔ اور انہی فدائین کے بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔

عاقل کا یہاں پر کام نہیں وہ لاکھوں بھی بے فائدہ ہیں
مقصود مِرا پورا ہو اگر مل جائیں مجھے دیوانے دو

تاریخ احمدیت سے یہ بھی ثابت ہے کہ بعض شدید مخالفین احمدیت پر بعض ایسے لمحات آئے جب اُن پر آفتاب صداقت کی ہلکی سی کرن پڑی تو اُن کی مخالفت برف کی طرح پگھل کر محبت میں تبدیل ہو گئی۔ سن 1891 میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام مشرقی پنجاب کے مشہور شہر لدھیانہ میں مقیم تھے۔ ان دنوں مولوی غلام نبی صاحب خوشابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شدید مخالف تھے، اور حیات مسیح کے حق میں پُرجوش تقریریں کیا کرتے تھے۔ ایک دن مولوی صاحب مخالفانہ تقریر کر کے اپنے مداحوں کے ہمراہ واپس لوٹ رہے تھے۔ حسن اتفاق سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی رہائش گاہ سے باہر تشریف لائے اور راستے میں حضور علیہ السلام کا سامنا مولوی غلام نبی صاحب سے ہو گیا۔ حضور علیہ السلام نے السلام علیکم کہہ کر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا اور مولوی صاحب نے جواب میں وعلیکم السلام کہہ کر مصافحہ کیا۔ حضور علیہ السلام مولوی صاحب کو اپنی رہائش گاہ لے آئے۔ مولوی صاحب حضور علیہ السلام کے سامنے دو زانو بیٹھ گئے۔ باہر عوام الناس کہہ رہے تھے کہ آج مولوی صاحب مرزا صاحب کو ہرا کر ہی آئیں گے۔ مولوی صاحب نے حضور علیہ السلام سے پوچھا آپ نے وفات مسیح کا مسئلہ کہاں سے لیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن شریف کے دو مقام پر کاغذ کا نشان رکھ کر مولوی صاحب کے ہاتھ میں دے دیا۔ ایک تو سورۃ آل عمران آیت نمبر 55 يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ (یعنی اللہ نے کہا اے عیسیٰ میں تجھے وفات دوں گا) اور دوسری سورہ المائدہ کی آیت نمبر 118 فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ (جب تو نے مجھے وفات دے دی تھی)۔ مولوی صاحب دونوں آیات کو دیکھ کر حیران رہ گئے اور کہنے لگے۔ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ (فاطر) (اللہ انکے اعمال کے پورے پورے اجر دے گا) بھی تو قرآن میں موجود ہے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ اور باب ہے اور وہ اور باب ہے۔ مولوی صاحب دو چار منٹ حیران ہو گئے اور سوچ کر کہنے لگے۔ معاف فرمائیں میری غلطی تھی۔ جو کچھ آپ نے فرمایا صحیح ہے۔ قرآن مجید آپ کے ساتھ ہے۔ حضور نے دریافت فرمایا جب قرآن مجید ہمارے ساتھ ہے تو آپ کس کے ساتھ ہیں؟ مولوی صاحب نے روتے روتے کہا یہ خطا کار گناہ گار بھی حضور کے ساتھ ہے۔

باہر لوگ اس انتظار میں خوش ہو رہے تھے کہ آج مرزا قابو آیا ہے۔ آج مرزا کو توبہ کرنی پڑے گی۔ جب شور زیادہ بلند ہوا تو مولوی صاحب نے کہلا بھیجا کہ لوگو تم جاؤ میں نے حق دیکھ لیا اور پالیا۔ میرا تم سے کوئی کام نہیں۔ اگر تم اپنا ایمان سلامت رکھنا چاہتے ہو تو آجاؤ اور اس امام کو مان لو۔ پھر مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عرض کیا کہ میں اس وقت بموجب حکم، سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کا سلام پہنچاتا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے ایک عجیب آواز سے ''وعلیکم السلام'' فرمایا۔

(تاریخ احمدیت، جلد اول، صفحہ 403)

مولوی غلام نبی صاحب یا آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے مخالفین کے بارے میں کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ چند لمحات میں ان کی کایا پلٹ جائے گی۔ مگر دنیا نے ان کی عداوت کو محبت میں تبدیل ہوتے دیکھا۔ لہٰذا داعیان الی اللہ کو مخالفین کی مخالفت و عداوت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے بلکہ حکمت اور دعا کے ساتھ مسلسل تبلیغ جاری رکھنی چاہئے اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی یہ نصیحت یاد رکھنی چاہئے کہ

تم دیکھو گے کہ انہی میں سے قطراتِ محبت ٹپکیں گے
بادل آفات و مصائب کے چھاتے ہیں اگر تو چھانے دو

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو فصیح و بلیغ عربی زبان معجزانہ طور پر سکھائی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرنے پر آپ کو ایک ہی رات میں عربی کا چالیس ہزار مادہ سکھا دیا گیا (تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 473) اور آپ نے 1893ء میں التبلیغ نام کی پہلی کتاب آئینہ کمالات اسلام کے ساتھ شائع فرمائی۔ بعد ازاں اور بھی عربی کتب تصنیف فرمائیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ غیر احمدی مولوی اس معجزہ کو دیکھ کر آپ پر ایمان لے آتے، مگر ان میں سے بعض کو شیطان نے الٹا راستہ دکھایا اور انہوں نے سمجھا کہ مرزا صاحب نے بعض عرب و عجم علماء رکھے ہوئے ہیں وہ مرزا صاحب کو عربی کتب لکھاتے ہیں۔ چنانچہ ایک مولوی ذی علم بارہ نمبرداروں کے ساتھ خفیہ طور پر اس کھوج کے لئے قادیان آیا کہ اُن علماء کا پتا کیا جائے جو مرزا صاحب کو عربی کتب لکھواتے ہیں۔

ان دنوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو خادم رات کو حضور علیہ السلام کے پاؤں دبایا کرتے تھے ایک مولوی محمد چراغ صاحب جو بالکل ان پڑھ تھے اور دوسرے معین الدین صاحب نابینا۔ وہ بھی ان پڑھ تھے اور حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی صحابی رضی اللہ عنہ مسجد مبارک سے ملحقہ کمرہ بیت الفکر میں رہائش پزیر تھے۔ وہ غیر احمدی مولوی حضرت منشی صاحب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اُن علماء کے بارے میں سوال کیا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عربی کتب لکھنے میں مدد دیتے ہیں۔ حضرت منشی صاحب رضی اللہ عنہ سارا معاملہ سمجھ گئے اور بڑی حکمت سے جواب دیا ''ہاں مولوی محمد چراغ صاحب اور معین الدین صاحب رات کو مرزا صاحب کے پاس ہوتے ہیں۔ یہ دو علماء رات کو ضرور مدد کرتے ہوں گے۔''

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اندر دالان حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا میں یہ جواب سن کر بہت ہنسے۔ اگلے دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت منشی صاحب رضی اللہ عنہ کو فرمایا ''وہ دونوں علماء جو رات کو میرے پاس ہوتے ہیں وہ ان مولوی صاحب کو دکھا دیں۔'' جب انہوں نے دونوں ملازموں کو دیکھا تو بغیر کچھ بولے چلے گئے۔ اور ایک تھال شیرینی لے کر آئے اور حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ میری بیعت لے لیں۔ اب کوئی شک وشبہ میرے دل میں نہیں رہا۔ چنانچہ وہ اپنے بارہ ساتھیوں سمیت بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شامل ہو گئے۔

اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات ان لوگوں کو بھی ہدایت دے دیتا ہے جو اپنی مخالفانہ نیت سے احمدیت کے متعلق تحقیق و کھوج کرنے آتے ہیں اور انہیں بھی صراط مستقیم نصیب ہو جاتی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ انہیں حکمت کے ساتھ تبلیغ کی جائے۔ ہمارا کام تبلیغ کرنا ہے۔ ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

سورۃ النحل کی آیت 126 میں اللہ تعالیٰ

نے داعی الی اللہ کو نصیحت کی ہے کہ اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت کے ساتھ اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دے۔

تبلیغ کرتے وقت ان بنیادی اصولوں کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے جو قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں۔ اور ایسی تدبیر و حکمت اختیار کرنی چاہئے جس سے تبلیغ کامیاب اور نتیجہ خیز ثابت ہو۔ حضرت مصلح موعودؓ حکمت سے تبلیغ کا واقعہ سنایا کرتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک قدیمی صحابی میاں شیر محمد صاحبؓ ان پڑھ آدمی تھے۔ تقسیم ملک سے قبل مشرقی پنجاب کے شہر پھلور سے بمقام بنگہ تک یکہ (یعنی ٹانگہ) چلایا کرتے تھے۔ جب سواریاں بیٹھ جاتیں اور سفر شروع ہو جاتا تو پوچھتے کہ آپ میں سے کوئی پڑھا ہوا ہے۔ میرے پاس یہ اخبار الحکم آیا ہے۔ ذرا اس کو پڑھ کر سنا دیجئے۔ جب کوئی مسافر اخبار پڑھنا شروع کرتا تو میاں شیر محمد صاحبؓ جرح شروع کر دیتے یہ کیا لکھا ہے؟ اسکا کیا مطلب ہے؟ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ انہوں نے مجھے سنایا تو اُس وقت تک اُن کے ذریعہ الحکم یا الفضل پڑھانے کے نتیجہ میں ایک درجن سے زیادہ احمدی ہو چکے تھے۔ اس کے بعد بھی وہ کئی سال تک زندہ رہے نامعلوم کتنے آدمی ان کے ذریعہ اس طریق پر احمدیت میں داخل ہوئے۔

(الفضل 7 نومبر 1945 صفحہ 3 جلد 33)

یہاں داعیان الی اللہ کے لئے یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ بعض اوقات وہ تبلیغ کرتے چلے جاتے ہیں مگر کامیابی نہیں ہوتی اور لوگ جماعت میں شامل نہیں ہوتے۔ اس بارے میں حضرت المصلح الموعودؓ فرماتے ہیں:

''اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ (سورۃ النحل آیت نمبر 126) یقیناً تیرا رب ہی اُسے جو راستے سے بھٹک چکا ہو سب سے زیادہ جانتا ہے۔ اس آیت میں بتلایا ہے کہ تم اچھی طرح تبلیغ کرتے رہو۔ لیکن اگر لوگ نہ مانیں تو اس سے یہ نتیجہ نکال کر مایوس نہ ہو جانا کہ ہمیں تبلیغ کرنی نہیں آتی۔ کیونکہ بہت ممکن ہے کہ تمہاری تبلیغ میں نقص نہ ہو مگر مخاطب کے دل پر اس کے گناہوں کا ایسا زنگ ہو کہ خدا تعالیٰ اُس کیلئے ہدایت کی کھڑکی نہ کھولے۔ غرض تبلیغ میں منہمک رہنا چاہئے۔ نتیجہ نکالنا اور اثر پیدا کرنا خدا تعالیٰ کا کام ہے۔''

(تفسیر کبیر سورۃ النحل زیر آیت 123 مفہوماً)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے افراد جماعت کو دعوۃ الی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کا احمدیوں پر احسان ہے کہ اس نے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شامل ہونے کی توفیق دی۔ اور اللہ کا یہ احسان ہم پر یہ ذمہ داری ڈالتا ہے کہ جس قیمتی خزانے کو ہم نے حاصل کیا ہے اسے دوسروں تک پہنچائیں اور انہیں شیطان کے چنگل سے آزاد کرائیں۔''

(خطبہ جمعہ 4 جون 2004 بحوالہ روزنامہ الفضل 8 جون 2004)

''دنیا تیزی سے تباہی کی طرف بڑھ رہی ہے اس کو تباہی سے بچائیں کیونکہ اب اللہ تعالیٰ کی طرف جھکے بغیر کوئی قوم بھی محفوظ نہیں۔ اس لئے اب ان کو بچانے کے لئے داعیان الی اللہ کی مخصوص تعداد یا مخصوص ٹارگیٹ حاصل کرنے کا وقت نہیں ہے۔ بلکہ اپنی جماعتوں کی ایسی منصوبہ بندی کریں کہ ہر احمدی اللہ کے پیغام کو پہنچانے میں مصروف ہو جائے۔''

(روزنامہ الفضل 8 جون 2004)

تبلیغ کے لئے ہم میں سے ہر ایک کو موقع و محل کے مطابق وہ طریق اختیار کرنا چاہئے جسے وہ مناسب خیال کرتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں یہ دعا کرنا ہے:

اے میرے پیارے فدا ہو تجھ پر ہر ذرہ مرا
پھیر دے میری طرف اے ساربان جگ کی مہار

اللہ تعالیٰ ہم سب کو کامیاب اور نتیجہ خیز باثمر تبلیغ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وعدہ کیا ہے:

''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا''

تبلیغ تو اللہ تعالیٰ نے پہنچانی ہے۔ ہم نے تو ''لہو لگا کر شہیدوں میں شامل ہونا'' والی مثل کے مطابق اپنی طرف سے تبلیغ کر کے اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب لینا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ہمیں اللہ تعالیٰ پر توکل اور یقین ہے کہ جس طرح اس نے ہمارے بزرگان کی تبلیغی مساعی کو بابرکت بنا یا تھا، ہماری حقیر کوششوں کو بھی قبول کرتے ہوئے انہیں باثمر بنا دیگا۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ پر یقین رکھ کر تبلیغ کرنی ہے جو اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ:

''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا'' (تذکرہ صفحہ 260)

''دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُسے قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دے گا''

(تذکرہ صفحہ 148)

''خدا اپنے منہ سے اس فرقہ کی حمایت کیلئے ایک قرناء بجائے گا اور اس قرناء کی آواز سے ہر ایک سعید اس فرقہ کی طرف کھنچا آئے گا بجز اُن لوگوں کے جو شقی ازلی ہیں جو دوزخ کے بھرنے کیلئے پیدا کیے گئے ہیں۔''

(براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 108)

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
جس کی فطرت نیک ہے وہ آئے گا انجام کار

......☆......☆......☆......

حضرت مسیح موعودؑ کی تصویر دیکھ کر

(مکرم مولانا ظفر محمد ظفر صاحب مرحوم، ربوہ)

عکسِ جمیل و صورتِ زیبا و باوقار
پڑتی ہیں کیوں نگاہیں میری تجھ پہ بار بار

دنیا میں ہم نے دیکھے بہت خوبرو مگر
صورت تیری ہے صنعتِ صانع کا شاہکار

تیری جبیں پہ حُسنِ ازل کی تجلیاں
طلعت سے تیری نورِ صداقت ہے آشکار

دنیا سے بے نیاز نگاہیں جُھکی جُھکی
غضِ بصر کے حُسن کی تفسیر شاندار

آقا تری دُعاؤں سے وہ دن قریب ہیں
تیری جھکی نگاہوں کو ہے جن کا انتظار

اسلام غالب آئے گا دنیا میں عنقریب
دجال کو ہے آج تلاش رہ فرار

اب ساعتِ ہلاکتِ باطل قریب ہے
یاجوج بے قرار ہے ماجوج بے قرار

مغرب کے بت کدوں میں قیامت ہوئی بپا
تثلیث ہوتی جاتی ہے توحید کا شکار

(روزنامہ الفضل 25 جولائی 1979، صفحہ 2)

......☆......☆......

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
ہر مومن سے میرا تعلق اتنا قریبی ہے کہ
اتنا تعلق اسے اپنی جان سے بھی نہ ہوگا۔ (صحیح مسلم)

طالب دعا: افراد خاندان مکرم جے وسیم احمد صاحب مرحوم (چنتہ کنٹہ)

تقریر جلسہ سالانہ قادیان 2016

جماعت احمدیہ اور خدمت قرآن

عطاء المجیب لون (نائب ناظر نشر و اشاعت قادیان)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

هُوَالَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیۡهِمۡ وَیُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَةَ ٭ وَاِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ○ وَّاٰخَرِیۡنَ مِنۡهُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ ؕ وَهُوَالۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ○ (سورۃ الجمعہ: 3و4)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں اُنہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا۔ وہ اُن پر اُس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور اُنہیں پاک کرتا ہے اور اُنہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں تھے۔ اور اُنہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اُسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی اُن سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحب حکمت ہے۔

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول حضرت خاتم النبیین ﷺ نے اپنی وفات سے قبل اُمت محمدیہ کے سامنے ان الفاظ میں وصیت فرمائی تھی کہ ''تَرَکۡتُ فِیۡکُمۡ اَمۡرَیۡنِ لَمۡ تَضِلُّوۡا مَا تَمَسَّکۡتُمۡ بِهِمَا کِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ رَسُوۡلِهٖ'' (مشکوۃ باب الاعتصام والسنۃ)

یعنی میں تم میں دو باتیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے میرے مسلک سے گمراہ نہیں ہو سکو گے۔ جن میں سے ایک اللہ کی کتاب قرآن کریم ہے اور دوسری اُس کے رسول (یعنی رسول کریم ﷺ کی) سنت ہے۔

پس چاہئے تو یہ تھا کہ مسلمان رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اس اہم وصیت پر دل و جان سے عمل کر کے اُن فیوض اور برکات کے وارث بنتے جو قرآن کریم کی تلاوت اور اس کی تعلیم پر عمل پیرا ہونے کے نتیجہ میں حاصل ہوتی ہیں لیکن اس کے برعکس مسلمانوں نے بدقسمتی سے قرآن مجید کی تعلیمات کو پس پُشت ڈال دیا اور اس آسمانی نعمت کی قدر نہ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دن بدن قعر مذلت میں گرتے چلے گئے اور اُن کی شان و شوکت اور رعب و دبدبہ جاتا رہا۔

اسی حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعودؑ ایک شعر میں فرماتے ہیں کہ:

مسلمانوں پہ تب ادبار آیا
کہ جب تعلیم قرآں کو بھلایا

اس زبوں حالی کے بارے میں ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ نے ہمیں پہلے سے مطلع کر دیا تھا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جب ایمان ثریا ستارے پر چلا جائے گا۔ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا اور قُرآن کے صرف الفاظ باقی رہ جائیں گے۔ قُرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ اس پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ

وَقَالَ الرَّسُوۡلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوۡمِی اتَّخَذُوۡا هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ مَهۡجُوۡرًا

(سورۃ الفرقان: 31)

یعنی: اور رسول کہے گا اے میرے ربّ! یقیناً میری قوم نے اس قُرآن کو متروک کر چھوڑا ہے۔

قرآن مجید کو متروک و مہجور چھوڑے جانے والے اس زمانہ کے متعلق اللہ اور اُس کے رسول محمد عربی ﷺ نے خوش خبریاں بھی بیان فرمائی تھیں۔ یہ ناممکن تھا کہ قُرآن مجید کو اسی متروک و مہجور حالت میں چھوڑا جاتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ چنانچہ اس آخری زمانہ میں اُس نے اپنے پیارے رسول کے ظل کو مبعوث کرنے کا وعدہ قرآن کریم کی سورۃ جمعہ میں بیان فرمایا۔ اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر ایمان ثریا پر بھی جا پہنچا ہو تو اہل فارس میں سے ایک شخص یا کچھ لوگ اسے واپس لے آئیں گے۔ یعنی احیاء دین اور اقامت شریعت کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے خدمت قُرآن کی اس عظیم ذمہ داری کو ادا کریں گے۔ قُرآن کریم کی خدمت یہ نہیں ہے کہ اس کو خوبصورت غلافوں میں سجا کر خوبصورت الماریوں میں رکھا جائے اور اس کی جھوٹی، سچی قسمیں کھائی جائیں، بلکہ اس کی خدمت یہ ہے کہ اس کے نور کو ہر سُو پھیلایا جائے، اس کثرت کے ساتھ پھیلایا جائے کہ ہر طرف سے یہ آواز آئے کہ وَاَشۡرَقَتِ الۡاَرۡضُ بِنُوۡرِ رَبِّهَا (الزمر: 71)۔ زمین خدا کے نور سے چمک اُٹھی زمین خدا کے نور سے چمک اُٹھی۔

اسی مقصدِ وحید اور مقصدِ عظیم کے لئے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی بعثت بطور مسیح و مہدی ہوئی۔ جیسا کہ آپؑ فرماتے ہیں:

'' خداوند تعالیٰ نے اس احقر عباد کو اس زمانہ میں پیدا کر کے اور صدہا نشانِ آسمانی اور خوارقِ غیبی اور معارف و حقائق مرحمت فرما کر اور صدہا دلائل عقلیہ قطعیہ پر علم بخش کر یہ ارادہ فرمایا ہے کہ تا تعلیماتِ حقہ قرآنی کو ہر قوم اور ہر ملک میں شائع اور رائج فرماوے اور اپنی حُجت ان پر پوری کرے۔'' (براہین احمدیہ، روحانی خزائن، جلد اول، صفحہ 596 حاشیہ)

اُنہی قُرآنی تعلیمات کو اس زمانہ میں دنیا کے سامنے لانے کی ضرورت تھی۔ جیسا کہ آپؑ فرماتے ہیں:

''اس زمانہ میں بلاشبہ کتاب الٰہی کے لئے ضروری ہے کہ اس کی ایک نئی اور صحیح تفسیر کی جائے کیونکہ حال میں جن تفسیروں کی تعلیم دی جاتی ہے وہ نہ اخلاقی حالت کو درست کر سکتی ہیں اور نہ ایمانی حالت پر نیک اثر ڈالتی ہیں۔ بلکہ فطرتی سعادت اور نیک روشنی کی مزاحم ہو رہی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دراصل اپنے اکثر زوائد کی وجہ سے قرآن کریم کی تعلیم نہیں ہے۔ قرآنی تعلیم ایسے لوگوں کے دلوں سے مٹ گئی ہے کہ گویا قرآن آسمان پر اُٹھایا گیا ہے۔ وہ ایمان جو قرآن نے سکھلایا تھا اُس سے لوگ بے خبر ہیں وہ عرفان جو قرآن نے بخشا تھا اس سے لوگ غافل ہو گئے ہیں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ قرآن پڑھتے ہیں مگر قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہیں اُترتا۔ اِنہی معنوں سے کہا گیا ہے کہ آخری زمانہ میں قرآن آسمان پر اُٹھایا جائے گا پھر اُنہی حدیثوں میں لکھا ہے کہ پھر دوبارہ قرآن کریم کو زمین پر لانے والا ایک مرد فارسی الاصل ہوگا۔''
(ازالہ اوہام، روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 492 حاشیہ)

اس عظیم الشان خدمت کو سرانجام دینے کے لئے قُرآن مجید سے جس عشق کی ضرورت تھی وہ کوٹ کوٹ کر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کے اندر جاگزیں کر رکھا تھا۔ آپؑ کا اُٹھنا بیٹھنا، اوڑھنا بچھونا، قُرآن مجید کی تلاوت کرنا اور اس کے مطالب و معانی پر غور و فکر کرنا تھا۔ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب فرماتے ہیں:

''آپؑ کے پاس ایک قُرآن مجید تھا اس کو پڑھتے اور اس پر نشان کرتے رہتے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں بلامبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ شاید دس ہزار مرتبہ اس کو پڑھا ہو۔'' (حیات طیبہ، صفحہ 13)

اسی عشق کی عکاسی آپؑ کا یہ شعر بھی کرتا ہے کہ

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قُرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

آپؑ کو قُرآن مجید کے حقائق و معارف کو دنیا کے سامنے ظاہر کرنے کے لئے نشان عطا کیا گیا تھا جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:

''اور مجھے اُس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ مجھے قُرآن کے حقائق اور معارف کے سمجھنے میں ہر ایک روح پر غلبہ دیا گیا ہے اور اگر کوئی مولوی مخالف میرے مقابل پر آتا جیسا کہ میں نے قُرآنی تفسیر کے لئے بار بار ان کو بلایا تو خدا اس کو ذلیل اور شرمندہ کرتا۔ سو فہم قُرآن جو مجھ کو عطا کیا گیا یہ اللہ جلّ شانہ کا ایک نشان ہے۔''
(سراج منیر، روحانی خزائن، جلد 12، صفحہ 41)

یہی وہ مال ہے جس کے بارہ میں احادیث میں آتا ہے کہ جب مسیح موعود آئے گا تو وہ دنیا میں مال تقسیم کرے گا۔ اور اسی مال کی تقسیم کے بارہ میں آپؑ فرماتے ہیں:

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے اُمیدوار

آپؑ کی اَسّی سے زائد کتب، آپؑ کے ملفوظات، آپ کے مکتوبات اور اشتہارات اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ آپؑ نے اپنی پوری زندگی قُرآن مجید کی خدمت میں صَرف کی اور اس کے حقائق و معارف کو دنیا کے سامنے لایا۔ اُن حقائق و معارف کو جو اس سے پہلے مفقود تھے اور لوگوں کے دلوں سے نکل کر ثریا ستارے پر چلے گئے تھے۔

ایک اور عظیم الشان خدمت جو آپؑ نے قُرآن مجید کی کی وہ یہ ہے کہ آپؑ نے قُرآن مجید کا صحیح مقام و مرتبہ ہمارے دلوں میں بٹھایا اور دنیا کے سامنے پیش فرمایا۔ آپؑ کی بعثت سے قبل حدیث کو قُرآن پر قاضی خیال کیا جاتا تھا۔ لیکن آپؑ نے فرمایا کہ قُرآن مجید سب سے اوپر ہے۔ حدیث اگر قُرآن مجید کے مقابل پر کھڑی ہو تو اُس کو ترک کر کے قُرآن مجید کو اختیار کرنا چاہئے نہ یہ کہ حدیث کو اختیار کر کے قُرآن کو ترک کیا جائے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

''ہم حدیث کو خادم قرآن اور خادم سنّت قرار دیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ آقا کی شوکت خادموں کے ہونے سے بڑھتی ہے قرآن خدا کا قول ہے اور سنّت رسول اللہ کا فعل اور حدیث سنّت کے لئے ایک تائیدی گواہ ہے۔ **نعوذ باللہ** یہ کہنا غلط ہے کہ حدیث قرآن پر قاضی ہے اگر قرآن پر کوئی قاضی ہے تو وہ خود قرآن ہے۔''
(روحانی خزائن، جلد 19، کشتی نوح، صفحہ 62)

نیز فرماتے ہیں:

''سو تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سَو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے سو تم قرآن کو تدبّر سے پڑھو اور اُس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ اَلۡخَیۡرُ کُلُّهٗ فِی الۡقُرۡاٰنِ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں یہی بات سچ ہے افسوس اُن لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت

نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی تمہارے ایمان کا مُصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔‘‘

(روحانی خزائن، جلد 19، کشتی نوح، صفحہ 26)

کیا وصف اُس کے کہنا ہر حرف اُس کا گہنا
دلبر بہت ہیں دیکھے دِل لے گیا یہی ہے

حضرات! ایک اور بے مثل خدمت جو حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام نے قرآن مجید کی کی وہ عقیدہ ناسخ ومنسوخ سے تعلق رکھتی ہے۔

قرآن مجید یہ اعلان کر رہا ہے کہ کیا تم قرآن مجید پر تدبر نہیں کرتے کہ اگر وہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو تم اُس میں اختلاف کثیر پاتے اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (النساء:83)

حضرت رسول اکرم ﷺ اعلان فرمارہے ہیں کہ اِنَّ الْقُرْآنَ لَمْ يَنْزِلْ يُكَذِّبُ بَعْضُهُ بَعْضًا بَلْ يُصَدِّقُ بَعْضُهُ بَعْضًا۔ (مسند احمد بن حنبل مسند المکثرین من الصحابۃ حدیث 6415)(بحوالہ الذکر المحفوظ)

قرآن کریم اس طرح نازل نہیں ہوا کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کو جھٹلائے بلکہ اس طرح نازل ہوا ہے کہ کا اس ایک حصہ دوسرے کی تصدیق کرتا ہے۔ لیکن ان کافی وشافی دلائل کے باوجود اُمت میں ناسخ ومنسوخ کا عقیدہ تراشا گیا اور سینکڑوں آیات کو منسوخ قرار دیا گیا اور مستشرقین اور مغربی محققین کو بھی قرآن مجید پر اعتراض کا موقعہ فراہم کیا گیا۔

لیکن قربان جایئے اس عاشق قرآن اور خادم قرآن پر کہ آپ علیہ السلام نے اس عقیدہ کو کلیۃً خارج کردیا اور فرمایا کہ:

’’ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے اور ایک شعشہ یا نقطہ اس کی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہوسکتا اور نہ کم ہوسکتا ہے اور اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہوسکتا جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کی تبدیل یا تغییر کرسکتا ہو۔‘‘

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 170)

نیز فرمایا:

’’جو شخص اپنے نفس کے لئے خدا کے حکم کو ٹالتا ہے وہ آسمان میں ہرگز داخل نہیں ہوگا۔ سو تم کوشش کرو جو ایک نقطہ یا ایک شعشہ قرآن شریف کا بھی تم پر گواہی نہ دے تا تم اسی کیلئے پکڑے نہ جاؤ۔‘‘

(کشتی نوح، روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 25)

جس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت ہوئی وہ زمانہ ایسا تھا کہ اسلام، بانی اسلام اور قرآن مجید پر مخالفین و معاندین کی طرف سے چوطرفہ اعتراضات کئے جارہے تھے۔ اور ان اعتراضات کی بنا پر اسلام، بانیٔ اسلام اور قرآن مجید کو جھوٹا ثابت کرنے کی کوشش کی جارہی تھی۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام جری اللہ فی حلل الانبیاء۔ انبیاء کے لبادہ میں اللہ کے پہلوان کی حیثیت سے مبعوث ہوئے اور آپؑ نے ان تمام اعتراضات کا قلع قمع کرکے اسلام اور قرآن مجید کی عظیم خدمت سرانجام دی۔ آپ نے اپنی کتب میں ان تمام اعتراضات کو پاش پاش کرکے رکھ دیا اور اسلام اور قرآن مجید پر مخالفین جو گرد وغبار ڈالنے کی کوشش کر رہے تھے اُن کی کوششوں کو ناکام ونامراد بنادیا۔ آپ فرماتے ہیں:

’’میں اس وقت محض للہ اس ضروری امر سے اطلاع دیتا ہوں کہ مجھے خدا تعالیٰ نے اس چودھویں صدی کے سر پر اپنی طرف سے مامور کرکے دین متین اسلام کی تجدید اور تائید کے لئے بھیجا ہے تاکہ میں اس پُرآشوب زمانہ میں قرآن کی خوبیاں اور حضرت رسول اللہ ﷺ کی عظمتیں ظاہر کروں اور ان تمام دشمنوں کو جو اسلام پر حملہ کر رہے ہیں اُن نوروں اور برکات اور خوارق اور علوم لدنیہ کی مدد سے جواب دوں جو مجھ کو عطا کئے گئے ہیں۔‘‘

(برکات الدعا، روحانی خزائن، جلد 6، صفحہ 34)

آپؑ نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں ان تمام اعتراضات کے جوابات دیئے اور اس کتاب کا نام ’’البراھین الاحمدیہ علیٰ حقیقۃ کتاب اللہ القرآن و النبوۃ المحمدیہ‘‘ رکھ کر اس کے اندر ایسے قوی اور ناقابل تردید دلائل قرآن مجید اور آنحضرتؐ کی نبوت کی صداقت میں بیان فرمائے کہ باجود اس کے کہ آپ نے ان دلائل کو توڑنے کے لئے مخالفین کو چیلنج کیا اور اپنی تمام جائداد مالیت دس ہزار روپے کو بطور انعام پیش کیا لیکن کسی کو ان دلائل کو توڑنے کی سکت اور ہمت نہیں ہوسکی۔ یہ آپؑ کی ایسی عظیم الشان خدمت اسلامیہ اور خدمت قرآنیہ تھی کہ اُس وقت کے علماء نے برملا اس بات کا اظہار کیا کہ آج تک تاریخ اسلام میں اس پایہ کی کتاب نہیں لکھی گئی اور یہ ایسی کتاب ہے کہ اس کی نذیر لانا ناممکن ہے۔

آپ کی وفات پر مشہور مفسر، صحافی اور ماہر تعلیم مولانا ابوالکلام آزاد صاحب نے لکھا:

’’ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جاوے تاکہ وہ مہتم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پامال بنائے رکھا آئندہ بھی جاری رہے۔......... مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہوکر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت اسلام کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے، قائم رہے گا۔‘‘

(اخبار ملت، لاہور، 7 جنوری 1911ء)

حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے قائم کردہ خدمات اسلامیہ اور خدمات قرآنیہ کا یہ سلسلہ خلفاء احمدیت کے ادوار میں بھی اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ جاری وساری رہا اور اب بھی جاری ہے۔ موجودہ زمانہ میں جبکہ قرآن کو اس طور پر نشانہ بنایا جارہا ہے کہ گویا یہ زمانہ سے بہت پیچھے رہ گیا ہے اور موجودہ روشن خیال دور کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا، حضرت مسیح موعودؑ اور خلفاء کرام نے قرآن مجید کے علوم کو دنیا کے سامنے پیش کرکے ثابت کردیا کہ کس طرح موجودہ زمانہ میں بھی اور قیامت تک کے تمام زمانوں کے ساتھ قرآن مجید کی تعلیمات نہ صرف مطابقت رکھتی ہیں بلکہ یہی وہ تعلیمات ہیں جو دنیا کی علمی، اخلاقی اور روحانی ضرورتوں کو پورا کرنے والی اور اُس کی پیاس بجھانے والی ہیں۔

جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پہلے سے بذریعہ الہام خبر دی تھی کہ وہ ’مصلح موعودؑ‘ ہوں گے اور اُن کے ذریعہ سے کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہوگا۔ آپؓ کو بھی اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام قرآن مجید کے حقائق ومعارف سکھائے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

’’مجھے بھی ایسے قرآن کریم کے معارف عطا کئے گئے ہیں کہ کوئی شخص خواہ کسی علم کا جاننے والا اور کسی مذہب کا پیرو ہو قرآن کریم پر جو چاہے اعتراض کرے اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں اس قرآن سے ہی اس کا جواب دوں گا۔‘‘

(تبلیغ حق، صفحہ 65)

آپؓ کی تالیف کردہ تفسیر کبیر ایک ایسا خزانہ ہے جو رہتی دنیا تک جماعت احمدیہ کی خدمت قرآن کا ایک چمکتا ہوا نشان ہے۔ آپؓ نے قرآن مجید کی ایسی تفسیر بیان فرمائی ہے کہ موافقین تو موافقین مخالفین بھی اس کو پڑھ کر عش عش کر اٹھتے ہیں۔ صرف ایک حوالہ وقت کی رعایت سے پیش کرتا ہوں۔ ہندوستان کے ایک مشہور محقق اور ادیب علامہ نیاز فتح پوری نے لکھا:

’’یہ تفسیر اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل پہلی تفسیر ہے جس میں عقل ونقل کو بڑے حُسن سے ہم آہنگ دکھایا ہے۔ آپ کی تبحر علمی، آپ کی وسعت نظر، آپ کی غیر معمولی فکر وفراست، آپ کا حسنِ استدلال اس کے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے اور مجھے افسوس ہے کہ میں کیوں اس وقت تک اس سے بے خبر رہا۔ کاش کہ میں اس کی تمام جلدیں دیکھ سکتا۔ کل سورۂ ہود کی تفسیر میں حضرت لوط پر آپ کے خیالات معلوم کرکے جی پھڑک گیا اور بے اختیار یہ خط لکھنے پر مجبور ہوگیا۔ آپ نے هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ کی تفسیر کرتے ہوئے عام مفسرین سے جدا بحث کا جو پہلو اختیار کیا ہے اُس کی داد دینا میرے امکان میں نہیں۔‘‘

(بحوالہ الفرقان، ربوہ فضل عمر نمبر)

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

کتب تفسیر میں حضرت ابراہیمؑ، حضرت لوطؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت مسیحؑ اور سب سے بڑھ کر ہمارے آقا ومطاع حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قصے اور کہانیوں کے رنگ میں بے بنیاد اور غلط باتیں منسوب کی گئی ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ اور آپؑ کے خلفاء عظام نے عصمت انبیاء اور اُن کے تقدس کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن مجید کے ان مقامات کی ایسی شاندار اور موزوں تفسیر بیان فرمائی ہے کہ مخالفین بھی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکے۔

قرآن مجید کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی عربی محمد مصطفیٰ ﷺ پر ہدایت کی تکمیل کردی اور فرمایا اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ لیکن تکمیل اشاعت ھدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کا زمانہ مقدر کیا اور فرمایا هُوَالَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ۔ اسی زمانہ کے متعلق قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہ پیشگوئیاں بھی بیان فرمائیں کہ یہ زمانہ ایسا ہوگا جب تکمیل اشاعت ھدایت کے تمام وسائل مسیح موعود اور اُس کی جماعت کو میسر آئیں گے۔ پس یہی وہ زمانہ ہے جس میں قرآن مجید کی تعلیمات کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی پیشگوئیوں کے موافق تمام وسائل مہیا فرمائے ہیں۔ اس ضمن میں حضرت مسیح موعودؑ کے خلفاء کرام کی ایک اور گراں قدر اور عظیم الشان خدمت، قرآن مجید کا دنیا کی مختلف زبانوں میں تراجم کا کام ہے۔

ایک وقت ایسا تھا کہ قرآن مجید کا ترجمہ کرنے پر کفر کا فتویٰ لگایا جاتا تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے جب فارسی میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا تو اُن پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔ لیکن یہ عجیب ماجرا ہے کہ ’’بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ‘‘ کے تحت جب اُمت کی یہ ذمہ داری ٹھہری کہ قرآن مجید کو ہر قوم تک پہنچاؤ تو بنا ترجمہ کئے کیسے اس آسمانی ہدایت کی تعمیل ممکن ہے۔

جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ حضرت مصلح موعودؓ نے جماعت احمدیہ کو یہ تحریک فرمائی کہ دنیا میں بولی جانے والی ہر ایک زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا جائے تاکہ قرآن مجید کا پیغام ہر انسان تک پہنچ سکے۔ آپ فرماتے ہیں:

’’قرآن مجید انسانوں کے لئے نازل ہوا ہے اور دنیا کا کوئی فرد ایسا نہیں جسے قرآن مجید مخاطب نہیں کرتا۔ پس دنیا کا کوئی فرد ایسا نہیں ہونا چاہئے جس کی زبان میں اسے اس کا ترجمہ نہ کر

دیں تا کہ کوئی فرد یہ نہ کہہ سکے کہ اے اللہ تو نے مجھے فلاں زبان بولنے والوں میں پیدا کیا تھا اور قرآن کریم تو عربی زبان میں ہے۔ پھر میں قرآن کریم کس سے سیکھتا۔''

(تفسیر کبیر، جلد پنجم، صفحہ 331)

خلافت ثانیہ کے عہد مبارک میں جماعت احمدیہ نے قُرآن مجید کے تراجم کے کام کو وسیع رنگ میں شروع کیا۔ مختلف ممالک میں نئے مشن کھولے گئے۔ مساجد تعمیر کی گئیں اور متعدد زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم شائع کئے گئے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 1944ء میں دنیا کی سات مشہور زبانوں انگریزی، روسی، جرمن، فرانسیسی، اطالوی، ڈچ، ہسپانوی اور پرتگیزی زبان میں قرآن مجید کے تراجم کی عظیم الشان تحریک فرمائی اور پھر اپنے عہد خلافت میں اس کی تکمیل کے لئے کامیاب جدو جہد فرمائی۔ آپؓ کی زیر نگرانی کی جانے والی ان قابل قدر خدمات کو عوام وخواص کی طرف سے قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ صرف انگریزی ترجمہ کی اشاعت پر لوگوں کی طرف سے کئے جانے والے تبصروں میں سے وقت کی کمی کو ملحوظ رکھتے ہوئے صرف ایک پیش کرتا ہوں۔

ڈاکٹر ایس بریڈن، صدر شعبہ تاریخ وادب مذہبیات نارتھ ویسٹرن یونیورسٹی ایونسٹن امریکہ نے لکھا:

''بحیثیت مجموعی انگریزی زبان کے اسلامی لٹریچر میں ایک قابل قدر اضافہ ہے جس کے لئے دنیا جماعت احمدیہ کی ازحد ممنون ہے۔''

(بحوالہ تاریخ احمدیت، جلد دہم، صفحہ 674)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ان خدمات کا غیروں نے بھی اعتراف کیا:

مولانا عبد الماجد دریا بادی نے آپؓ کی وفات پر ان الفاظ میں آپؓ کو خراج تحسین پیش کیا:

''قُرآن اور علوم قُرآن کی عالمگیر اشاعت اور اسلام کی آفاق گیر تبلیغ میں جو کوششیں انہوں نے سرگرمی اور اولوالعزمی سے اپنی طویل عمر میں جاری رکھیں ان کا اللہ انہیں صلہ دے۔ علمی حیثیت سے قُرآنی حقائق و معارف کی جو تشریح وتبیین و ترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی ایک بلند وممتاز مرتبہ ہے۔''

(صدق جدید لکھنو، 18/نومبر 1965ء)

خلافت ثالثہ کے دور میں یہ سلسلہ آگے بڑھا اور مزید چار زبانوں ڈینش، اسپرانٹو، انڈونیشین، اور یوروبا میں مکمل قرآن کریم کے تراجم طبع ہوئے۔ آپ کے عہد میں کئی زبانوں میں لاکھوں کی تعداد میں قرآن مجید شائع ہو کر یورپ، افریقہ امریکہ، اور ایشیا میں تقسیم ہوئے۔

خلافت رابعہ کے عہد مبارک میں اس کام میں مزید وسعت پیدا ہوئی اور صرف آپ کے اکیس سالہ دور خلافت میں 47 زبانوں میں مکمل قرآن مجید کے تراجم طبع ہوئے اور قرآن مجید کی سنہری اور امن بخش تعلیم کو دنیا کے بیشتر حصہ تک پہنچانے کی جماعت احمدیہ کو توفیق اور سعادت نصیب ہوئی۔ آپ کے دور خلافت میں ایم ٹی اے کے آغاز کے ذریعہ قُرآن مجید کی خدمت کا ایک نیا باب کھل گیا، ایسا باب کہ ہر روز 24 گھنٹے دنیا کے کونے کونے میں قُرآن مجید اور اسلام کی حقیقی تعلیمات کو پہنچانے کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔

خلافت خامسہ کے انقلاب انگیز بابرکت دور میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ نئے تراجم قرآن کریم کی تیاری اور ان کی اشاعت کا یہ کام بلندی کی نئی منزلیں طے کر رہا ہے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت قرآن کی مقدس نورانی راہوں کی طرف قرآن مجید کے تراجم اور ان کی اشاعت کا مبارک سلسلہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس قدر آگے بڑھ چکا ہے کہ آج دنیا کی 75 زبانوں میں مکمل قرآن مجید کے تراجم کی توفیق خلافت احمدیہ کی برکت سے جماعت احمدیہ کو حاصل ہو چکی ہے۔

الغرض ساری دنیا میں، خلافت سے وابستہ جماعت احمدیہ وہ واحد جماعت ہے جسے مخالفتوں کے باوجود متعدد زبانوں میں تراجم قرآن کریم کی اشاعت اور قرآن مجید کے حقائق و معارف دنیا کے کناروں تک پہنچانے کی سعادت مل رہی ہے۔ یہ سب کچھ خلافت احمدیہ کی برکت ہے۔ لیکن بُرا ہو تعصب کا کہ قرآن مجید کی اتنی بے مثال اور عظیم الشان خدمت کے باوجود جسے تیل اور معدنیات کی دولت سے مالا مال لاکھوں کروڑوں دیگر مسلمان بھی نہیں کر سکے، جماعت احمدیہ کو دائرہ اسلام سے خارج اور کافر قرار دیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں اخبار المنبر کا حقیقت افروز تبصرہ پیش کرتا ہوں۔ یہ اخبار اپنی 10 اگست 1957ء کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ:

''1954ء میں جب جسٹس منیر انکوائری کو رٹ میں تمام مسلم جماعتیں قادیانیوں کو غیر مسلم ثابت کرنے کی جدوجہد میں مصروف تھیں قادیانی، عین اُنہی دنوں میں ڈچ اور بعض دوسری غیر ملکی زبانوں میں ترجمہ قرآن مکمل کر چکے تھے۔ اور انہوں نے انڈونیشیا کے صدر حکومت کے علاوہ گورنر جنرل پاکستان مسٹر غلام محمد اور جسٹس منیر کی خدمت میں یہ تراجم پیش کئے۔ گویا بزبان حال و قال یہ کہہ رہے تھے کہ ہم ہیں وہ غیر مسلم اور خارج از ملت اسلامیہ جماعت جو اس وقت جبکہ آپ ہمیں کافر قرار دینے کے لئے پَر تول رہے ہیں ہم غیر مسلموں کے سامنے قرآن کو اُن کی مادری زبان میں پیش کر رہے ہیں۔''

مولانا عبد الماجد دریا بادی ایڈیٹر صدق جدید تحریر فرماتے ہیں:

''مبارک وہ دین کا خادم جو تبلیغ اشاعت قرآن کے جُرم میں قادیانی احمدی قرار پائے۔ اور قابل رشک ہے وہ احمدی یا قادیانی جن کا تمغہ امتیاز ہی خدمت قرآن یا قرآنی ترجموں کی طبع و اشاعت کو سمجھ لیا جائے۔''

(صدق جدید، 22/دسمبر 1961ء)

اس وقت ہم خلافت خامسہ کے بابرکت دور سے گزر رہے ہیں۔ اس دور میں جماعت احمدیہ کی خدمات قُرآنیہ ایک نئے اور عظیم الشان دور میں داخل ہو گئی ہیں۔ ہم بانگ دہل اس حقیقت کو دنیا کے سامنے رکھ سکتے ہیں کہ اس وقت اگر کوئی دنیا میں خادم قُرآن ہے تو وہ حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ذات بابرکات ہے۔ آج جب کہ ہر طرف سے اسلام کو اور قُرآن کریم کو بدنام کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اسلام کو جبر کا مذہب اور قُرآن مجید کو پُر تشدد تعلیمات بیان کرنے والی کتاب قرار دیا جا رہا ہے تو آپ ہی ہیں جو قُرآن مجید میں بیان فرمودہ امن بخش تعلیمات کو پیش کر کے دنیا کو بتا رہے ہیں کہ:

''یہ قُرآن کریم ہے اور صرف قُرآن کریم ہے جو امن اور سلامتی پھیلانے کی اور شدت پسندی کے خاتمے کی تعلیم دیتا ہے۔''

(خطبہ جمعہ 11/دسمبر 2015ء، الفضل انٹرنیشنل، یکم جنوری 2016ء، صفحہ 8)

احباب جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''یہ خوبصورت تعلیم دنیا میں پھیلانے کا کام سرانجام دینا ہر احمدی کی ذمہ داری ہے اور اس ذمہ داری کی ادائیگی کے لئے ہر احمدی لڑکے لڑکی، مرد عورت کو کوشش کرنی چاہئے۔ دنیا اس وقت آگ کے گڑھے کے جس دہانے پر کھڑی ہے کسی بھی وقت ایسے حالات ہو سکتے ہیں کہ وہ اس میں گر جائے۔ ایسے وقت میں دنیا کو اس آگ میں گرنے سے بچانے کی کوشش کرنا اور امن اور سلامتی دینے کا کام کرنا ایک احمدی کی ذمہ داری ہے اور احمدی ہی کر سکتے ہیں۔''

(خطبہ جمعہ 11/دسمبر 2015ء، بحوالہ الفضل انٹرنیشنل، یکم جنوری 2016ء، صفحہ 8)

اس ذمہ داری کو سب سے بڑھ کر، سب سے اعلیٰ اور احسن رنگ میں آپ خود نبھا رہے ہیں۔ آپ دنیا کے بڑے بڑے ایوانوں اور اداروں میں معروف ومشہور سیاستدانوں، دانشوروں اور think tanks کو خطاب کرتے ہوئے، دنیا کی سیاسی، مذہبی سرکردہ شخصیات کو خطوط کے ذریعہ، پریس اور میڈیا کے ذریعہ غرض ہر پلیٹ فارم کو استعمال کر کے قُرآن مجید کی امن بخش تعلیمات کو دنیا کے سامنے پیش فرما رہے ہیں اور بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ کا فریضہ ادا کرتے ہوئے قُرآن مجید کی عظیم خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ کی کتاب World Crisis and Pathway to peace فرمانِ الٰہی بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ کی تعمیل کا اور قُرآن مجید کی خدمت کا ایک بین اور جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

اللہ کے فضل سے ان خدمات کے نتائج بھی ظاہر ہو رہے ہیں وہ لوگ جو اسلام کو شدت پسند مذہب کہتے ہیں قُرآن کریم کو دہشت گردی کی تعلیم دینے والی کتاب کہتے ہیں اُن کی آراء تبدیل ہو رہی ہیں۔

2013ء میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے امریکہ کے دورہ کے دوران Los Angels میں ایک reception میں قُرآن مجید کی امن بخش تعلیمات پیش کیں۔ اس خطاب سے متاثر ہونے والوں میں سے ایک ایسے کانگریس مَین (Dana Rohrabacher) بھی تھے جو اسلام کے خلاف نظریات رکھتے تھے اور انہوں نے بوسٹن میں ہونے والے حملہ کے بعد یہ بیان بھی دیا تھا کہ اسلام بچوں کو مارنے کی ترغیب دیتا ہے۔ انہوں نے حضور انور کا خطاب سن کر یہ ریمارکس پیش کئے:

''آج کا جو خطاب ہے یہ سننے کے بعد میں یہ کہتا ہوں کہ یہ ہمارے دلوں کی آواز ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ آپ کا محبت اور ایک دوسرے کے لئے برداشت کرنے اور ایک دوسرے کو قبول کرنے کا پیغام نہایت اہم ہے جو ہمیں ایک دوسرے سے جوڑے رکھے گا...... ہر مذہب سے تعلق رکھنے والا شخص جماعت احمدیہ کے خلیفہ کے اس پیغام کو قبول کر سکتا ہے جو امن کا پیغام ہے اور سننے کے قابل ہے اور نہایت متانت کے ساتھ یہ امن کا پیغام ہمیں ملا۔''

(خطبہ جمعہ 31/مئی 2013ء)

یہ ہیں قُرآنی تعلیمات کے محبت کے بیج جو امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز دنیا کے ہر کونے میں بو رہے ہیں۔

2015ء میں حضور انور جاپان میں جماعت احمدیہ کی پہلی مسجد کے افتتاح کے لئے تشریف لے گئے۔ مسجد کے افتتاح کے بعد اگلے روز مسجد کے حوالے سے ایک reception کا پروگرام تھا جس میں حضور انور نے قُرآن مجید کی امن بخش تعلیمات بیان فرمائیں۔ اس سے ٹھیک کچھ عرصہ پہلے Paris میں دہشت گردی کا واقعہ ہوا تھا۔ جب حضور انور نے اسلام کی پُر امن تعلیم قُرآن مجید کی آیات کی روشنی میں بیان فرمائی تو اس رِسپشن میں شامل ہونے والوں کے اسلام اور قُرآنی تعلیمات کے متعلق اپنے تاثرات ہی تبدیل ہو گئے۔ ایک جاپانی خاتون مسز اوزوکی (Uzuki) کہتی ہیں:

''آج کا یہ دن میری زندگی کی کایا پلٹ دینے والا دن تھا۔ امام جماعت احمدیہ نے میرا اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں نظریہ کلیۃً تبدیل کر دیا ہے۔''

(خطبہ جمعہ 27/نومبر 2015)

ایک خاتون یوکی سانگی ساکی (Yuki Sngisaki) جو یونیورسٹی کی طالبہ ہیں کہتی ہیں:

باقی صفحہ نمبر 29 پر ملاحظہ فرمائیں

تقریر جلسہ سالانہ قادیان 2016

احمدیت حقیقی اسلام - جماعت احمدیہ پر مظالم اور افراد جماعت کا صبر واستقلال

مقصود احمد بھٹی (مبلغ انچارج سرینگر)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (التوبہ:33)

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ وہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے خواہ مشرک کیسا ہی ناپسند کریں۔

اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے آج سے 127 سال قبل سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق زمانے کا امام مہدی اور مسیح موعود بنا کر مبعوث فرمایا قرآن مجید احادیث نبویہ اور اقوال بزرگان کی روشنی میں مسلمان گذشتہ چودہ صدیوں سے اس پیشگوئی کے ظہور کے منتظر تھے جیسا کہ مخبر صادق حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے بشارت دی تھی کہ:

اِذَا مَضَتْ اَلْفٌ وَمِئَتَانِ وَاَرْبَعُوْنَ سَنَةً يَبْعَثُ اللهُ الْمَهْدِيَّ

(النجم الثاقب، جلد 2، صفحہ 209)

یعنی جب ایک ہزار دوسو چالیس سال گذر جائیں گے تو اللہ تعالیٰ امام مہدی کو مبعوث فرمائے گا۔

حضرت امام جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كَيْفَ تَهْلِكُ اُمَّةٌ اَنَا اَوَّلُهَا وَاِثْنَا عَشَرَ مِنْ بَعْدِيْ مِنَ السُّعَدَآءِ وَاُولِي الْاَلْبَابِ وَالْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اٰخِرُهَا

(اکمال الدین، صفحہ 157، بحوالہ چودھویں صدی اور ظہور امام مہدی، صفحہ 34)

یعنی وہ اُمت کیسے ہلاک ہوسکتی ہے جس کے ابتداء میں مَیں ہوں اور میرے بعد بارہ نیک اور عقلمند اشخاص ہونگے اور مسیح ابن مریم اُن کے آخر میں ہوں۔ پیشگوئیوں کے مطابق نہ صرف مسلمانوں پر بلکہ تمام مذاہب کے پیروکاروں پر شدید بے چینی، اضطراب اور مایوسی کا دور آیا جس کی وجہ سے ہر مذہب والے اپنے اپنے رنگ میں ایک عظیم الشان روحانی مصلح کے منتظر نظر آنے لگے، کسی نے کہا:

دین احمد کا زمانے سے مٹا جاتا ہے نام
قہر ہے اے میرے اللہ! یہ ہوتا کیا ہے
کس لئے مہدئی حق نہیں ظاہر ہوتے
دیر عیسیٰ کے اُترنے میں خُدایا کیا ہے

کسی نے کہا:

رات دن فتنوں کی بوچھاڑ ہے بارش کی طرح
گر نہ ہو تیری صیانت تو ٹھکانا کیا ہے

اخبار زمیندار 9/مارچ 1925 میں ایک نظم بعنوان ''ایک مصلح کی آمد'' شائع ہوئی جس میں لکھا تھا:

آنے والے آ، زمانے کی امامت کے لئے
مضطرب ہیں تیرے شیدائی زیارت کے لئے
اُٹھ دکھا، گُم گشتہ راہوں کو صراط مستقیم
اک زمانے کو ہے میر کارواں کا انتظار

ایسے نازک وقت میں زمانے کے اضطراب کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو امام مہدی اور مسیح موعود بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے حکم پاکر فرمایا:

''خُدائے تعالیٰ نے اس زمانہ کو تاریک پاکر اور دنیا کو غفلت اور کُفر اور شرک میں غرق دیکھ کر ایمان اور صدق اور تقویٰ اور راستبازی کو زائل ہوتے ہوئے مشاہدہ کر کے مجھے بھیجا ہے کہ تا وہ دوبارہ دنیا میں علمی اور عملی اور اخلاقی اور ایمانی سچائی کو قائم کرے۔''

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، جلد 5، صفحہ 251)

نیز آپ نے فرمایا:

''مجھے خُدا کی پاک اور مطہّر وحی سے اطلاع دی گئی ہے کہ میں اُس کی طرف سے مسیح موعود اور مہدی معہود اور اندرونی اور بیرونی اختلافات کا حکم ہوں'' (اربعین، نمبر 1، صفحہ 4)

فرمایا:

''میں اُس خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر لکھتا ہوں جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں وہی مسیح موعود ہوں جس کی خبر رسول اللہ ﷺ نے اُن احادیث صحیحہ میں دی ہے جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور دوسری صحاح میں درج ہیں وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا (ملفوظات، جلد 1، صفحہ 313)

آپ نے اپنے منظوم کلام میں فرمایا:

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

دعویٰ ماموریت کے بعد آپ نے باذن الٰہی اپنی جماعت کا نام جماعت احمدیہ رکھا۔ اس نام کو تجویز کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''اس فرقہ کا نام مسلمان فرقہ احمدیہ اس لئے رکھا گیا کہ ہمارے نبی ﷺ کے دو نام تھے ایک محمد ﷺ دوسرا احمد ﷺ اور اسم محمد جلالی نام تھا اور اس میں یہ مخفی پیشگوئی تھی کہ آنحضرت ﷺ اُن دشمنوں کو تلوار کے ساتھ سزا دیں گے جنہوں نے تلوار کے ساتھ اسلام پر حملہ کیا اور صدہا مسلمانوں کو قتل کیا۔ لیکن اسم احمد جمالی نام تھا جس سے یہ مطلب تھا کہ آنحضرت ﷺ دنیا میں آشتی اور صلح پھیلائیں گے...... پس اسی وجہ سے مناسب معلوم ہوا کہ اس فرقہ کا نام فرقہ احمدیہ رکھا جائے تا اس نام کو سُنتے ہی ہر ایک شخص سمجھ لے کہ یہ فرقہ دنیا میں آشتی اور صلح پھیلانے آیا ہے اور جنگ اور لڑائی سے اس فرقہ کو کوئی سروکار نہیں۔ سواے دوستو! آپ لوگوں کو یہ نام مبارک ہو اور ہر ایک کو جو امن اور صلح کا طالب ہے یہ فرقہ بشارت دیتا ہے۔ نبیوں کی کتابوں میں پہلے سے اس مبارک فرقہ کی خبر دی گئی ہے اور اسکے ظہور کیلئے بہت سے اشارات ہیں زیادہ کیا لکھا جائے خُدا اس نام میں برکت ڈالے خُدا ایسا کرے کہ تمام روئے زمین کے مسلمان اسی مبارک فرقہ میں داخل ہو جائیں تا انسانی خونریزیوں کا زہر بکلی اُن کے دلوں سے نکل جائے اور وہ خُدا کے ہو جائیں اور خُدا اُن کا ہو جائے اے قادر و کریم تو ایسا ہی کر۔ آمین''

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 527)

پیارے آقا سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا تھا۔ لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رَجُلٌ اَوْ رِجَالٌ مِنْ هٰٓؤُلَآءِ۔ کہ اگر ایمان ثُریا ستارے پر بھی معلق ہو جائے گا تو ابنائے فارس میں سے ایک یا کچھ اشخاص اُسے دُنیا میں واپس لے آئیں گے۔ الحمد للہ جماعت احمدیہ احیاء کلمہ اور غلبہ اسلام کیلئے یورپ، امریکہ، ایشیا اور افریقہ میں خدمت اسلام کا کام سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ، تعمیر مساجد اور رفاحی کاموں میں دن رات مصروف عمل ہے جیسا کہ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ برطانیہ 2016 میں اعلان فرمایا تھا کہ جماعت احمدیہ کا نفوذ دنیا کے 209 ممالک میں ہو چکا ہے حضور انور نے اپنے خطاب میں بے شمار ایمان افروز واقعات بیان فرمائے اور دنیا کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ اسلام کے جھنڈے کو پوری دنیا میں لہرانے کے لئے اس برق رفتاری سے ترقی کر رہی ہے کہ مخالفین احمدیت بھی ششدر ہیں۔ مصر کا اخبار الفتح اپنے شمارہ جمادی الاول 1351 ہجری کو جماعت احمدیہ کی ترقی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

''احمدیت ایک عظیم الشان تحریک ہے جس کے ممبروں نے اکناف عالم میں زر کثیر خرچ کر کے اپنی دعوت کو مختلف زبانوں میں پہنچایا ہے اور یہ سلسلہ اس قدر ترقی کر چکا ہے کہ آج اُن کے مشن ایشیا، امریکہ و افریقہ میں قائم ہو چکے ہیں اور چونکہ اُن کے پاس حقائق اسلام اور اُس کے احکام کا ایک بیش بہا ذخیرہ موجود ہے اس لئے تاثیر اور فلاح کے لحاظ سے نصاریٰ کی ترقی اُن کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی جو شخص اُن کے جلیل القدر کارناموں کو دیکھے گا وہ حیرت زدہ رہ جائے گا کہ کس طرح اس چھوٹے سے فرقے نے وہ کام کر دکھایا ہے جس کو کروڑوں مسلمان کرنے پر قادر نہیں ہوسکے۔''

(بحوالہ تاریخ احمدیت، جلد اول، صفحہ 18 تا 19)

احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے نقارے آج یورپ، امریکہ، اور افریقہ کے ایوانوں میں گونج رہے ہیں وہ خُدائی آواز جو مشیت الٰہی سے بلند ہوئی تھی اُس کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''یقیناً سمجھو کہ یہ خُدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے۔ خُدا اس کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا وہ راضی نہیں ہوگا جب تک اس کو کمال تک نہ پہنچا دے اور وہ اس کی آب پاشی کرے گا اور اس کے گرد احاطہ بنائے گا اور تعجب انگیز ترقیات دیگا۔ کیا تم نے کچھ کم زور لگایا۔ پس اگر یہ انسان کا کام ہوتا تو کبھی کا یہ درخت کاٹا جاتا اور اُس کا نام ونشان باقی نہ رہتا۔''

(انجام آتھم، روحانی خزائن، جلد 11، صفحہ 64)

نیز بڑی تحدی سے آپؑ نے فرمایا:

''خُدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہونگی اور ابتلاء آئیں گے مگر خُدا سب کو درمیان سے اُٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کریگا۔

......سوائے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خُدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا۔

(تجلیات الٰہیہ، روحانی خزاین، جلد 20، صفحہ 409)

مذاہب عالم کی تاریخ اس بات کی شاہد ہیکہ جب بھی کوئی الٰہی جماعت کسی مرسل اور مامور من اللہ کی قیادت میں بنی نوع انسان کی ہدایت کا کام شروع کرتی ہے تو اُس کو زبردست مخالفت کا

سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مامور من اللہ اور اُس کی جماعت کے ماننے والوں کو ابتلاؤں کی بھٹی سے گزرنا پڑتا ہے تکالیف اور مظالم برداشت کرنے پڑتے ہیں نہ صرف مخالفت بلکہ اُنہیں ہنسی اور ٹھٹھا کا نشانہ بنایا جاتا ہے، قرآن کریم اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (یٰسین:31)

وائے حسرت بندوں پر اُن کے پاس کوئی رسول نہیں آتا مگر وہ اُس سے ٹھٹھا کرنے لگتے ہیں۔

مخالفین کے استہزاء اور مخالفت کے مقابل پر اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کی تائید فرماتا ہے جیسا کہ فرمایا: يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ (سورۃ الصّف:9)

وہ چاہتے ہیں کہ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھا دیں حالانکہ اللہ ہر حال میں اپنا نور پورا کرنے والا ہے خواہ کافر ناپسند کریں۔ تاریخ انبیاء اس بات کی شاہد ہے کہ جب بھی مخالفین نے اپنے مونہوں کی پھونکوں سے نور الٰہی کو بجھانا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کے شعلہ کو اور تیز کر دیا۔ ابوالانبیاء حضرت ابراھیم علیہ السلام کو نمرود نے آگ میں جلانے کی کوشش کی لیکن خُدا تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابل پر فرعون مصر کھڑا ہوا اس نے نہ صرف آپ کو بلکہ آپ کی قوم کو بھی ظلموں کی تختہ مشق بنایا لیکن خُدا تعالیٰ نے فرعون کو عبرتناک طور پر غرق کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ کے لقب نوازا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھانے والے اور سر پر کانٹوں کا تاج سجانے والے ناکام اور نامراد ہوئے۔

تاریخ انبیاء میں سب سے نازک اور کربناک دور وہ تھا جب ہمارے پیارے آقا سیدالانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے صحابہ پر ظلم اور بربریت کی داستانیں رقم کی گئیں لیکن توحید کے پروانوں نے ہر ظلم اور بربریت کا جواب صبر و استقلال سے دیا جس کے نتیجہ میں کاروان اسلام ترقیات کے منازل طے کرتے ہوئے كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ کے تحت کُل دنیا میں غالب آ گیا مخالفین اسلام کا سردار ابوجہل اور اُس کے ساتھی اسلام کی ترقیات کو دیکھتے ہی رہ گئے۔

یہی کچھ جماعت احمدیہ کے ساتھ بھی مقدر ہے۔ خُدا تعالیٰ کا اٹل وعدہ اور سنت کہ وہ ضرور اپنے مامورین کو غلبہ دیتا ہے، لازماً پورا ہونا ہے۔ جماعت احمدیہ کا مقصد بھی دنیا میں حقیقی اسلام کو پھیلانا ہے جو ہمارے پیارے آقا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ دنیا میں لائے۔ جن جن حالات سے قرون اولیٰ کے مسلمان گزرے انہی حالات سے جماعت احمدیہ کو بھی گزرنا پڑا اور پڑ رہا ہے۔ جب بانی جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خُدا تعالیٰ سے اذن پاکر مامور من اللہ ہونے کا اعلان فرمایا یکدم حالات تبدیل ہو گئے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی حضور کے ہم مکتب اور دوست تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی معرکۃ لآرا کتاب براھین احمدیہ شائع ہونے پر اُنہوں نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں ایک ریویو لکھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اسلام کا فتح مند جرنیل قرار دیا۔ لیکن دعویٰ ماموریت کے بعد مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب اتنے بوکھلا گئے کہ ہندوستان کے علاوہ دیگر ممالک میں گھوم پھر کر دو سو سے زائد علماء سے فتویٰ تکفیر لے کر آپ کے خلاف شائع کیا۔ ایک طرف معاندین احمدیت اپنے مکر وفریب میں مصروف تھے دوسری طرف اللہ تعالیٰ اپنے پیارے مسیح دوران کو بار بار تسلی دے رہا تھا۔

اِنِّيْ مُهِيْنٌ مَنْ اَرَادَ اِهَانَتَكَ وَ اِنِّيْ مُعِيْنٌ مَنْ اَرَادَ اِعَانَتَكَ

یعنی میں ہر اُس شخص کو ذلیل ورسوا کروں گا جو تیری رسوائی چاہتا ہے اور ہر اُس شخص کی اعانت کروں گا جو تیری مدد کا ارادہ بھی کرے گا۔

پھر خُدا تعالیٰ آپ کو بشارت دیتے ہوئے فرماتا ہے۔

''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا''

نیز فرمایا:

''I shall give you
a large party of Islam''

خُدائی بشارتوں اور وعدوں کے ساتھ ساتھ دشمنوں اور معاندین احمدیت کی طرف سے مظالم اور ابتلاؤں اور مخالفتوں کا زور بھی بڑھتا چلا گیا۔ لیکن خدائے قُدوس کے ہاتھ کا لگایا ہوا یہ پودا جس کا نام احمدیت یعنی حقیقی اسلام ہے اپنی پوری آن، بان، شان کے ساتھ بڑھتا پھولتا پھلتا اور اپنی جڑیں مضبوط کرتا چلا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی شاخیں دنیا کے ہر خطہ میں پھیل چکی ہیں اس شجر طیبہ کو کاٹنے اور اس کی جڑوں کو زمین سے اُکھاڑ پھینکنے کی ابتداء سے کوشش کی گئی اور آج بھی معاندین اور مخالفین احمدیت ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بابرکت زمانہ کی بات ہے سب سے پہلے افغانستان میں حضرت میاں عبدالرحمٰن صاحب رضی اللہ عنہ کو محض قبول احمدیت کی وجہ سے گلے میں کپڑا ڈال کر نہایت بے دردی سے گلا گھونٹ کر شہید کر دیا گیا آپ نے احمدیت کے شہید اوّل ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ اس کے بعد حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب رضی اللہ عنہ نے غیر معمولی استقامت اور شان سے جام شہادت نوش کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان دونوں بزرگ انسانوں کی شہادت کو اپنے دست مبارک سے تحریر فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں:

''اے عبد اللطیف تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تو نے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا،'' (تذکرۃ الشہادتین، صفحہ 60)

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ اتنا دلگداز اور کربناک ہے کہ جس کے پڑھنے اور سننے سے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن آپ نے ان سب مصائب کو محض احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے لئے بڑی استقامت اور بہادری سے برداشت کیا آپ کو امیر کابل نے بار بار احمدیت چھوڑنے کی ترغیب دلائی باعزت رہائی اور انعام واکرام کا وعدہ کیا لیکن کوئی لالچ اور کوئی وعدہ اس کو استقامت کو ذرا بھی جنبش نہ دے سکا۔ ہر ظلم اور زیادتی پر امیر کابل اور مولویوں کو آپ کا یہی جواب ہوتا کہ مجھ سے یہ اُمید مت رکھو کہ میں ایمان پر دنیا کو مقدم رکھوں......میں جان چھوڑنے کے لئے تیار ہوں اور فیصلہ کر چکا ہوں مگر حق میرے ساتھ جائے گا۔ (تذکرۃ الشہادتین صفحہ 52، روحانی خزائن، جلد 20)

اُس کو حق نے دیا تھا استقلال
دولت صبر سے تھا مالامال

شمع احمدیت کے اس پروانے کو چار ماہ تک جیل میں ڈال کر ایک من چوبیس سیر وزنی زنجیر سے جکڑ دیا گیا۔ پاؤں میں آٹھ سیر وزنی بیڑی پہنائی گئی بالآخر ناک میں رسی ڈال کر گھسیٹا گیا زمین میں گاڑ کر پتھر مار مار کر سنگسار کر دیا گیا۔ شہادت کی جو شمع حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان جاں نثار صحابہ نے آپ کی زندگی میں جلائی تھی، شمع احمدیت کے سرفروش متوالوں نے 127 سالہ تاریخ میں جب بھی قربانی کا موقعہ آیا اُسے زندہ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی اور آج بھی احمدیت کے متوالے اپنی جانیں نچھاور کرنے کے لئے دیوانہ وار تیار ہیں۔

عاشقوں کا شوق قربانی تو دیکھ
خون کی اس راہ میں ارزانی تو دیکھ
ہے اکیلا کفر سے زور آزما
احمدی کی روح ایمانی تو دیکھ

کاروان احمدیت کے مجاہدین کی مخالفت کی داستانیں بہت طویل اور ضخیم ہیں جن کو اس وقت قلیل میں بیان کرنا سمندر کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے اختصار سے بعض واقعات کو بیان کرنے کی کوشش کروں گا۔

خلافت ثانیہ کے بابرکت دور میں 1934 میں مجلس احرار کا فتنہ اُٹھا اُنہوں نے قادیان میں کانفرنس کر کے بلند بانگ دعاوی کئے کہ'' ہم قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ ہم منارۃ المسیح کی اینٹیں دریائے بیاس میں بہا دیں گے۔ قادیان اور اس کے گردونواح سے احمدیت کا نام ونشان ختم کر دیں گے۔''

احراریوں نے اپنے ناپاک منصوبوں میں احمدیوں کے ایمانوں پر حملے کر کے انھیں مظالم کا نشانہ بنایا افراد جماعت کو احمدیت یعنی حقیقی اسلام سے منحرف کرنے کے ناپاک منصوبے بنائے لیکن کسی بھی احمدی کے ایمان میں سیندھ نہ لگا سکے۔ احمدیوں نے صبر اور استقلال کے ساتھ اس فتنہ کا مقابلہ کیا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے مجلس احرار کو آغاز فتنہ سے ہی مخاطب کر کے فرمایا تھا۔

''ہم اُن سے کہتے ہیں تم کیا اگر دنیا کی ساری حکومتوں اور ساری قوموں کو بُلا کر بھی اپنے ساتھ لے آؤ پھر بھی تم جیت جاؤ تو ہم جھوٹے اگر ان لوگوں نے ایسا کیا تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس چیز سے ٹکراتے ہیں اگر انہوں نے ہم پر حملہ کیا تو چکنا چور ہو جائیں گے اگر ہم نے اُن پر حملہ کیا تو بھی وہ چکنا چور ہو جائیں گے یہ خُدا کا قائم کردہ سلسلہ ہے اور یہ اُس کی مشیت اور ارادہ ہے کہ اُس سے کامیاب کرے۔''

(تاریخ احمدیت، جلد 7، صفحہ 744)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے احرار کے فتنہ اور اُن کے ناپاک دعوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ

''میں احرار کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکلتی دیکھ رہا ہوں''

ایسا ہی ہوا احمدیت حقیقی اسلام کا نام ونشان مٹانے والے خود مٹ گئے۔ عطاء اللہ شاہ بخاری جو بڑے بڑے دعوے کر رہے تھے آخری عمر میں اُن کا کوئی پُرسان حال نہ رہا حسرت بھری سسکیاں لیتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

1953 میں مخالفین احمدیت نے فسادات کر کے جماعت احمدیہ کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے منصوبے بنائے لیکن افراد جماعت نے صبر ورضا کے بہترین نمونے پیش کر کے نہ صرف خُدا تعالیٰ کے کئی نشان اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی حقیر قربانیوں کو قبول فرمایا۔ جس کے نتیجہ میں نہ صرف احمدیوں کے ایمانوں میں مضبوطی آئی بلکہ کئی نئی جماعتوں کا قیام عمل میں آیا چک منگلا کے مشہور پیر منورالدین صاحب کے خلیفہ مجاز الحاج حافظ مولانا عزیز الرحمٰن منگلا صاحب جیسے عالم ربانی نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر بیعت کر لی پھر اُن کے ذریعہ ہزاروں مرید حلقہ بگوش احمدیت ہوئے اور اس علاقہ میں يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا کا نظارہ آنکھوں کے سامنے آ گیا۔

پھر 1974 کا سال ایک عظیم ابتلاء لے کر آیا اُس وقت کی حکومت کی شہ پر پاکستان میں احمدیوں کے قتل وغارت اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کیا گیا۔ معاندین احمدیت نے احمدیوں کی مساجد، قرآن کریم کے نسخے، کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور احمدیوں کے گھر نذر آتش کئے۔ کاروبار تباہ کئے۔ فیکٹریوں کو آگ لگائی گئی

کئی احمدی شہید کر دیئے گئے۔ غرضیکہ احمدیوں کو بڑی بڑی قُربانیاں دینی پڑیں۔ ایسے نازک دور میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے احمدیوں کو ایسی ڈھارس دی کہ باوجود شدید مخالفت کے احمدی اپنے ایمان اور اخلاص میں مضبوط سے مضبوط تر ہوئے اس نازک گھڑی میں حضور رحمہ اللہ نے جماعت کو اپنا پیغام ارشاد فرمایا کہ:

’’دوست دریافت کرتے ہیں کہ ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہئے میرا جواب یہ ہے کہ قُرآن کریم کے اس حکم پر عمل کرو۔ وَاسۡتَعِيۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ ،استقامت ،صبر دعاؤں اور نمازوں کے ساتھ اپنے رب سے مدد مانگو۔ پس صبر کرو اور دُعائیں کرو، صبر کرو اور دُعائیں کرو، صبر کرو اور دُعائیں کرو۔‘‘

افراد جماعت نے اپنے امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ایسا ہی کیا۔ ابتلاؤں اور مظالم کا ایک دور 1984 میں آیا جب پاکستان کے بدنام زمانہ آمر جنرل ضیاء الحق نے احمدیت کی ترقی کو روکنے کے لئے جماعت احمدیہ کو نعوذ باللہ ایک ناسور اور کینسر سے تشبیہ دیکر پورے ملک میں آگ بھڑکائی اور احمدیوں کو شعار اسلامی کے استعمال سے روکا گیا۔ حتیٰ کہ ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کو ربوہ سے لندن ہجرت کرنی پڑی۔ پاکستان میں ہزاروں احمدیوں کے خلاف جھوٹے مقدمے کر کے انہیں جیل بھجوایا گیا اور آج بھی محض کلمہ پڑھنے ،نماز پڑھنے ،اذان دینے نیز السلام علیکم کہنے اور قرآن مجید کی تلاوت کرنے کی وجہ سے کئی مظلوم احمدیوں کے خلاف مقدمات چل رہے ہیں۔ قید و بند کی کال کوٹھریوں میں اسیران راہ مولیٰ میں سے ایک نے بھی صبر واستقلال میں کمی نہ آنے دی۔ احباب جماعت کا صبر واستقلال اس قدر مضبوط تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے ایک اسیر کو لکھا:

’’مجھے تو بعض دفعہ لگتا ہے کہ میرا جسم آزاد مگر اسیران راہ مولیٰ کے ساتھ قید میں رہتا ہے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ میں کہاں کہاں رہتا ہوں۔‘‘

آپ نے اپنی درد بھری نظم ریکارڈ کر کے مظلوم احمدی اسیران راہ مولیٰ کو بھجوائی۔

کیا تم کو خبر ہے راہ مولیٰ کے اسیرو
تم سے مجھے اک رشتہ جان سب سے سوا ہے
کس دن مجھے تم یاد نہیں آئے مگر آج
کیا روز قیامت ہے کہ اک حشر بپا ہے

صبر اور استقامت کے پیکر احمدیوں نے اپنے امام عالی مقام سے فرمایا کہ ہمارے مال واسباب کیا ہماری جانیں بھی احمدیت پر قُربان ہیں اور درجنوں احمدیوں نے اپنی جانیں راہ مولیٰ میں قُربان کر دیں باوجود جانیں قُربان کرنے کے کہتے ہیں۔

جان دی ،دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اس کا ثبوت یہ ہے کہ 28/ مئی 2010 بروز جمعۃ المبارک، عین اُس وقت جب سینکڑوں احمدی نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے لاہور کی دو بڑی مساجد میں جمع تھے کچھ خود کش مسلح دہشت گردوں نے ان مساجد پر گولیوں اور گرنیڈوں کی آندھا دُھند بوچھاڑ کی اور خودکش بم دھماکوں کے ذریعہ حملہ کر کے معصوم اور نہتے نمازیوں کا جو حالت رکوع وسجود میں تھے یا پھر حمد وثناء اور درود شریف میں رطبُ اللسان تھے، بے دریغ خون بہایا اس ظالمانہ اور بہیمانہ حملہ کے نتیجہ میں 86 احمدی شہید ہوئے اور سو سے زائد بُری طرح زخمی ہوئے ان جاں نثار شہدائے لاہور کے بارہ میں ہمارے پیارے آقا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 28/ مئی تا 9/ جولائی 2010 سات خطبات جمعہ ارشاد فرمائے جن میں ان شہیدوں اور زخمیوں کی جرأت، بہادری، عزم اور ہمت اور اُن کے پسماندگان کے صبر واستقلال کے عظیم الشان درخشندہ نمونوں کا اور اُن کے اخلاق حسنہ اور فضائل حمیدہ کا بہت ہی قابل رشک اور دلگُداز تذکرہ فرمایا آپ نے اپنے ولولہ انگیز جذباتی الفاظ میں فرمایا:

’’یہ سب لوگ......احمدیت کی تاریخ میں انشاء اللہ ہمیشہ روشن ستاروں کی طرح چمکتے رہیں گے۔‘‘ (خطبہ جمعہ 4/ جون 2010)

نیز فرمایا: ’’ان جانے والے ہیروں کو اللہ تعالیٰ نے ایسے چمکدار ستاروں کی صورت میں آسمان اسلام احمدیت پر سجا دیا جس نے نئی کہکشائیں ترتیب دے دی ہیں اور ان کہکشاؤں نے ہمارے لئے نئے راستے متعین کر دیئے ہیں۔‘‘
(خطبہ جمعہ 4/ جولائی 2010)

’’انشاء اللہ تعالیٰ ان قربانی کرنے والوں کی لاج پیچھے رہنے والا ہر احمدی رکھے گا اور کبھی پیچھے نہیں ہٹے گا۔‘‘

(خطبہ جمعہ 11/ جون 2010)

لاہور کے جاں نثار احمدی ہوں یا پاکستان کے کسی بھی شہر اور بستی کے احمدی ،انڈونیشیا کے مظلوم احمدی ہوں ،بنگلہ دیش یا ہندوستان کے احمدی ہوں، ان مخالفتوں سے کبھی نہیں ڈرے اور نہ اپنے صبر واستقامت میں کسی قسم کی لغزش آنے دی۔ خلافت رابعہ کے دور میں جب مخالفین کا غیظ وغضب بھڑکا تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ ’’امر واقعہ یہ ہے کہ جماعت احمدیہ ہر غیظ وغضب کی حالت میں نہ صرف یہ کہ ترقی کرتی ہے بلکہ پہلے سے بڑھ کر ترقی کرتی ہے اور اس وقت یہی نظارہ ہم سب دنیا میں دیکھ رہے ہیں ایک بھی استثنا نظر نہیں آتا ساری جماعت کی تاریخ میں کہ کبھی دشمن نے عناد کی آگ لگائی ہو اور جماعت کا کوئی حصہ جل کر بھسم ہو گیا ہو ہر بار بلا استثنا جب دشمن نے آگ بھڑکائی جماعت کُندن بن کر نکلی ہے پہلے سے زیادہ قوت سے ظاہر ہوئی ہے پہلے سے زیادہ شان وشوکت کے ساتھ اُبھری ہے اس میں نئی نئی شاخیں پھوٹی ہیں، نیا وجود اُس کو زندگی کے اعتبار سے ملا ہے نئے نئے وجود ملے ہیں نئے ملکوں میں پھر وہ قائم ہوئی ہے نئی حدوں کو پار کر کے وہ آگے بڑھ گئی ہے۔ کوئی ایک سمت بھی ایسی نہیں آپ بتا سکتے جس میں جماعت دشمنی کے نتیجہ میں سُکڑ گئی ہو، جہاں پیچھے ہٹ گئی ہو زندہ قوموں کی ترقی کے جو بھی معیار آپ سوچ لیں ایک ایک معیار کو چسپاں کر کے دیکھیں۔ ہر معیار کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت نہ صرف آگے مسلسل بڑھتی چلی جارہی ہے بلکہ دشمنیوں کے وقت زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ 16/ نومبر 1984، خطبات طاہر، جلد 3، صفحہ 667 تا 668)

جب سونا آگ میں پڑتا ہے
تو کُندن بن کے نکلتا ہے
پھر گالیوں سے کیوں ڈرتے ہو
دل جلتے ہیں جل جانے دو

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مخالفین کے بد ارادوں اور ظلموں کے بارہ میں فرماتے ہیں:

’’کیا یہ مخالفتیں احمدیت کو ختم کر دیں گی؟ کیا پہلے کبھی مخالفتوں سے احمدیت ختم ہوئی تھی؟ ہرگز نہیں ہوئی اور نہ یہ کر سکتے ہیں۔ ہاں اُن کو ضرور اللہ تعالیٰ کی پکڑ عذاب کا مورد بنا دے گی۔‘‘

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 28/ مئی 2010)

خوں شہیدان اُمت کا اے کم نظر
رائیگاں کب گیا تھا کہ اب جائے گا
ہر شہادت ترے دیکھتے دیکھتے
پھول پھل لائے گی، پھول پھل جائے گا

یہ صدائے فقیرانہ حق آشنا
پھیلتی جائے گی شش جہت میں سدا
تیری آوازاے دشمن بدنوا
دو قدم دور دو تین پل جائے گی

احمدیت حقیقی اسلام کی تاریخ شاہد ہے کہ اعلائے کلمہ اسلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کو دنیا میں پھیلانے کے لئے ہر آواز جو بار گاہ خلافت سے بلند ہوئی اُس پر شمع احمدیت کے پروانوں نے لبّیک کہا۔ احمدیت حقیقی اسلام کی 127 سالہ تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جب کبھی بھی خلیفہ وقت کی طرف سے جس قسم کی بھی قربانی کا مطالبہ ہوا مخلصین احمدیت نے ہمیشہ لبیک کہا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کے قدم روز بروز ترقی کی طرف گامزن ہیں اور ہر احمدی دین کو دُنیا پر مقدم کرنے والا ہے۔ آخر میں، میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اقتباس پیش کر کے اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں آپ مخالفین احمدیت کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

’’یہ ان لوگوں کی غلطی ہے اور سراسر بد قسمتی ہے کہ میری تباہی چاہتے ہیں۔ میں وہ درخت ہوں جس کو مالک حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے جو شخص مجھے کاٹنا چاہتا ہے اس کا نتیجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ وہ قارون اور یہودا اسکریوطی اور ابو جہل کے نصیب سے کچھ حصہ لینا چاہتا ہے میں ہر روز اس بات کے لئے چشم پُر آب ہوں کہ کوئی میدان میں نکلے اور منہاج نبوت پر مجھ سے فیصلہ کرنا چاہے پھر دیکھے کہ خُدا کس کے ساتھ ہے......اے لوگو! تم یقینا سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو اخیر وقت تک مجھ سے وفا کرے گا۔ اگر تمہارے مرد اور عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب ملکر میرے ہلاک کرنے کے لئے دُعائیں کریں یہاں تک کہ سجدے کرتے کرتے ناک گل جائیں اور ہاتھ شل ہو جائیں تب بھی خُدا ہرگز تمہاری دُعا نہیں سنے گا اور نہیں رُکے گا جب تک وہ اپنے کام کو پورا نہ کر لے اور اگر انسانوں میں سے ایک بھی میرے ساتھ نہ ہو تو خُدا کے فرشتے میرے ساتھ ہونگے ...... پس اپنی جانوں پر ظلم مت کرو۔ کاذبوں کے اور مُنہ ہوتے ہیں اور صادقوں کے اور...... خُدا کے مامورین کے آنے کے لئے بھی ایک موسم ہوتے ہیں اور پھر جانے کے لئے بھی ایک موسم، پس یقینا سمجھو کہ میں نہ بے موسم آیا ہوں اور نہ بے موسم جاؤں گا۔ خُدا سے مت لڑو یہ تمہارا کام نہیں کہ مجھے تباہ کر دو۔‘‘

(اربعین نمبر 3، روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 399)

خُدا خُود جبر و استبداد کو برباد کر دیگا
وہ ہر سو احمدی ہی احمدی آباد کر دے گا
صداقت میرے آقا کی زمانے پر عیاں ہوگی
جہاں میں احمدیت کامیاب اور کامران ہوگی

......☆......☆......☆......

تقریر جلسہ سالانہ قادیان 2016

نظام وصیت کی اہمیت اور ہماری ذمہ داریاں

(حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بیان فرمودہ ایمان افروز واقعات کی روشنی میں)

زین الدین حامد (ناظم دارالقضا وسیکرٹری مجلس کارپرداز)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ؕ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ

(المائدہ: آیت 13)

اور اللہ نے کہا یقیناً میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی اور میرے رسولوں پر ایمان لائے اور تم نے انکی مدد کی اور اللہ کو قرضہ حسنہ دیا تو میں ضرور تمہاری برائیوں کو تم سے دور کردوں گا۔ اور ضرور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کروں گا جنکے دامن میں نہریں بہتی ہوں گی۔ پس تم میں سے جس نے اسکے بعد کفر کیا تو وہ یقیناً سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔

اسلام کی کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ قائم کرنے اور تمام ادیان پر اسلام کو غالب کرنے اور پرچم توحید ساری دنیا میں اونچا لہرانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قادیان کی مقدّس بستی میں مبعوث فرمایا۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ اپنی بعثت کی غرض بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ عاجز تو محض اس غرض کے لئے بھیجا گیا ہے کہ تا یہ پیغام خلق اللہ کو پہنچاوے کہ دنیا کے تمام مذاہب موجودہ میں سے وہ مذہب حق پر اور خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہے جو قرآن کریم لایا ہے اور دارالنجات میں داخل ہونے کے لئے دروازہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے۔''

اس عظیم الشان مقصد کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے متعدد ارضی وسماوی ذرائع سے آپ کی تائید ونصرت فرمائی۔ ان میں سے ایک عظیم الشان ذریعہ آسمانی نظام وصیت ہے۔

1905 کا سال جماعت احمدیہ کی تاریخ میں غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ ایک طرف حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو قرب وفات کے متعلق متواتر الہامات ہو رہے تھے دوسری طرف اپنی غرض بعثت کی تکمیل کے لئے آپ فکر مند تھے اور دن رات خدائے ذوالجلال کے حضور سجدہ ریز تھے کیوں کہ جس عظیم الشان مشن پر آپ بھیجے گئے تھے وہ ایک دو نسل کا کام نہیں بلکہ مسلسل جد و جہد کا متقاضی تھا۔ اور نسلاً بعد نسلٍ قیامت تک اس ذمہ داری کو نبھانے کا انتظام کیا جانا تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اذن کے مطابق 1905 میں وصیت کا آسمانی نظام جاری فرمایا۔ گو اسکی داغ بیل 1400 سال قبل ڈالی جا چکی تھی کیونکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو ان الفاظ میں خوشخبری دی تھی کہ آنے والا مسیح ''يُحَدِّثُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِي الْجَنَّةِ'' اپنے متبعین کو جنت میں حاصل ہونے والے عظیم الشان مراتب و مدارج کے بارے میں بتائے گا۔ وصیت کا نظام دراصل نظام خلافت کے تابع ایک ایسا نظام ہے جو دینی و روحانی اصلاح اور نشو نما کے ساتھ ساتھ دنیا کے اقتصادی اور معاشی مسائل کا بہترین حل تجویز کرتا ہے۔ دنیا کا کوئی نظام اسکا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ نے نصف صدی سے زائد عرصہ کے اپنے دور خلافت میں اس آسمانی نظام کے تمام پہلوؤں کو واضح فرمایا اور احباب جماعت کو جلد اس میں شامل ہونے اور اس عظیم اقتصادی نظام کا حصہ بننے کی تلقین فرمائی۔ نظام وصیت کی اہمیت کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ الوصیت میں فرماتے ہیں:

''اس وصیت کے لکھنے میں جس کا مال دائمی مدد دینے والا ہوگا اس کو دائمی ثواب ہوگا اور خیرات جاریہ کے حکم میں ہوگا .... خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ ایسے کامل الایمان ایک ہی جگہ دفن ہوں تا آئندہ کی نسلیں ایک ہی جگہ ان کو دیکھ کر اپنا ایمان تازہ کریں اور تا ان کے کارنامے یعنی جو خدا کے لئے انہوں نے دینی کام کئے ہمیشہ کے لئے قوم پر ظاہر ہوں .... اس کام میں سبقت دکھلانے والے راستبازوں میں شمار کئے جائیں گے اور ابد تک خدا تعالیٰ کی ان پر رحمتیں ہوں گی۔''

(الوصیت، روحانی خزائن، جلد 20، صفحہ 320 تا 328)

ان ارشادات میں ہر موصی کے لئے یہ زبردست خوشخبری ہے کہ وہ دائمی ثواب کا مستحق ہوگا اور اسکی یہ مالی قربانی ایسی ہوگی کہ اس کے مرنے کے بعد بھی ایصال ثواب کا موجب ہوگی اور صدقہ جاریہ کے طور پر اس کا فیض لامتناہی ہوگا۔

نظام وصیت نہ صرف روحانی ترقی اور کامیابی کا نظام ہے بلکہ ایک زبردست اقتصادی نظام بھی اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ وصیت کرنے پر موصی کی وقف کی ہوئی رقم ایک طرف معاشرے میں اشاعت دین اور بہبودی کے استعمال میں آتی ہے اور دوسری طرف مالی طور پر اقتصادی ترقی کا بھی باعث بنتی ہے۔ اقتصادی بحران کی سب سے بڑی وجہ چند انسانوں کا بہت زیادہ امیر ہونا اور اکثریت کا بہت زیادہ غریب ہونا ہوتا ہے جسکی وجہ سے معاشرہ میں بدامنی پھیلتی ہے۔ غربت کی وجہ سے لوگ بہت سارے ناجائز طریق اپنا کر اپنا اور اپنے گھر والوں کا پیٹ پالتے ہیں جسکی وجہ سے معاشرے میں جرم اور فساد پیدا ہوتا ہے۔ لیکن نظام وصیت اجتماعی طور پر جہاں انسان کو میانہ روی اپنانے کی طرف متوجہ کرتا ہے وہیں ضرورت مندوں کی ضروریات اس رقم سے پوری کی جاتی ہیں خصوصاً بیواؤں اور یتیموں کی ضروریات کا انتظام کیا جاتا ہے۔ نظام وصیت ایسا زبردست اقتصادی نظام ہے کہ دنیا کے تمام اقتصادی و معاشی مسائل اس سے حل ہو سکتے ہیں۔

نظام وصیت کی اہمیت کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے تاریخی خطاب نظام نو میں چار بنیادی اصول بیان فرمائے جو نظام وصیت کو باقی دنیا کے نظام سے بالا اور منزہ اور ممتاز کرتے ہیں:

پہلا: سب انسانوں کی ضرورت کو پورا کیا جائے۔

دوسرا: انفرادی اور عائلی زندگی کے لطیف جذبات کو تباہ نہ ہونے دیا جائے۔

تیسرا: یہ کام مالداروں سے طوعی طور پر لیا جائے اور جبر سے کام نہ لیا جائے۔

چوتھا: نظام ملکی نہ ہو بلکہ بین الاقوامی ہو۔

یہ چاروں بنیادی اصول نظام وصیت میں نظر آتے ہیں۔

نظام وصیت نظام خلافت سے الگ نہیں بلکہ ایک ہی سکہ کے دو پہلو ہیں۔ نظام خلافت ہے تو نظام وصیت قائم ہے ورنہ دنیا میں بہت سارے اقتصادی نظام دنیاوی لیڈروں کے زیر سایہ بنتے ہیں اور چند دنوں میں ناکام ہو جاتے ہیں۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اس حقیقت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے رسالہ الوصیت میں دو باتوں کا ذکر فرمایا ہے کہ ایک تو یہ ہے کہ آپ کی وفات کے بعد نظام خلافت کا اجراء اور دوسرے اپنی وفات پر آپ کو یہ فکر پیدا ہونا کہ ایسا نظام جاری کیا جائے جس سے افراد جماعت میں تقویٰ بھی پیدا ہو اور اس میں ترقی بھی ہو اور دوسرے مالی قربانی کا بھی ایسا نظام جاری ہو جائے جس سے کھرے اور کھوٹے میں تمیز ہو جائے اور جماعت کی مالی ضروریات بھی باحسن پوری ہو سکیں۔ اس لئے وصیت کا نظام جاری فرمایا تھا۔ تو اس لحاظ سے میرے نزدیک ...... نظام خلافت اور نظام وصیت کا بڑا گہرا تعلق ہے ...... نظام وصیت کو اب اتنا فعال ہو جانا چاہئے کہ سو سال بعد تقویٰ کے معیار بجائے گرنے کے نہ صرف قائم رہیں بلکہ بڑھیں اور اپنے اندر روحانی تبدیلیاں پیدا کرنے والے بھی پیدا ہوتے رہیں اور قربانیاں کرنے والے بھی پیدا ہوتے رہیں۔ یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے والے پیدا ہوتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے پیدا ہوتے رہیں۔ جب اس طرح کے معیار قائم ہوں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ خلافت حقہ بھی قائم رہے گی اور جماعتی ضروریات بھی پوری ہوتی رہیں گی''۔

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 559)

جلسہ سالانہ برطانیہ 2004 کے اختتامی خطاب میں سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کا قرب پانے اور نیکیوں کو حاصل کرنے کے لئے ایک اور ذریعہ بھی ہے جو تمہیں نیکیوں پر قائم رہنے اور اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنے میں مددگار ہوگا بلکہ انتہائی اہم نسخہ ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کے سامان بھی پیدا ہو رہے ہوں گے اور حقوق العباد ادا کرنے کے سامان بھی پیدا ہو رہے ہوں گے اور وہ ہے نظام وصیت۔ یہ نظام خدا تعالیٰ کا قرب پانے کا ایک ذریعہ ہے اور اگر تم چاہتے ہو کہ خدا تعالیٰ سے تم کو خاص انعام ملے تو اس نظام میں شامل ہو جاؤ اور اس دروازے میں داخل ہو جاؤ''۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے اسی خطاب میں نظام وصیت میں شامل ہونے کے لئے احباب جماعت کو خصوصی توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

''اس نظام کو قائم کئے 2005 میں انشاء اللہ تعالیٰ ایک سو سال ہو جائیں گے ...... 1905 میں آپؑ نے اسے جاری فرمایا تھا لیکن جیسا کہ متعدد جگہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ اس نظام وصیت میں شامل ہونے والوں کو خوشخبریاں دے چکے ہیں۔ آپؑ نے جماعت پر حسن ظن فرمایا ہے کہ ایسے مومنین ملتے رہیں گے اور ضرور ملتے رہیں گے جو اس طرح اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنی مالی قربانیاں پیش کرنے والے ہوں گے اور روحانیت میں بھی ترقی کرنے والے ہوں گے لیکن جس رفتار سے جماعت کے افراد کو اس نظام میں شامل ہونا چاہئے تھا نہیں ہو رہے۔ اگلے سال انشاء اللہ تعالیٰ وصیت کے نظام کو قائم ہوئے سو سال ہو جائیں گے۔ میری یہ خواہش ہے اور میں یہ تحریک کرنا چاہتا ہوں کہ اس آسمانی نظام میں اپنی زندگیوں کو پاک کرنے کے لئے اپنی نسلوں کی زندگیوں کو پاک

کرنے کے لئے شامل ہوں۔آگے آئیں اور اس ایک سال میں کم از کم 15000 نئی وصایا ہو جائیں تاکہ کم از کم 50000 وصایا تو ایسی ہوں کہ جو ہم کہہ سکیں کہ سو سال میں ہوئیں۔تو ایسے مومن نکلیں کہ کہا جا سکے کہ انہوں نے خدا کے مسیح کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے قربانیوں کے اعلیٰ معیار قائم کئے فرمایا میری یہ خواہش ہے کہ 2008 میں جو خلافت کو قائم ہوئے انشاء اللہ تعالیٰ سو سال ہو جائیں گے تو دنیا کے ہر ملک میں، ہر جماعت میں جو کمانے والے افراد ہیں، جو چندہ دہندگان ہیں ان میں سے کم از کم 50 فیصد تو ایسے ہوں جو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے اس عظیم الشان نظام میں شامل ہو چکے ہوں اور روحانیت کو بڑھانے والے اور قربانیوں کے اعلیٰ معیار قائم کرنے والے بن چکے ہوں اور یہ بھی جماعت کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حضور ایک حقیر سا نذرانہ ہوگا جو جماعت خلافت کے سو سال پورے ہونے پر شکرانے کے طور پر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر رہی ہوگی اور اس میں جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے ایسے لوگ شامل ہونے چاہئیں جو انجام بخیر کی فکر کرنے والے اور عبادات بجا لانے والے ہیں......خدام الاحمدیہ، انصار اللہ صف دوم جو ہے اور لجنہ اماء اللہ کو اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہئے۔امید ہے کہ احمدی نوجوان بھی اور خواتین بھی اس کی بھرپور کوشش کریں گے اور اس کے ساتھ ساتھ عورتوں کو میں خاص طور پر کہہ رہا ہوں کہ اپنے ساتھ اپنے خاوند اور بچوں کو بھی اس عظیم انقلابی نظام میں شامل کرنے کی کوشش کریں۔پس غور کریں، فکر کریں جو سستیاں، کوتاہیاں ہو چکی ہیں ان پر استغفار کرتے ہوئے اور حضرت مسیح موعودؑ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے جلد از جلد اس نظام وصیت میں شامل ہو جائیں اور اپنے آپ کو بھی بچائیں اور اپنی نسلوں کو بھی بچائیں اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے بھی حصہ پائیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے آمین۔''

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کے بعد جماعت احمدیہ نے والہانہ لبیک کہتے ہوئے ان ارشادات کی تکمیل کی چنانچہ جماعت احمدیہ بھارت میں موصیان کے اعداد و شمار یہ ہیں:

حضور انور کی خصوصی تحریک کے بعد بھارت کے موصیوں کی تعداد میں 7686 موصیوں کا اضافہ ہوا ہے یعنی بھارت میں موصیوں کی تعداد 23006 ہے اور اب اس تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔

جیسا کہ پیش کردہ اقتباسات سے ظاہر ہے کہ وصیت کی دو عظیم الشان برکات ہیں۔ایک تو انسان کی دینی، روحانی، اخلاقی اصلاح اور قرب الٰہی میں ترقی ہے دوسرا مالی قربانی کے ذریعہ سے اقتصادی نظام بہتر کرنا اور ضرورتمندوں کی ضروریات کو اس آمد سے پورا کرنا اور دنیا کو دکھ تکلیف کرب و بلا سے باہر نکال کر امن و سلامتی قائم کرنا۔

نظام وصیت دراصل دنیا کے نئے اقتصادی نظام کی بنیاد ہے اور یہ نظام خلافت کی برکات میں سے ایک اہم برکت ہے۔اس لئے یہ دعویٰ بے جا نہیں کہ دنیا کا نیا نظام اب مغرب میں تشکیل نہیں دیا جائیگا بلکہ اسکی بنیادیں قادیان کی مقدس زمین میں 1905 میں رکھی جا چکی ہے ہیں۔اب دنیا کو امن اور سکون بخشنے والا نظام اور ہر دکھ اور مصیبت سے نجات دلانے والا نظام، ہر امیر اور غریب کے دل میں مسرت پیدا کرنے والا نظام اور ہر بیوہ اور یتیم کے سر پر دست شفقت رکھنے والا نظام، یہی وہ نظام ہے جو مامور زمانہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ذریعہ معرض وجود میں آیا۔حضرت مصلح موعودؓ نے مجلس مشاورت قادیان 4 ر اپریل 1926 کے دوران نظام وصیت کے متعلق نہایت اثر انگیز اور حقیقت افروز خطاب کرتے ہوئے پرشوکت الفاظ میں فرمایا:

'' جب احمدیت ترقی کریگی، ہماری جماعت کے لوگوں کی آمدنیاں زیادہ ہوں گی، ہمارے ہاتھ میں حکومت آ جائے گی۔احمدی امراء اور بادشاہ ہوں گے تو اس وقت 1/10 حصہ کی وصیت کافی نہ ہوگی اس وقت سلسلہ کی باگ جس کے ہاتھ میں ہوگی وہ اگر الوصیت کے لئے 1/3 حصہ ضرور قرار دے دے تو یہ جائز ہوگا..اُس وقت حکومت احمدیت کی ہوگی مال و اموال کی کثرت ہوگی اور 1/10 حصہ داخل کرنا کوئی بات نہ ہوگی'' (احمدیہ گزٹ 11 مارچ 1927)

نظام وصیت کے ذریعہ حاصل ہونے والی معاشی اور اقتصادی اصلاح اور کامیابی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''جیسا کہ 'الوصیت' میں بیان کیا گیا ہے، وصیت کی اس سکیم کے فوائد اور رنگ میں بھی ظاہر ہوں گے اور بالآخر یہ انسانیت کے کمزور طبقوں کو اٹھانے اور انسانی فلاح و بہبود اور خوش حالی کو ترقی دینے کا ذریعہ ثابت ہوگی۔کوئی نظام بھی جسکی بنیاد جبر و اکراہ پر ہو اس مقصد میں کامیابی حاصل نہیں کر سکتا 'الوصیت' میں جو سکیم پیش کی گئی ہے خالصۃً طوعی اور رضا کارانہ ہے اور خدمت اسلام کے ایک اجر کا درجہ رکھتی ہے۔اس لحاظ سے جو اخلاقی اور روحانی فوائد اس تحریک کے ساتھ وابستہ ہوں گے تمام دوسرے نظام ان سے محروم ہیں۔رفتہ رفتہ ایک ملک کے بعد دوسرا ملک اس تحریک کو اپنانے کے لئے آگے آتا رہے گا۔اور اس طرح ان لوگوں کی طرف سے جو اس سکیم کے ذریعہ روحانی اخلاقی اور مادی فوائد سے متمتع ہوں گے۔دنیا میں خدا کا نام بلند ہوتا رہیگا۔''

(تاریخ احمدیت، جلد 18، صفحہ 111)

وصیت کے ذریعہ جو اموال جمع ہوں گے اس کے مصارف کیا کیا ہیں اور کونسی ضرورتوں پر خرچ کئے جائیں گے۔اس بارہ میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی واضح راہنمائی موجود ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ و السلام فرماتے ہیں:

''یہ مالی آمدنی ایک بادیانت اور اہل علم انجمن کے سپرد رہے گی اور وہ باہمی مشورہ سے ترقی اسلام اور اشاعت علم قرآن و کتب دینیہ اور اس سلسلہ کے واعظوں کے لئے حسب ہدایت مذکورہ بالا خرچ کریں گے۔اور خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے وہ اس سلسلہ کو ترقی دے گا۔اس لئے امید کی جاتی ہے کہ اشاعت اسلام کے لئے ایسے مال بھی بہت سے اکٹھے ہو جائیں گے اور ہر ایک امر جو مصالح اشاعت اسلام میں داخل ہے جس کی اب تفصیل کرنا قبل از وقت ہے وہ تمام امور ان اموال سے انجام پذیر ہوں گے...........ان اموال میں سے اُن یتیموں اور مسکینوں اور نو مسلموں کا بھی حق ہوگا جو کافی طور پر وجوہ معاش نہیں رکھتے اور سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہیں۔''

(الوصیت، روحانی خزائن، جلد 20 صفحہ 19)

وصیت دراصل موجودہ زمانہ کی ضرورتوں کے مطابق دنیا سے دکھ درد دور کرنے کی عظیم الشان سکیم ہے۔جب ہم نظام وصیت کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ نظام نہایت کامل نظر آتا ہے اس آسمانی نظام کے نتیجہ میں اقتصادی اور معاشی لحاظ سے دنیا میں جو خوشحالی کا دور دورہ ہوگا، دنیا کے معاشی و اقتصادی مسائل کا دائمی حل اس سکیم میں مضمر ہے۔

احباب جماعت احمدیہ عالمگیر کس قدر خوش نصیب ہیں کہ زمانہ کے مامور حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ذریعہ خلافت علی منہاج النبوت کے ساتھ وابستہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس عظیم الشان آسمانی نظام 'الوصیت' میں شمولیت کر کے ایک طرف تقویٰ و طہارت، تزکیہ نفس کے ذریعہ قرب الٰہی میں ترقی کر رہے ہیں تو دوسری طرف اپنے اموال اسلام کی اشاعت اور بنی نوع انسان کی بے لوث خدمت کے لئے قربان کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بشارتوں کے مطابق اجر عظیم کے مستحق ٹھہرائے جا رہے ہیں۔یہ جماعت احمدیہ کی امتیازی شان ہے کہ مسلسل قربانی کی توفیق پا رہی ہے۔یوں تو ہر قوم اور ہر تنظیم اپنی اغراض و مقاصد کے لئے قربانیاں کرتی ہے لیکن وہ سب وقتی جذبات کے تحت ہوتی ہیں لیکن نظام وصیت کے ذریعہ احباب جماعت کو جس عظیم الشان مالی قربانی کی سعادت حاصل ہے وہ کوئی وقتی جذبات کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ مسلسل تا وقت مرگ قربانیاں کرتے چلے جانے کا نام ہے۔اور وفات کے بعد ان کے ترکہ میں سے بھی مقررہ حصہ اشاعت اسلام کے لئے ادا کیا جاتا ہے۔یہ جماعت احمدیہ کا طرہ امتیاز ہے اس میں کسی قسم کا جبر نہیں بلکہ احمدی محض للہ قربانی کے جذبات سے سرشار ہو کے اپنی مرضی سے اس نظام میں شامل ہوتے چلے جاتے ہیں۔جب کسی کو اس نظام سے محروم کر دیا جاتا ہے تو جس قسم کی بے چینی، کرب و بلا میں وہ مبتلا ہوتے ہیں اور اپنی وصیت کی بحالی کے لئے رات دن کس قدر دعاؤں اور انابت الی اللہ میں مستغرق ہو جاتے ہیں، اس سے اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ یہ نظام خالصتاً طوعی ہے۔اور حرارت ایمانی سے لبریز دلوں سے اٹھنے والی سچی خواہش کی تکمیل ہے۔

نظام وصیت کی اہمیت اور اسکی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف حضرت اقدس مسیح موعودؑ بلکہ آپؑ کے خلفاء کرام کو بھی اس عظیم الشان آسمانی منصوبے کے فوائد سے آگاہ فرمایا۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ:

''یہ ہمارے لئے ایک نہایت ہی اہم چیز رکھی ہے اور اس کے ذریعہ سے جنت کو ہمارے قریب کر دیا ہے۔پس وہ لوگ جن کے دل میں ایمان و اخلاص تو ہے مگر وصیت کے بارہ میں سستی دکھلاتے ہیں میں انہیں توجہ دلاتا ہوں کے وصیت کی طرف جلدی بڑھیں۔انہی سستیوں کی وجہ سے دیکھا جاتا ہے کہ بعض بڑے بڑے مخلص فوت ہو جاتے ہیں، انکو آج کل کرتے کرتے موت آ جاتی ہے پھر دل کڑھتا ہے اور حسرت رہ جاتی ہے کہ کاش یہ بھی مخلصین کے ساتھ دفن کئے جاتے مگر دفن نہیں کئے جا سکتے۔سب کے دل ان کی موت پر محسوس کر رہے ہوتے ہیں کہ وہ مخلص تھے اور دوسرے مخلصین کے ساتھ دفن کئے جاتے مگر ان کی ذرا سی غفلت اور ذرا سی سستی اس میں حائل ہو جاتی ہے۔پھر بیسیوں ہماری جماعت میں ایسے لوگ موجود ہیں جو دسویں حصہ سے زیادہ چندہ دیتے ہیں مگر وصیت نہیں کرتے۔ایسے دوستوں کو بھی چاہئے کہ وصیت کر دیں بلکہ ایسے دوستوں کے لئے تو کوئی مشکل ہی نہیں۔پھر کئی ایسے ہیں جو صرف پانچ پیسے یا چھ پیسے فی روپیہ پر چندہ دے رہے ہوتے ہیں اور صرف دمڑی یا دھیلا انہیں وصیت سے محروم کر رہا ہوتا ہے۔غرض تھوڑے پیسوں کے فرق کی وجہ سے ہماری جماعت کے ہزاروں ہزار آدمی وصیت سے محروم ہیں اور جنت کے قریب ہوتے ہوئے بھی اس میں داخل نہیں ہوتے۔..........

دوستوں کو چاہئے کہ وصیت کے جو برابر جو چندہ دیتے ہیں اور ایسے سینکڑوں آدمی ہیں وہ حساب لگا کر وصیت کر دیں۔بعض اگر غور کریں گے تو انہیں معلوم ہوگا کہ صرف ایک پیسہ زیادہ چندہ دینے سے ان کے لئے جنت کا وعدہ ہو جاتا ہے۔پس جس قدر ہو سکے دوستوں کو چاہئے کہ وہ وصیت کریں۔اور میں یقین رکھتا ہوں کہ وصیت کرنے سے ایمانی ترقی ضرور ہوتی ہے۔جب اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اس زمین میں متقی کو دفن کریگا تو جو شخص وصیت کرتا ہے اسے متقی بنا بھی دیتا ہے''۔(الفضل، یکم ستمبر 1932)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ پر اللہ تعالیٰ نے

کشفاً یہ ظاہر فرمایا کہ اب موصیان کے ذریعہ سے ہی اللہ تعالیٰ نے خدمات بھی لینی ہیں۔ چنانچہ اپنے کشف کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ خطبہ جمعہ فرمودہ 5 / اگست 1966 میں فرماتے ہیں:

’’ایک دن جب میری آنکھ کھلی تو میں بہت دعاؤں میں مصروف تھا۔ اس وقت عالم بیداری میں میں نے دیکھا کہ جس طرح بجلی چمکتی ہے اور زمین کو ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک روشن کر دیتی ہے اسی طرح ایک نور ظاہر ہوا اور اس نے زمین کو ایک کنارے سے لیکر دوسرے کنارے تک ڈھانپ لیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ اس نور کا ایک حصہ جیسے جمع ہو رہا ہے۔ پھر اس نے الفاظ کا جامہ پہنا اور ایک پر شوکت آواز فضا میں گونجی جو اس نور سے ہی بنی ہوئی تھی اور وہ یہ تھی:

’’بُشْرٰی لَکُمْ‘‘ یہ ایک بڑی بشارت تھی لیکن اس کا ظاہر کرنا ضروری نہ تھا۔ ہاں دل میں ایک خلش تھی اور خواہش تھی کہ جس نور کو میں نے زمین کو ڈھانپتے ہوئے دیکھا ہے جس نے ایک سرے سے دوسرے سرے تک زمین کو منور کر دیا ہے۔ اسکی تعبیر بھی اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے مجھے سمجھائے۔ چنانچہ وہ ہمارا خدا جو بڑا ہی فضل کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ اس نے خود اسکی تعبیر اس طرح سمجھائی کہ گزشتہ پیر کے دن میں ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا اور تیسری رکعت کے قیام میں تھا تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ کسی غیبی طاقت نے مجھے اپنے تصرف میں لے لیا ہے۔ اور اس وقت مجھے یہ تفہیم ہوئی کہ جو نور میں نے اس دن دیکھا تھا وہ قرآن کا نور ہے۔ جو تعلیم القرآن کی اسکیم اور وقف عارضی کی اسکیم کے ماتحت دنیا میں پھیلایا جا رہا ہے .... پھر میں اس طرف بھی متوجہ ہوا کہ عارضی وقف کی تحریک جو قرآن کریم سیکھنے سکھانے کے متعلق جاری کی گئی ہے۔ اس کا تعلق نظام وصیت کے ساتھ بڑا گہرا ہے۔ چنانچہ میں نے حضرت مسیح موعودؑ کے رسالہ الوصیت کو مزید غور سے پڑھا تو مجھے معلوم ہوا کہ واقع میں اس تحریک کا موصی صاحبان کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے۔ اس وقت میں تفصیل میں نہیں جانا چاہتا صرف ایک بات آپ دوستوں کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رسالہ الوصیت کے شروع میں ہی ایک عبارت لکھی ہے اور حقیقتاً وہ عبارت اس نظام میں منسلک ہونے والے موصی صاحبان ہی کی کیفیت بتا رہی ہے کہ تمہیں وصیت کر کے اس قسم کا انسان بننا پڑیگا۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’خدا کی رضا کو تم کسی طرح پا ہی نہیں سکتے جب تک تم اپنی رضا چھوڑ کر، اپنی لذات چھوڑ کر، اپنی عزت چھوڑ کر، اپنا مال چھوڑ کر، اپنی جان چھوڑ کر اسکی راہ میں وہ تلخی نہ اٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے۔ لیکن اگر تم تلخی اٹھالو گے یعنی اس نظام وصیت میں شامل ہو جاؤ گے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے والے ہو گے تو ایک پیارے بچہ کی طرح خدا کی گود میں آجاؤ گے۔ اور تم ان راست بازوں کے وارث کئے جاؤ گے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے لیکن تھوڑے ہیں جو ایسے ہیں۔‘‘

’’ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے‘‘ دراصل حضرت مسیح موعودؑ کے ایک الہام کا ترجمہ ہی ہے جو بہشتی مقبرہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے آپ پر نازل کیا تھا۔ حضورؑ فرماتے ہیں:

’’چونکہ اس قبرستان کے لئے بڑی بھاری بشارتیں مجھے ملی ہیں اور نہ صرف خدا نے یہ فرمایا کہ یہ مقبرہ بہشتی ہے بلکہ یہ بھی فرمایا کہ اُنْزِلَ فِیْھَا کُلُّ رَحْمَةٍ یعنی ہر ایک قسم کی رحمت اس قبرستان میں اتاری گئی ہے اور کسی قسم کی رحمت نہیں جو اس قبرستان والوں کو اس سے حصہ نہیں۔‘‘

پس اللہ تعالیٰ نے ان دو وحیوں کے ذریعہ ہمیں اس طرف متوجہ کیا کہ موصی حقیقتاً وہی ہوتا ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتیں، اس کے فضل، اسکی رحمت اور اسکے احسان کی وجہ سے اس لئے نازل ہوتی ہیں کہ اس شخص نے اپنی گردن کلیۃً قرآن کریم کے جوا کے نیچے رکھی ہوتی ہے۔ اپنے پر وہ ایک موت وارد کرتا ہے اور خدا میں ہو کر ایک نئی زندگی پاتا ہے اور اس وحی کی زندہ تصویر ہوتا ہے کہ ’’اَلْخَیْرُ کُلُّهٗ فِی الْقُرْاٰنِ۔‘‘

اب میں بعض ایسے واقعات پیش کرتا ہوں جو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض خطبات میں بیان فرمائے ہیں تا کہ بطور یاددہانی احباب جماعت کے ذہنوں میں مالی قربانی کی اہمیت وافادیت ہمیشہ مستحضر رہے۔

☆ ایک پرانے احمدی ابوبکر جارہ صاحب نے کسی وجہ سے چندہ دینا چھوڑ دیا اور آہستہ آہستہ جماعتی پروگراموں میں بھی آنا چھوڑ دیا۔ اس پر انہیں کافی سمجھایا مگر کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ ایک عرصے کے بعد وہ ایک دن مشن آئے اور اپنا چندہ ادا کیا اور بتایا کہ آج رات انہوں نے خواب میں دیکھا ہے کہ وہ بہت گہرے پانی میں ڈوب رہے ہیں اور کوئی ان کی مدد کے لئے نہیں آرہا۔ اتنے میں وہ ایک کشتی دیکھتے ہیں جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سوار ہیں۔ حضور نے ان کا ہاتھ پکڑا اور کشتی میں اپنے ساتھ بٹھا لیا اور فرمایا کہ آئندہ کبھی بھی چندہ دینے میں سستی نہ کرنا۔ اس خواب کے بعد انہوں نے جماعت سے پختہ وعدہ کیا کہ آئندہ کبھی بھی وہ چندہ دینے میں سستی نہیں کریں گے اور نہ ہی وہ جماعتی کاموں میں غفلت برتیں گے۔

پس جہاں یہ چندے کی اہمیت کا ثبوت ہے، وہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا بھی ثبوت ہے کہ دور دراز کے ایک ملک میں اور اس ملک کے بھی ایک دور دراز علاقے میں ایک شخص احمدیت قبول کرتا ہے۔ پھر پیچھے ہٹ جاتا ہے اور اس کی رہنمائی پھر خواب کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔

☆ دارالسلام تنزانیہ کے ایک احمدی دوست عیسیٰ صاحب بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نوے کی دہائی میں احمدیت قبول کی تھی۔ اس سے پہلے وہ عیسائی مذہب سے تعلق رکھتے تھے لیکن احمدیت قبول کرنے کے بعد ایمان میں کافی ترقی کی۔ اب ماشاءاللہ موصی ہیں اور مالی قربانی کرنے والے ہیں۔ ہمیشہ اپنی اور اپنی فیملی کا چندہ وعدے سے زیادہ ادا کرتے ہیں۔ جماعتی تعلیمات کو بجا لانے میں پرانے احمدیوں سے بہت آگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دارالسلام تنزانیہ کے ریجنل پریذیڈنٹ ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب سے مَیں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی شروع کی ہے، اللہ تعالیٰ کے بہت سے افضال اپنے اوپر نازل ہوتے دیکھے ہیں۔ اتنی برکات نازل ہوئی ہیں کہ جو بیشمار ہیں۔ مثال کے طور پر کہتے ہیں کہ خاکسار کا پہلے ایک گھر تھا۔ لیکن اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے تین گھروں کا مالک ہوں۔ میری اولاد بھی بہترین جگہ پر تعلیم حاصل کر رہی ہے۔ (7 / نومبر 2014)

☆ افریقہ کے ملک مالی کے ایک مخلص کا واقعہ بیان کرتے ہوئے وہاں کے مبلغ لکھتے ہیں کہ ان کی پوسٹنگ مالی کے ریجن سیگو (Segou) میں ہوئی۔ ایک دن نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد معلم صاحب نے ایک شخص کو خاکسار سے ملوایا کہ یہ مولویوں کے سب سے بڑے خاندان سے ہیں اور انہوں نے بیعت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں چندہ دینے آیا ہوں کیونکہ میں نے آج ریڈیو میں خلیفۃ المسیح کا خطبہ چندہ کے متعلق سنا ہے۔ کہتے ہیں خاکسار نے انہیں انفاق فی سبیل اللہ کی برکات بتانے کے لئے آیت لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ سنائی تو وہ بہت حیران ہوئے اور کہنے لگے کہ میں نے ریڈیو پر جو خطبہ سنا تھا اس میں بھی یہی آیت سنی تھی۔ سوچا تھا کہ پانچ ہزار سیفا چندہ دوں مگر بعد میں شیطان نے دل میں وسوسہ ڈال دیا کہ صرف دو ہزار سیفا ہی کافی ہے لیکن اب جب آپ نے یہی آیت دوبارہ سنائی ہے تو میرے دل کو یقین ہو گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ہی نظام ہے اور اب میں پانچ ہزار سیفہ ہی چندہ دوں گا۔ چنانچہ انہوں نے پانچ ہزار سیفا چندہ دیا۔ تو اللہ کے فضل سے نومبائعین مالی قربانی میں بھی اب بہت آگے بڑھ رہے ہیں۔

نظام وصیت کی برکات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

’’ہمارے تقویٰ کے معیار کو اونچا کرنے اور ہمیشہ جماعت میں اطاعت اور فرمانبرداری کی مثالیں قائم کرنے کا حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے بعد ایک ایسا انتظام فرمایا جو نظام خلافت کے ذریعے سے ہے .... ایک تو فرمانبرداری اور اطاعت کا نظام دوسرے خدا اور رسول کا پیغام پہنچانے کے لئے اور دکھی انسانیت کی خدمت کے لئے نظام وصیت کا اجراء۔ اور آج سے تقریباً 100 سال پہلے یہ اجراء ہوا تھا۔ اور یہ جو وصیت کا نظام آپؑ نے جاری فرمایا تھا یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تھا۔ اور اس نظام میں شامل ہونے والوں کے لئے آپؑ نے بیشمار دعائیں کی ہیں۔ اور اس نظام میں شامل ہونے والوں، بلکہ جماعت کو تقویٰ پر قدم مارنے کی نصیحت کرتے ہوئے آپؑ رسالہ الوصیت میں فرماتے ہیں .... تقویٰ ایک ایسی جڑ ہے کہ اگر وہ نہیں تو سب کچھ ہیچ ہے اور اگر وہ باقی رہے تو سب کچھ باقی ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ 14 / اپریل 2006)

نظام وصیت کی اہمیت کے بارے میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک ولولہ انگیز اقتباس کے ساتھ خاکسار اس مضمون کو ختم کرتا ہے:

’’جب وصیت کا نظام مکمل ہوگا تو صرف تبلیغ ہی اس سے نہ ہوگی بلکہ اسلام کے منشاء کے ماتحت ہر فرد بشر کی ضرورت کو اس سے پورا کیا جائے گا اور دکھ اور تنگی کو دنیا سے مٹا دیا جائے گا۔ انشاءاللہ۔ یتیم بھیک نہ مانگے گا، بیوہ لوگوں کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے گی۔ بے سامان پریشان نہ پھرے گا۔ کیونکہ وصیت بچوں کی ماں ہوگی، جوانوں کی باپ ہوگی، عورتوں کا سہاگ ہوگی اور جبر کے بغیر محبت اور دلی خوشی کے ساتھ بھائی بھائی کی اسکے ذریعہ سے مدد کریگا۔ اور اس کا دینا بے بدلہ نہ ہوگا بلکہ ہر دینے والا خدا تعالیٰ سے بہتر بدلہ پائے گا۔ نہ امیر گھاٹے میں رہیگا نہ غریب۔ نہ قوم قوم سے لڑیگی بلکہ اسکا احسان سب دنیا پر وسیع ہوگا۔ پس اے دوستو! دنیا کا نیا نظام نہ مسٹر چرچل بنا سکتے ہیں، نہ مسٹر روزویلٹ نما سکتے ہیں۔ یہ اٹلانٹک چارٹر کے دعوے سب ڈھکوسلے ہیں اور اس میں کئی نقائص، کئی عیوب اور کئی خامیاں ہیں .... نئے نظام وہی لاتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے دُنیا میں مبعوث کئے جاتے ہیں۔ جن کے دلوں میں نہ امیر کی دشمنی ہوتی ہے نہ غریب کی بے جا محبت ہوتی ہے۔ جو نہ مشرقی ہوتے ہیں نہ مغربی۔ وہ خدا تعالیٰ کے پیغام بر ہوتے ہیں۔ اور وہی تعلیم پیش کرتے ہیں جو امن قائم کرنے کا حقیقی ذریعہ ہوتی ہے۔ پس آج وہی تعلیم امن قائم کریگی جو حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ آئی ہے۔ اور جس کی بنیاد الوصیت کے ذریعہ 1905 میں رکھ دی گئی ہے۔‘‘

(نظام نو، انوار العلوم، جلد 16، صفحہ 600)

پس اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم خلافت کی آسمانی حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہر قسم کی قربانی کی سعادت پائیں اور ان تمام تقاضوں کو پورا کرنے والے ہوں جو نظام وصیت ہم سے توقع رکھتا ہے تا کہ اسلام احمدیت کا عالمگیر غلبہ ہم سب اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر سکیں۔ اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ آمین

......☆......☆......☆......

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق کچھ دلچسپ اور ایمان افروز روایات

ایوب علی خان (مبلغ سلسلہ لدھیانہ)

میاں محمد حسین خانصاحب ٹیلر ماسٹر ساکن گوجرانوالہ حال قادیان نے بواسطہ مولوی عبدالرحمن صاحب مبشر بذریعہ تحریر بیان کیا کہ تقریباً ۱۹۰۱ء کا واقعہ ہے کہ مَیں قادیان آیا اور حضرت مولوی نورالدین صاحب کو ملا اور عرض کی کہ مَیں حضرت صاحب سے ملاقات کے لئے آیا ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر ہی حضرت مولوی صاحب کے مطب میں بیٹھے گذری تھی کہ کسی نے اطلاع دی کہ حضور علیہ السلام مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ حضرت مولوی صاحب نے مجھے بازو سے پکڑ لیا اور لاکر مسجد مبارک کے محراب میں حضور کے پاس جاکر بٹھا دیا۔ اور حضور سے کہا۔ کہ یہ ڈاکٹر حسن علی صاحب کے پھوپھی زاد بھائی ہیں اور حضور سے ملاقات کیلئے آئے ہیں۔ حضور میری طرف متوجہ ہوئے اور بات چیت شروع کردی۔ مَیں نے اپنے بچپن سے لے کر اس وقت تک تمام حالات سُنا دیئے۔ اثنائے گفتگو میں حضور نے میری طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا کہ آپ کی آنکھیں خراب ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ کہ بچپن سے ہی میری آنکھیں خراب چلی آتی ہیں۔ والد صاحب بچپن میں فوت ہو گئے تھے۔ بہت تکالیف برداشت کرتا رہا۔ استادوں کی بھی خدمت کی۔ ایک مرتبہ مَیں کوہ مری گیا تھا تو کچھ آرام آ گیا تھا۔ پھر اس کے بعد دوبارہ آنکھیں خراب ہوگئیں۔ حضور نے فرمایا آپ کا کام کوہ مری اچھا چل سکتا ہے۔ آپ وہیں چلے جائیں۔ مَیں نے عرض کی۔ کہ اب مَیں سکھر میں رہتا ہوں۔ سکھر اور کوہ مری میں تقریباً پانچ چھ سو کوس کا فاصلہ ہے۔ ایک کاروباری آدمی کے لئے جگہ تبدیل کرنا سخت مشکل ہے تو حضور نے فرمایا۔ کہ خدا تمہیں شفا دے گا اور اس کے بعد مَیں نے محسوس کیا کہ وہیں مسجد میں بیٹھے بیٹھے ہی میری آنکھیں بالکل صاف ہوکر ٹھیک ہوگئیں۔ اب میری عمر ۵۶ یا ۵۷ سال کی ہے۔ اب تک مجھے عینک کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ پھر مَیں نے عرض کیا کہ میرا چھوٹا بھائی بہت متعصب ہے۔ اور مَیں چاہتا ہوں کہ وہ بھی احمدی ہو جائے۔ حضور دعا فرمائیں۔ حضور نے جواب میں فرمایا کہ آپ کے ارادے بہت نیک ہیں خدا تعالیٰ آپ کو کامیابی عطا کرے گا۔

اس وقت میرے بھائی کی یہ حالت تھی کہ ایک مرتبہ ان کے پاس اخبار بدر گیا تو ان کے دوست مولوی محبوب عالم صاحب ان کے پاس موجود تھے۔ انہوں نے کہا۔ بابو صاحب ذرا اخبار تو دکھائیں۔ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ یہ اخبار نہیں پڑھنا چاہیئے کیونکہ یہ قادیان کا اخبار ہے اور اس کے دیکھنے سے آدمی پر ایک قسم کا جادو ہو جاتا ہے۔ مولوی محبوب عالم صاحب نے کہا کہ مرزا صاحب تو قادیان میں بیٹھے ہیں۔ کیا ہمیں زبردستی بازو سے پکڑ کر لے جائیں گے اور انہوں نے زبردستی اخبار لے لیا۔ جب پڑھا تو اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا ذکر تھا اور ساتھ ہی قرآن مجید کی آیات سے استدلال کیا ہوا تھا۔ تو ان پر فوراً ہی جادو کا سا اثر ہو گیا۔ غیر احمدی علماء کو بلایا اور ان سے گفتگو کی۔ وہ خود بھی عالم تھے۔ مگر کچھ فیصلہ نہ ہوسکا۔ مگر مجھے تار دے کر گوجرانوالہ سے بُلایا۔ جب مَیں وہاں پہنچا تو مَیں نے دیکھا کہ رات کے گیارہ بجے وہ دعا میں مشغول ہیں۔ میرے جاتے ہی انہوں نے توفّی کا مسئلہ پیش کیا اور میں نے اس کا جواب دیا۔ مَیں نے کہا کہ جس لفظ کی علماء کو کچھ سمجھ نہیں آتی وہ کسی جاہل سے پوچھ لینا چاہیئے گاؤں کا پٹواری اور چوکیدار اور تھانے کا منشی عموماً جاہل ہوتے ہیں۔ ان سے پوچھنا چاہیئے کہ وہ جو روزمرہ متوفّی وغیرہ لکھتے ہیں تو کیا ان کا مطلب مرنے والے کے متعلق یہ ہوتا ہے کہ وہ آسمان پر چڑھ گیا یا یہ کہ مر کر زمین میں دفن ہوا۔ جب متوفّی سے مراد آپ مرا ہوا شخص سمجھتے ہیں تو کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اس سے زمین میں دفن ہونا مراد نہیں؟ تو جواب میں انہوں نے کہا کہ بھائی ہمیں تو مرزا صاحب کے پاس قادیان لے چلو اور بیعت کرا دو۔ اس پر مَیں اپنے بھائی اور مولوی صاحب موصوف اور تین اور دوستوں کو لے کر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے پاس حاضر ہوا اور ان سب کی بیعت کرا دی اور دعا کے لئے خدمت اقدس میں عرض کیا۔

پھر بعد میں جب لوگ نماز پڑھ کر چلے گئے تو ایک پٹھان نے حضرت مولوی نور الدین ؓ صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ متواتر چھ ماہ میں نے آپ سے نقرس کا علاج کروایا ہے مگر کچھ بھی آرام نہیں آیا۔ مگر آج یہ واقعہ ہوا کہ جب حضور کھڑکی سے باہر نکلے تو سب لوگ استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے مگر مَیں کچھ دیر سے اُٹھا تو اتفاقاً حضور کا پاؤں میرے پاؤں پر پڑ گیا۔ اس وقت میں نے محسوس کیا کہ میری نقرس کی بیماری اچھی ہو گئی ہے۔ جب نماز کے بعد حضور اندر تشریف لے جانے لگے تو مَیں نے عرض کیا کہ حضور ہے تو بے ادبی کی بات مگر آپ میرے پاؤں پر پاؤں رکھ کر چلے جائیں۔ حضور نے مری درخواست پر ایسا کر دیا اور اب مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے بالکل صحت ہے۔ اس پر مولوی نورالدین ؓ صاحب نے جواب میں فرمایا کہ بھائی مَیں تو معمولی حکیم ہی ہوں لیکن وہ تو خدا کے رسول ہیں۔ ان کے ساتھ مَیں کیسے مقابلہ کر سکتا ہوں مَیں نے تو معمولی دوا ہی دینا تھی۔ اس واقعہ کے گواہ مولوی محبوب عالم صاحب اور میرے بھائی بابو محمد رشید صاحب اسٹیشن ماسٹر اور مستری علم دین صاحب ہیں۔

(سیرت المہدی، جلد اول، حصہ سوم، صفحہ 651)

ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت صاحب کے زمانہ کے جس قدر آدمی ہیں سب کو حضور علیہ السّلام سے اپنے اپنے طریق کے مطابق محبت تھی اور ہے مگر جس قدر ادب و محبت حضور سے حضرت خلیفہ اوّل ؓ کو تھا اس کی نظیر تلاش کرنی مشکل ہے۔ چنانچہ ایک دن مَیں حضرت مولوی صاحب کے پاس بیٹھا تھا، وہاں ذکر ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے کسی دوست کو اپنی لڑکی کا رشتہ کسی احمدی سے کرنے کو ارشاد فرمایا مگر یہ کہ وہ دوست راضی نہ ہوا۔ اتفاقاً اس وقت مرحومہ امۃ الحی صاحبہ بھی جو اس وقت بہت چھوٹی تھیں کھیلتی ہوئی سامنے آگئیں۔ حضرت مولوی صاحب اس دوست کا ذکر سُن کر جوش سے فرمانے لگے کہ مجھے تو اگر مرزا کہے کہ اپنی اس لڑکی کو نہالی (نہالی ایک مہترانی تھی جو حضرت صاحب کے گھر میں کماتی تھی) کے لڑکے کو دیدو تو مَیں بغیر کسی انقباض کے فوراً دے دونگا۔ یہ کلمہ سخت عشق و محبت کا تھا۔ مگر نتیجہ دیکھ لیں کہ بالآخر وہی لڑکی حضور علیہ السلام کی بہو بنی اور اِس شخص کی زوجیت میں آئی جو خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حسن و احسان میں نظیر ہے۔

(سیرت المہدی، جلد اول، حصہ سوم، صفحہ 578)

ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضور سے کسی بچہ نے پوچھا کہ کیا طوطا حلال ہے۔ مطلب یہ تھا کہ ہم طوطا کھانے کیلئے مار لیا کریں۔ حضور نے فرمایا ’’میاں حلال تو ہے مگر کیا سب جانور کھانے کیلئے ہی ہوتے ہیں؟ مطلب یہ تھا کہ خدا نے سب جانور صرف کھانے ہی کیلئے پیدا نہیں کئے بلکہ بعض دیکھنے کیلئے اور دُنیا کی زینت اور خوبصورتی کیلئے بھی پیدا کئے ہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھ سے بھی یہی فرمایا تھا کہ سارے جانور نہیں مارا کرتے کیونکہ بعض جانور خدا نے زینت کے طور پر پیدا کئے ہیں۔ لیکن خاکسار کی رائے میں کسی جانور کی کثرت ہو کر فصلوں وغیرہ کے نقصان کی صورت ہونے لگے تو اس کا انسداد کرنا اس ہدایت کے خلاف نہیں ہے۔

(سیرت المہدی، جلد اول، حصہ سوم، صفحہ 511)

حافظ نور محمد صاحب ساکن فیض اللہ چک نے مجھ سے بیان کیا کہ بعض لوگ بیعت کے بعد حضرت مسیح موعودؑ سے پوچھتے تھے کہ یا حضرت! ہم کونسا وظیفہ پڑھا کریں؟ تو حضور فرماتے کہ الحمدللہ اور درود شریف اور استغفار اور دُعا پر مداومت اختیار کرو اور دعا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کثرت سے پڑھا کرو۔

(سیرت المہدی، جلد اول، حصہ سوم، صفحہ 509)

ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام اکثر فرمایا کرتے تھے۔ اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ یعنی مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور کی مدد سے دیکھتا ہے۔

(سیرت المہدی، جلد اول، حصہ سوم، صفحہ 515)

ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دن مسجد مبارک کی مجلس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت داؤد کا قول ہے کہ مَیں نے کسی نیک آدمی کی اولاد کو سات پشت تک بھوکا مرتے نہیں دیکھا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کو اپنے نیک بندے کا جتنا لحاظ ہوتا ہے وہ اس واقعہ سے سمجھ میں آسکتا ہے جو قرآن میں مذکور ہے کہ ایک نیک شخص کے یتیم بچوں کے مال کو محفوظ کرنے کیلئے خدا نے موسیٰ علیہ السلام اور خضر کو بھیجا کہ اس دیوار کو درست کر دیں جس کے نیچے ان کا مال مدفون تھا۔ فرماتے تھے کہ خدا نے جو یہ فرمایا ہے کہ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا (الکھف: ۸۳) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لڑکے خود اچھے نہ تھے بلکہ صرف ان کے باپ کے نیک ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو ان کا لحاظ تھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مَیں نے سات پشت والی بات حضرت خلیفہ اوّل ؓ کے واسطہ سے سُنی ہوئی ہے مگر اس میں بھوکا مرنے کی بجائے سوال کرنے کے الفاظ تھے۔ یعنی حضرت خلیفہ اوّل ؓ فرماتے تھے کہ ایک نیک آدمی کی اولاد کو خدا تعالیٰ سات پشت تک سوال کرنے سے بچاتا ہے یعنی نہ تو ان کا فقر اس حالت کو پہنچ جاتا ہے اور نہ ہی ان کی غیرت اس حد تک گرتی ہے کہ وہ بھیک مانگنے پر مجبور ہو جائیں۔

(سیرت المہدی، جلد اول، حصہ سوم، صفحہ 552)

مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ خاکسار نے حضور علیہ السلام سے عرض کی کہ مجھے نسیان کی بیماری بہت غلبہ کر گئی ہے۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِي وَانْصُرْنِي وَارْحَمْنِي پڑھا کرو۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہ اس سے مجھے بہت ہی فائدہ ہوا ہے۔

(سیرت المہدی، جلد اول، حصہ سوم، صفحہ 513)

مولوی محمد اسماعیل صاحب مولوی فاضل نے مجھ سے بیان کیا کہ مولوی عبد اللہ صاحب

سنوری مرحوم بیان فرماتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے قرضہ سے نجات پانے کیلئے یہ دُعا سکھائی تھی کہ پانچوں فرض نمازوں کے بعد التزام کے ساتھ گیارہ دفعہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھنا چاہیے اور میں نے اسکو بارہا آزمایا ہے اور بالکل درست پایا ہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس قسم کی باتیں بطور منتر جنتر کے نہیں ہوتیں کہ کوئی شخص خواہ کچھ کرتا رہے وہ محض اس وظیفہ کے ذریعہ سے قرض سے نجات حاصل کر سکتا ہے بلکہ خدا کے پیدا کردہ اسباب کی رعایت نہایت ضروری ہے اور ان معاملات میں اس قسم کی دعاؤں کا صرف یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ اگر دوسرے حالات موافق ہوں تو ایسی دعا خدا کے رحم کو اپنی طرف کھینچنے کا موجب ہوتی ہے۔ نیز اس دعا کے الفاظ بھی ایسے ہیں کہ وہ اس قسم کے معاملات میں خدا کے رحم کو ابھارنے والے ہیں۔ واللہ اعلم۔

(سیرت المہدی، جلد اول، حصہ دوم، صفحہ 429)

حافظ نور محمد صاحب ساکن فیض اللہ چک نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ ہم حضرت مسیح موعودؑ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور قرآن مجید کا تذکرہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک بزرگ نے اپنی تمام جائیداد لِلّٰہ تقسیم کر دی۔ اس پر کسی نے اس بزرگ سے کہا کہ کیا ہی اچھا ہوتا اگر آپ اپنے بیٹے کیلئے بھی کچھ رکھ لیتے۔ تو اس بزرگ نے جواب دیا کہ مَیں اپنے بیٹے کیلئے سورۃ واقعہ چھوڑتا ہوں کیونکہ حدیث شریف میں فضائل قرآن میں لکھا ہے کہ جو شخص ہر روز سورۃ واقعہ ورد کے طور پر پڑھتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ فاقہ سے بچاتا ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اگر یہ روایت صحیح ہے تو یہ ایک خاص قسم کی حالت سے متعلق ہوگی ورنہ عام حالات میں اسلامی تعلیم یہ ہے کہ ورثاء کا حق مقدم ہے چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ جب ایک دفعہ حضرت سعد بن ابی وقاص بیمار ہوئے تو انہوں نے اپنا سارا مال صدقہ کرنا چاہا مگر آنحضرت ﷺ نے انہیں یہ کہہ کر روک دیا کہ ورثاء کو بے سہارا نہیں چھوڑنا چاہیے۔

(سیرت المہدی، جلد اول، حصہ سوم، صفحہ 516)

سیٹھی غلام نبی صاحب مرحوم نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور نماز میں آنکھیں کھول کر توجہ قائم نہیں رہتی، اس کے متعلق کیا حکم ہے فرمایا کہ آنکھوں کو خوابیدہ رکھا کرو۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بھی یہی طریق تھا۔

(سیرت المہدی، جلد اول، حصہ سوم، صفحہ 511)

مرزا دین محمد صاحب ساکن لنگروال نے مجھ سے بیان کیا کہ جب مَیں حضرت صاحب کے پاس سوتا تھا تو آپ تہجد کیلئے نہیں جگاتے تھے مگر صبح کی نماز کے لئے ضرور جگاتے تھے اور جگاتے اس طرح تھے کہ پانی میں انگلیاں ڈبو کر اس کا ہلکا سا چھینٹا پھوار کی طرح پھینکتے تھے۔ مَیں نے ایک دفعہ عرض کیا کہ آپ آواز دے کر کیوں نہیں جگاتے اور پانی سے کیوں جگاتے ہیں۔ اس پر فرمایا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے اور فرمایا کہ آواز دینے سے بعض اوقات آدمی دھڑک جاتا ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا طریق تھا کہ چھوٹی سے چھوٹی بات میں بھی آنحضرت ﷺ کی اتباع کرتے تھے۔

(سیرت المہدی، جلد اول، حصہ سوم، صفحہ 514)

ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ رمضان شریف میں تہجد پڑھنے کے متعلق حضور سے کسی نے سوال کیا یا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تہجد کیلئے اول وقت اٹھنا چاہئے نہ کہ عین صبح کی نماز کے ذرا قبل۔ ایسے وقت میں تو کتے بھی بیدار ہو جاتے ہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اول وقت سے رات کا حصہ مراد نہیں بلکہ تہجد کے وقت کا اول حصہ مراد ہے یعنی نصف شب کے جلد بعد۔ آنحضرت ﷺ کا بھی یہ طریق ہوتا تھا کہ تہجد ایسے وقت میں پڑھتے تھے کہ لمبی نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ کو صبح کی اذان سے قبل کسی قدر استراحت کا موقع مل جاتا تھا لیکن نوجوان بچے اگر تہجد کی عادت ڈالنے کے لئے صبح کی اذان سے کچھ وقت پہلے بھی اُٹھ لیا کریں تو حرج نہیں۔

(سیرت المہدی، جلد اول، حصہ سوم، صفحہ 671)

میاں فضل محمد صاحب دکاندار محلہ دارالفضل نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ جبکہ مولوی کرم دین والا مقدمہ تھا اور گورداسپور میں اس کی پیشی تھی تو وہاں پر میں نے ایک شیشم کے درخت کے نیچے حضرت صاحب کے حضور عرض کی کہ حضورؑ عشاء کی نماز کے بعد اگر وتر نہ پڑھے جائیں اور پچھلے وقت بھی رہ جاویں تو پھر ان کو کس وقت پڑھا جاوے۔ تب حضورؑ نے فرمایا کہ ''بہتر یہی ہے کہ پہلے وقت ہی پڑھ لئے جاویں''۔ یعنی نمازِ عشاء کے بعد ہی پڑھ لینے چاہئیں۔

(سیرت المہدی، جلد دوم، حصہ چہارم، صفحہ 172)

میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضورؑ سیدنا مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ ''دعا نماز میں بہت کرنی چاہئے'' نیز فرمایا کہ اپنی زبان میں دعا کرنی چاہئے لیکن جو کچھ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ثابت ہے اس کو انہیں الفاظ میں پڑھنا چاہئے مثلاً رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ اور سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی وغیرہ پڑھ کر اور اس کے بعد بیشک اپنی زبان میں دعا کی جائے۔'' نیز فرمایا کہ ''رکوع وسجدہ کی حالت میں قرآنی دعا نہ کی جائے کیونکہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا پاک کلام ہے اور اعلیٰ شان رکھتا ہے اور رکوع اور سجدہ تذلل کی حالت ہے اس لئے کلام الٰہی کا احترام کرنا چاہئے۔''

(سیرت المہدی، جلد دوم، حصہ چہارم، صفحہ 166)

مائی کاکو نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میرے بھائی خیر دین کی بیوی نے مجھ سے کہا کہ شام کا وقت گھر میں بڑے کام کا وقت ہوتا ہے اور مغرب کی نماز عموماً قضا ہو جاتی ہے۔ تم حضرت مسیح موعودؑ سے دریافت کرو کہ ہم کیا کیا کریں۔ میں نے حضرت صاحب سے دریافت کیا کہ گھر میں کھانے وغیرہ کے انتظام میں مغرب کی نماز قضا ہو جاتی ہے اسکے متعلق کیا حکم ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ مَیں اس کی اجازت نہیں دے سکتا اور فرمایا کہ صبح اور شام کا وقت خاص طور پر برکات کے نزول کا وقت ہوتا ہے۔ اور اس وقت فرشتوں کا پہرہ بدلتا ہے۔ ایسے وقت کی برکات سے اپنے آپ کو محروم نہیں کرنا چاہئے۔ ہاں کبھی مجبوری ہو تو عشاء کی نماز سے ملا کر مغرب کی نماز جمع کی جا سکتی ہے۔ مائی کاکو نے بیان کیا کہ اس وقت سے ہمارے گھر میں کسی نے مغرب کی نماز قضا نہیں کی اور ہمارے گھروں میں یہ طریق عام طور پر رائج ہو گیا ہے کہ شام کا کھانا مغرب سے پہلے ہی کھا لیتے ہیں تا کہ مغرب کی نماز کو صحیح وقت پر ادا کر سکیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مائی کاکو نے جو قضا کا لفظ استعمال کیا ہے یہ عرف عام میں غلط طور پر استعمال ہونے لگا ہے۔ ورنہ اس کے اصلی معنے پُورا کرنے اور ادا کرنے کے ہیں نہ کہ کھونے اور ضائع کرنے کے۔ مجھے اس کا اس لئے خیال آیا کہ مجھے یاد ہے کہ حضرت صاحب نے بھی ایک جگہ اس لفظ کے غلط استعمال کے متعلق ذکر کیا ہے۔

(سیرت المہدی، جلد اول، حصہ سوم، صفحہ 759)

خواجہ عبدالرحمٰن صاحب ساکن کشمیر نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ میرے والد صاحب بیان کرتے تھے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نماز کی نیت باندھتے تھے تو حضور اپنے ہاتھوں کے انگوٹھوں کو کانوں تک پہنچاتے تھے۔ یعنی یہ دونوں آپس میں چُھو جاتے تھے۔

(سیرت المہدی، جلد اول، حصہ سوم، صفحہ 744)

مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بڑی سختی کے ساتھ اس بات پر زور دیتے تھے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے بھی سورۃ فاتحہ پڑھنی ضروری ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی فرماتے تھے کہ باوجود سورۃ فاتحہ کو ضروری سمجھنے کے میں یہ نہیں کہتا کہ جو شخص سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی کیونکہ بہت سے بزرگ اور اولیاء اللہ ایسے گذرے ہیں جو سورۃ فاتحہ کی تلاوت ضروری نہیں سمجھتے تھے اور میں ان کی نمازوں کو ضائع شدہ نہیں سمجھ سکتا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حنفیوں کا عقیدہ ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی کو خاموش کھڑے ہو کر اس کی تلاوت کو سننا چاہیے اور خود کچھ نہیں پڑھنا چاہیے۔ اور اہل حدیث کا یہ عقیدہ ہے کہ مقتدی کے لئے امام کے پیچھے بھی سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ضروری ہے اور حضرت صاحب اس مسئلہ میں اہل حدیث کے مؤید تھے مگر باوجود اس عقیدہ کے آپ غالی اہل حدیث کی طرح یہ نہیں فرماتے تھے کہ جو شخص سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔

(سیرت المہدی، جلد اول، حصہ دوم، صفحہ 334)

قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں اکثر طور پر امام صلوٰۃ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ ہوتے تھے اور وہ بالجہر نمازوں میں بِسْمِ اللہِ بالجہر پڑھتے اور قنوت بھی کرتے تھے اور حضرت احمد علیہ السلام ان کی اقتداء میں ہوتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ ایسے مسائل میں حضرت صاحب کسی سے تعرض نہیں فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ سب طریق آنحضرت ﷺ سے ثابت ہیں مگر خود آپ کا اپنا طریق وہ تھا جس کے متعلق آپ سمجھتے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے اسے اکثر اختیار کیا ہے۔

(سیرت المہدی، جلد اول، حصہ سوم، صفحہ 735)

حافظ محمد ابراہیم صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ غالباً ۱۹۰۴ء کا واقعہ ہے کہ ایک شخص نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے مسجد مبارک میں سوال کیا کہ حضور اگر غیر احمدی با جماعت نماز پڑھ رہے ہوں تو ہم اس وقت نماز کیسے پڑھیں؟ آپؑ نے فرمایا تم اپنی الگ پڑھ لو۔ اس نے کہا کہ حضور جب جماعت ہو رہی ہو تو الگ نماز پڑھنی جائز نہیں۔ فرمایا: کہ اگر ان کی نماز با جماعت عنداللہ کوئی چیز ہوتی تو مَیں اپنی جماعت کو الگ پڑھنے کا حکم ہی کیوں دیتا ان کی نماز اور جماعت جناب الٰہی کے حضور کچھ حقیقت نہیں رکھتی اس لئے تم اپنی نماز الگ پڑھو اور مقررہ اوقات میں جب چاہو ادا کر سکتے ہو۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جس وقت کسی مسجد میں دوسروں کی جماعت ہو رہی ہو ضرور اسی وقت نماز پڑھی جائے کیونکہ اس سے بعض اوقات فتنہ کا احتمال ہوتا ہے بلکہ غرض یہ ہے کہ ایک احمدی بہر حال الگ نماز پڑھے اور دوسروں کے پیچھے نہ پڑھے۔

(سیرت المہدی، جلد اول، حصہ سوم، صفحہ 526)

میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضورؑ نے فرمایا کہ مشکلات کیا چیز ہیں؟ دس دن کوئی نماز تہجد پڑھے۔ خواہ کیسی ہی مشکل ہو خدا تعالیٰ حل کر دے گا۔ (اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ)

(سیرت المہدی، جلد دوم، حصہ چہارم، صفحہ 171)

منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام لدھیانہ سے کپورتھلہ تشریف لائے تو صرف ایک دن قیام فرما کر قادیان کو تشریف لے گئے۔ ہم کرتار پور کے اسٹیشن پر پہنچانے گئے۔ یعنی منشی اروڑا صاحب، محمد خاں صاحب اور میں۔ اگر کوئی اور بھی ساتھ کرتار پور گیا ہو تو مجھے یاد نہیں۔

کرتار پور کے اسٹیشن پر ہم نے حضرت صاحب کے ساتھ ظہر وعصر کی نماز جمع کی۔ نماز کے بعد میں نے عرض کی کہ کس قدر مسافت پر نماز جمع کر سکتے ہیں اور قصر کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ انسان کی حالت کے اوپر یہ بات ہے۔ ایک شخص نا طاقت اور ضعیف العمر ہو تو وہ پانچ چھ میل پر بھی قصر کر سکتا ہے اور مثال دی کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مزدلفہ میں نماز قصر کی۔ حالانکہ وہ مکہ شریف سے قریب جگہ ہے۔

(سیرت المہدی، جلد دوم، حصہ چہارم، صفحہ 34)

میاں خیر دین صاحب سیکھوانی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں وتروں کے متعلق سوال کیا کہ وہابی پانچ وتر بھی پڑھتے ہیں۔ تین بھی پڑھتے ہیں اور ایک بھی۔ ان میں سے کونسا طریق درست ہے۔ حضور نے فرمایا کہ میں تو تین وتر پڑھتا ہوں۔ دو الگ اور ایک الگ۔ ہاں ایک بھی جائز ہے۔ اس کے بعد میں نے بھی ہمیشہ حضور ہی کی طرح وتر پڑھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ سیکھواں ایک گاؤں کا نام ہے۔ جو قادیان سے چار میل کے فاصلہ پر جانب غرب واقع ہے۔ اس جگہ کے تین بھائی میاں جمال الدین۔ میاں امام الدین اور میاں خیر الدین صاحبان حضرت صاحب کے قدیم اور مخلص صحابہ میں سے ہیں۔

(سیرت المہدی، جلد اول، حصہ سوم، صفحہ 524)

منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد مبارک میں ایک دفعہ قادیان میں زیادہ عرصہ تک نمازیں جمع ہوتی رہیں۔ مولوی محمد احسن صاحب نے مولوی نور الدین صاحب کو خط لکھا کہ بہت دن نمازیں جمع کرتے ہو گئے ہیں۔ لوگ اعتراض کریں گے تو ہم اس کا کیا جواب دیں گے۔ حضرت مولوی صاحب نے جواب دیا کہ اُسی سے پوچھو (یعنی حضرت مسیح موعودؑ سے) مولوی انوار حسین صاحب شاہ آبادی اس خط و کتابت میں قاصد تھے۔ اُن سے مجھے اس کا حال معلوم ہوا۔ تو میں نے حضرت صاحب سے جا کر عرض کر دی۔ اس وقت تو حضور نے کچھ نہ فرمایا لیکن بعد عصر جب حضور معمولاً مسجد کی چھت پر تشریف فرما تھے تو آپ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ ایسے اعتراض دل میں کیوں اُٹھتے ہیں۔ کیا حدیثوں میں نہیں آیا کہ وہ نماز جمع کرے گا۔ ویسے تو نماز جمع کا حکم عام ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے کاموں میں اس قدر منہمک ہوگا کہ اس کو نمازیں جمع کرنی پڑیں گی۔ اس وقت سید محمد احسن صاحب زار زار رو رہے تھے اور توبہ کر رہے تھے۔

(سیرت المہدی، جلد دوم، حصہ چہارم، صفحہ 119)

......☆......☆......☆......

بقیہ از صفحہ نمبر 20

’’اس تقریب میں شامل ہونے کے بعد مجھے احساس ہوا ہے کہ ہمارا اسلام کے بارے میں علم بہت تھوڑا ہے جس کی وجہ سے ہم غلط فہمی کا شکار ہیں۔ امام جماعت احمدیہ کا خطاب اس زمانے کی ضرورت ہے...... ہم جاپانی لوگ اسلام کے متعلق زیادہ نہیں جانتے بلکہ اسلام سے خوفزدہ ہیں مگر آج کے خطاب سے ہمیں پتا چلا کہ اسلام اصل میں کیا چیز ہے۔‘‘ (خطبہ جمعہ 27 / نومبر 2015ء الفضل انٹرنیشنل 18 / دسمبر 2015ء، صفحہ 7)

ابھی حال ہی میں اکتوبر 2016ء میں کینیڈا کے دورہ کے دوران وہاں کی پارلیمنٹ میں قُرآن مجید کی تعلیمات کی روشنی میں حضور انور نے خطاب ارشاد فرمایا۔ اس خطاب کو کثیر تعداد میں وہاں کے ذی اثر لوگوں نے سنا اور بعد میں یہ تاثرات پیش کئے کہ امام جماعت احمدیہ نے جو قرآنی تعلیمات ہمارے سامنے بیان کی ہیں اُنہوں نے اسلام کے بارہ میں ہماری سوچ کو تبدیل کر دیا ہے۔

پس اس طرح جماعت احمدیہ کے امام قُرآن مجید کی حسین تعلیمات کو دنیا کے سامنے پیش کر کے اسلام اور قُرآن کے بارے میں اُن کے غلط تصور کو بدل رہے ہیں اور یوں اسلام اور قُرآن مجید کی خدمت کا فریضہ، قُرآن مجید کے پیغام کی تبلیغ کا فریضہ نہایت احسن رنگ میں اور اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے بامراد رنگ میں سرانجام دے رہے ہیں۔

خلافت خامسہ کے اس بابرکت دور میں قُرآن مجید کی ایک عظیم الشان خدمت ہر سال کروڑوں کی تعداد میں چھپنے والے اُس لٹریچر کی صورت میں ہو رہی ہے جو قرآنی تعلیمات سے پُر ہوتا ہے۔ صرف 16-2015ء میں دنیا کی 58 زبانوں میں ایک کروڑ چھپن لاکھ بیس ہزار سے زائد کی تعداد میں مختلف کتب پمفلٹس، فولڈرز، لیف لیٹس، وغیرہ شائع ہوئے۔ یہ سارا لٹریچر قُرآن مجید کی تعلیمات کی اشاعت کا ایک عظیم ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پیشگوئیوں کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ کے اس بابرکت دور میں اس کے وسائل پیدا ہوئے ہیں اور اب خلافت خامسہ کے دور میں یہ ذریعہ اپنے عروج پر ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح کی راہنمائی میں عالمگیر جماعت احمدیہ کو اس سلسلہ میں عظیم الشان خدمات کی توفیق مل رہی ہے۔ یہ لٹریچر دنیا کی ہر قوم، ہر زبان جاننے والے، اور ہر ملک میں رہنے والے تک پہنچایا جا رہا ہے اور قُرآن مجید کی تعلیمات کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچانے کا ایک عظیم کردار ادا کر رہا ہے۔ الحمدللہ علیٰ ذٰلک۔

قُرآن مجید کی خدمت کا یہ وہ سلسلہ ہے جو ہمیشہ کے لئے اب جماعت احمدیہ سے وابستہ ہو گیا ہے۔ اب یہ سلسلہ تھمے گا نہیں، رُکے گا نہیں بلکہ رہتی دنیا تک جاری و ساری رہے گا۔ اور کوئی نہیں جو اس سلسلہ کو روک سکے۔ دنیا کی کوئی طاقت نہیں جو جماعت احمدیہ کو خدمت قُرآن کے اُس مشن کی تکمیل سے باز رکھ سکے جس مشن کے لئے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی بطور مسیح و مہدی بعثت ہوئی تھی ان شاء اللہ۔ گزشتہ سال 2015ء میں جب پاکستان میں پنجاب حکومت نے جماعت کے بعض جرائد اور کتب پر پابندی لگائی تو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ مورخہ 15 مئی 2015ء میں اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

’’ابتدا سے ہی جب سے کہ جماعت احمدیہ قائم ہے اس قسم کی حرکتیں یہ لوگ کرتے چلے آرہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ ان حرکتوں سے نہ پہلے کبھی جماعت کو نقصان پہنچا اور نہ ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ کبھی پہنچے گا۔ نہ ہی پہنچا سکتے ہیں۔ نہ کسی ماں نے وہ بچہ جنا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خدائی مشن کو ان باتوں سے روک سکے۔‘‘ حضور انور نے فرمایا:

’’ایک پنجاب کی حکومت کی روک سے تو کیا تمام دنیا کی حکومتوں کی روکوں سے بھی یہ کام نہیں رُک سکتا۔ کیونکہ یہ انسانی کوششوں سے کئے جانے والے کام نہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کے کام ہیں۔ اُس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم و معرفت کے خزانوں کے ساتھ بھیجا ہے اور کامیابی کا وعدہ فرمایا ہے۔ ہمیشہ ہم نے یہی دیکھا ہے کہ بڑی بڑی روکوں اور مخالفتوں کے بعد جماعت کی ترقی زیادہ اُبھر کر سامنے آئی ہے۔ اپنے زعم میں ہمارے خلاف جو یہ قدم اُٹھایا گیا ہے یہ تو ایک معمولی سی روک ہے۔ ہمیں تو جتنا دبایا جائے اتنا ہی اللہ تعالیٰ اپنے فضلوں کو بڑھاتا ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ 15 / مئی 2015ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قُرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قُرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قُرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قُرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ ﷺ‘‘

(روحانی خزائن، جلد 19، کشتی نوح صفحہ 13)

اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ قُرآن مجید کی عزت کو قائم کرنے اور اس کی خدمت کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

......☆......☆......☆......

حضرت مسیح موعودؑ کی دعویٰ سے قبل پاکیزہ زندگی

نیاز احمد نائک (اُستاد جامعہ احمدیہ قادیان)

فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِيۡكُمۡ عُمُرًا مِّنۡ قَبۡلِهٖ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡن (سورۃ یونس: آیت 17)

''چنانچہ اس سے پہلے ایک عرصہ دراز تم میں گزار چکا ہوں تو کیا پھر (بھی) تم عقل سے کام نہیں لیتے۔''

ابتدا سے تیرے ہی سایہ میں میرے دن کٹے
گود میں تیری رہا میں مثل طفل شِیر خوار
(درثمین)

خداتعالیٰ کے مامورین و مرسلین کی دعویٰ سے پہلے کی زندگی انکی صداقت کی ایک اہم دلیل ہوتی ہے۔ اخلاق فاضلہ سے معموران کی یہ زندگی ایک کھلی کتاب ہوتی ہے اور ہر ایک موافق ومخالف انکی اس پاکیزہ زندگی کا معترف ومداح ہوتا ہے۔

خدا کے یہ برگزیدہ لوگ صداقت و دیانت کے پتلے اور وفا شعاری میں یکتائے روزگار ہوتے ہیں۔ وہ لوگوں کی اُمیدوں کا مرجع ومحور ہوتے ہیں۔لیکن جب یہ لوگ خدا کی طرف سے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو حالات بالکل بدل جاتے ہیں۔موافق مخالف ہوجاتے ہیں اور تعریف و تعظیم کرنے والے ظلم وتعدّی پر کمر بستہ ہوجاتے ہیں۔ وہ لوگ جو صدیق وامین کہنے میں رطب اللسان ہوتے ہیں وہ دریدہ دہنی میں تمام حدود پھلانگ جاتے ہیں۔حضرت صالح ؑ خدا کے ایک برگزیدہ پیغمبر گذرے ہیں۔جب انہوں نے خدا کی طرف سے ہونے کا دعویٰ کیا تو جو جواب ان کو انکی قوم نے دیا وہ قرآن کریم میں ان الفاظ میں مذکور ہے:

قَالُوا يَا صَالِحُ قَدۡ كُنۡتَ فِينَا مَرۡجُوًّا قَبۡلَ هَذَا أَتَنۡهَانَا أَنۡ نَعۡبُدَ مَا يَعۡبُدُ آبَاؤُنَا وَإِنَّنَا لَفِي شَكٍّ مِمَّا تَدۡعُونَا إِلَيۡهِ مُرِيب (سورۃ ھود: آیت 63)

انہوں نے کہا۔اے صالح! اس سے پہلے (تو) تُو ہمارے درمیان (آئندہ کیلئے) امید کی جگہ (سمجھا جاتا) تھا (اب) کیا تُو (باوجود اس عقل ودانش کے) ہمیں اس بات سے روکتا ہے کہ ہم ایسی چیز کی عبادت کریں جس کی عبادت ہمارے باپ (دادے) کرتے آئے ہیں۔ اور (سچ تو یہ ہے کہ) جس بات کی طرف تُو ہمیں بلاتا ہے اس کے متعلق ہم ایک بے چین کر دینے والے شک میں (پڑے ہوئے) ہیں۔

نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی حیات طیبہ کے ایک ایک گوشہ سے مکہ کے لوگ واقف تھے۔آپؐ کی صداقت و امانت زبان زد عام تھی۔آپ مظلوموں کے مدد ومعاون اور مسکینوں کے ملجاء و ماویٰ تھے۔لیکن جب آپؐ نے مکہ کے لوگوں کو ایک خدا کی طرف بلایا تو یہی لوگ آپ کے منکر ہوگئے۔صدیق اور امین کہنے والے نعوذ باللہ کذاب اور شریر کہنے لگے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

ءَ اُلۡقِيَ الذِّكۡرُ عَلَيۡهِ مِنۡۢ بَيۡنِنَا بَلۡ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ (القمر: 26)

ہمارے سید ومولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے فرمایا: فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِيۡكُمۡ عُمُرًا مِّنۡ قَبۡلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ (سورۃ یونس: 17) یعنی میں دعویٰ سے پہلے تمہارے درمیان عمر کا ایک حصہ گزار چکا ہوں اس دوران جب میں نے جھوٹ اور فریب سے کام نہیں لیا تو خدا پر میں کیونکر افترا باندھ سکتا ہوں۔ یہ دلیل کئی سعید فطرت لوگوں کے حلقہ بگوش اسلام ہونے کی موجب بنی۔لیکن شقی فطرت تکبر اور انکار پر مصر رہے۔خود بھی گمراہ ہوئے اور ایک حصہ کو بھی گمراہ کیا۔لیکن بالآخر كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِىۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِىٌّ عَزِيۡزٌ (سورۃ المجادلہ 22) کی سنت مستمرہ دہرائی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے اس دور آخر میں اپنے وعدے کے مطابق احیائے اسلام اور قیام شریعت کے لئے امت محمدیہ میں سے ہی ایک مرد فارس کو مسیح ومہدی بنا کر مبعوث فرمایا۔ان کا نامِ نامی حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ ہے۔قارئین کرام اس مضمون میں آپؑ کی دعویٰ سے قبل کی زندگی کا ایک خاکہ پیش کیا جائے گا تا کہ قارئین آپ علیہ السلام کو اس معیار اور کسوٹی پر پرکھ سکیں۔میری مراد انبیاء کی قبل از دعویٰ ''پاکیزہ زندگی'' ہے۔

حضرت میرزا غلام احمد قادیانیؑ کی دعویٰ سے پہلے کی زندگی نہایت ہی پاکیزہ اور منزہ تھی۔ آپؑ 13 / فروری 1835 کو قادیان میں جمعۃ المبارک کے روز توام پیدا ہوئے۔توام پیدا ہونے سے وہ پیشگوئی بھی پوری ہوئی جو بعض قدیم نوشتوں میں کی گئی تھی کہ مہدی معہودؑ توام پیدا ہوگا۔آپ اہل فارس کی مشہور قوم برلاس سے تعلق رکھتے تھے۔آپ کا خاندان مغل اور انگریز دونوں حکومتوں میں معزز شمار کیا جاتا تھا۔یوں آپ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ کا تعلق ایک معزز خاندان سے تھا جیسا کہ تمام انبیاء معزز خاندان سے ہوئے ہیں۔

بچپن میں آپؑ کو بچوں کے ساتھ فضول کھیلیں کھیلنے کی عادت نہ تھی اور نہ شوخی وشرارت میں آپؑ دوسرے بچوں کا ساتھ دیتے۔لیکن مناسب حد تک آپؑ ورزش اور تفریح میں حصہ لیتے تھے۔آپؑ نے بچپن میں تیراکی سیکھی تھی۔اسی طرح اوائل عمر میں گھوڑے کی سواری بھی سیکھی تھی اور اس فن میں اچھے ماہر بھی تھے۔مگر آپؑ کی زیادہ ورزش پیدل چلنا تھی جو کہ عمر کے آخر تک قائم رہی۔آپؑ کئی کئی میل تک سیر کے لئے جایا کرتے تھے اور خوب تیز چلا کرتے تھے۔مسیح موسویؑ کا بھی خاصہ سیر سیاحت تھا اسی طرح مسیح محمدی بھی سیر و سیاحت میں ایک منفرد شان کے حامل نظر آتے ہیں۔عہد طفولیت میں سنت انبیاء کے مطابق کچھ وقت بکریاں چرانے کا بھی موقع ملا۔آپؑ چھوٹی عمر میں ہی اپنی ایک ہم عمر سے فرمایا کرتے تھے ''دعا کر کہ خدا میرے نماز نصیب کرے۔'' یہ بچپن میں آپؑ کے ذوق عبادت کی بہترین مثال ہے۔

آپؑ کی پاکیزہ فطرت اور عمدہ خصائل کا ہی نتیجہ تھا کہ جس شخص نے بھی آپ کو بصیرت کی نگاہ سے دیکھا وہ آپؑ کی محبت میں گرفتار ہوگیا۔

ایک احمدی ٹیچر میاں محمد حسین صاحب سکنہ بلوچستان کی روایت ہے کہ:

''مجھے مولوی برہان الدین صاحبؓ نے بتایا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ مولوی غلام رسول صاحب قلعہ میاں سنگھ کے پاس گئے اور اس وقت حضور ابھی بچہ ہی تھے۔اس مجلس میں کچھ باتیں ہو رہی تھیں۔باتوں باتوں میں مولوی غلام رسول صاحب نے جو کہ ولی اللہ اور صاحب کرامات تھے فرمایا کہ:

''اگر اس زمانہ میں کوئی نبی ہوتا تو یہ لڑکا نبوت کے قابل ہے۔''

انہوں نے یہ بات حضرت مسیح موعودؑ پر محبت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہی۔مولوی برہان الدین صاحب کہتے ہیں کہ میں خود اس مجلس میں موجود تھا۔'' (حیات طیبہ، صفحہ 11)

یہ واقعہ ہماری توجہ بحیرا ی راہب کی طرف کرتا ہے جنہوں نے قبل از وقت حضرت نبی کریم ﷺ میں آثار نبوت دیکھے تھے اور حضرت ابوطالب کو فرمایا تھا کہ اہل کتاب کے شر سے ان کی حفاظت کرنا۔

آپؑ کی عمر جب چھ سات سال کی تھی تو فضل الٰہی نامی ایک فارسی خواں معلم آپؑ کے لئے مقرر کیا گیا جن سے آپؑ نے قرآن مجید اور چند فارسی کی کتب پڑھیں۔پھر دس سال کی عمر میں فضل احمد نامی ایک معلم آپؑ کے لئے مقرر کیا گیا جن سے آپؑ نے صرف اور نحو کے کچھ قواعد پڑھے۔ پھر سترہ یا اٹھارہ برس کی عمر میں ایک مولوی گل علی شاہ نامی سے آپؑ نے نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ کسی حد تک پڑھے۔ باقاعدہ آپ نے کسی مدرسہ سے تعلیم حاصل نہیں کی۔شروع سے ہی آپؑ خلوت پسند تھے۔آپؑ کی شادی پندرہ سال کی عمر میں ہوئی لیکن شادی کے بعد بھی خلوت و عزلت پسندی میں کوئی فرق نہیں آیا۔آپؑ اپنا اکثر وقت مطالعہ کتب میں گزارتے جن میں سرفہرست قرآن کریم کا مطالعہ تھا۔آپؑ کے فرزند حضرت میرزا سلطان احمد صاحبؓ فرماتے ہیں کہ ''آپ کے پاس ایک قرآن مجید تھا اس کو پڑھتے اور اس پر نشان کرتے رہتے تھے وہ کہتے ہیں کہ میں بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ شاید دس ہزار مرتبہ اس کو پڑھا ہو۔مطالعہ کی اس کثرت اور عزلت پسندی کی وجہ سے آپ اپنی بستی میں بھی گمنام اور اجنبی تھے آپ کے والد صاحب سے اگر کوئی پوچھتا کہ سنا ہے کہ آپ کا کوئی دوسرا فرزند بھی ہے تو آپ کہتے کہ وہ تو مسیتڑ ہے یعنی وہ ہر وقت مسجد میں ہی بیٹھا رہتا ہے۔اس بات کو سن کر وہ حدیث نبوی یاد آجاتی ہے جس میں آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ:

رَجُلٌ قَلۡبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالۡمَسَاجِدِ
(مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فضل اخفاء الصدقۃ)

''یعنی وہ شخص خدا کے خاص فضل اور رحمت کے سایہ میں ہے جس کا دل ہر وقت مسجد میں لٹکا رہتا ہے۔''

جب کوئی شخص آپ کے والد صاحب کو کہتا کہ ہمیں آپ کے دوسرے لڑکے یعنی میرزا غلام احمد کو بھی دیکھنا ہے تو بلانے پر آپ آنکھیں نیچے کرتے ہوئے نئی نویلی دلہنوں کی طرح شرماتے ہوئے آتے۔حدیث نبوی میں حضرت نبی کریم ﷺ کے تعلق سے آیا ہے کہ كَانَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ اَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الۡعَذۡرَاءِ فِيۡ خِدۡرِهَا وَكَانَ اِذَا كَرِهَ شَيۡئًا عَرَفۡنَاهُ فِيۡ وَجۡهِهٖ۔
(صحیح بخاری حدیث نمبر 3562)

یعنی آنحضرت ﷺ کنواری عورت سے بھی زیادہ حیادار تھے۔جب آپؐ کسی چیز کو ناپسند کرتے تو اسکا اثر ہم آپ ﷺ کے چہرہ مبارک سے محسوس کرتے یعنی آپؐ کے چہرے کو دیکھ کر پتا چل جاتا کہ یہ بات آپؐ کو پسند نہیں آئی۔ بالعموم آپؐ اس کا اظہار زبان سے نہ فرماتے۔

جس طرح دعویٰ سے پہلے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں خلوت نشینی کی زندگی گزارتے تھے اسی سنت نبوی کی اتباع میں آپ بھی گوشہ گمنامی میں ہی اپنے رب کے حضور راز و نیاز کرتے۔چنانچہ آپؑ ایک جگہ فرماتے ہیں:

''اگر خدا تعالیٰ مجھے اختیار دے کہ خَلوت اور جَلوت میں سے تُو کس کو پسند کرتا ہے تو اس پاک ذات کی قسم ہے کہ میں خلوت کو اختیار کروں۔ مجھے تو کشاں کشاں میدانِ عالم میں انہوں نے نکالا ہے۔ جو لذت مجھے خَلوت میں آتی ہے اس سے بجز خدا تعالیٰ کے کون واقف ہے۔ میں قریباً ۲۵ سال تک خَلوت میں بیٹھا ہوں۔ اور کبھی ایک لحظہ کے لئے بھی نہیں چاہا کہ دربارِ شہرت کی کرسی پر بیٹھوں۔ مجھے طبعاً اس سے کراہت رہی کہ لوگوں میں مل کر بیٹھوں۔ مگر امر آمر سے مجبور ہوں۔''

فرمایا: ''میں جو باہر بیٹھتا ہوں یا سیر کرنے کو جاتا ہوں اور لوگوں سے بات چیت کرتا ہوں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے امر کی تعمیل کی بناء پر ہے۔''

(حیات احمد، جلد اول، صفحہ 116 تا 117)

بیس پچیس سال کی عمر میں آپ علیہ السلام کے والد صاحب نے آپ کو بعض آباء و اجداد کے دیہات کو دوبارہ واپس لینے کیلئے انگریزی عدالتوں میں مقدمات کی پیروی پر لگا دیا۔ اگرچہ آپؑ کی طبیعت اس قسم کے کاموں کو پسند نہیں کرتی تھی تاہم والد صاحب کی فرمانبرداری میں آپؑ ان مقدمات کی پیروی کرتے رہے۔ ان مقدمات میں آپؑ نے ہمیشہ سچائی سے کام لیا۔ کئی دفعہ آپؑ نے سچ بولنے کی پاداش میں نقصان بھی اٹھایا لیکن سچائی کے دامن کو آپؑ نے ہاتھ سے کبھی جانے نہ دیا۔ انہی دنوں کے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ علیہ السلام تحریر کرتے ہیں کہ:

''میں بٹالہ میں ایک مقدمہ کی پیروی کیلئے گیا۔ نماز کا وقت ہو گیا اور میں نماز پڑھنے لگا۔ چپڑاسی نے آواز دی مگر میں نماز میں تھا۔ فریق ثانی پیش ہو گیا۔ اور اس نے یک طرفہ کارروائی سے فائدہ اٹھانا چاہا اور بہت زور اس بات پر دیا۔ مگر عدالت نے پرواہ نہ کی اور مقدمہ اسکے خلاف کر دیا اور مجھے ڈگری دے دی۔ میں جب نماز سے فارغ ہو کر گیا تو مجھے خیال تھا کہ شاید حاکم نے قانونی طور پر میری غیر حاضری کو دیکھا ہو مگر جب میں حاضر ہوا اور میں نے کہا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا تو اس نے کہا کہ میں تو آپ کو ڈگری دے چکا ہوں''

(حیات طیبہ، صفحہ 15)

ان مقدمات میں جو خادم آپ علیہ السلام کے ساتھ جاتے ان سے نہایت ہی حسن سلوک سے پیش آتے۔ مرزا اسماعیل بیگ عموماً ان مقدمات میں آپؑ کے ہمرکاب ہوتے۔ انکا بیان ہے کہ جب آپؑ قادیان سے چلتے تو ہمیشہ پہلے آپ کو سوار کراتے۔ جب نصف یا کم یا زیادہ راستہ طے ہو جاتا تو میں اتر پڑتا اور آپؑ سوار ہو جاتے۔ اور اسی طرح جب عدالت سے واپس ہونے لگتے تو پہلے آپ کو ہی سوار کراتے اور بعد میں آپؑ سوار ہو جاتے۔

اسی طرح مرزا دین محمد صاحب کا بیان ہے کہ: ''میں اولاً حضرت مسیح موعود سے واقف نہ تھا یعنی ان کی خدمت میں مجھے جانے کی عادت نہ تھی۔ حضرت صاحب گوشہ نشینی اور گمنامی کی زندگی بسر کرتے تھے، لیکن چونکہ صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے اور شریعت کے دلدادہ تھے۔ یہی شوق مجھے ان کی طرف لے گیا اور میں ان کی خدمت میں رہنے لگا۔ جب مقدمات کی پیروی کے لئے جاتے تو مجھے گھوڑے پر اپنے پیچھے سوار کر لیتے اور بٹالہ جا کر اپنی حویلی میں باندھ دیتے۔ اس حویلی میں ایک بالاخانہ تھا۔ آپ اس میں قیام فرماتے اس مکان کی دیکھ بھال کا کام ایک جولاہے کے سپرد تھا جو ایک غریب آدمی تھا۔ آپ وہاں پہنچ کر دو پیسے کی روٹی منگواتے یہ اپنے لئے ہوتی تھی اور اس میں سے ایک روٹی کی چوتھائی کے ریزے پانی کے ساتھ کھا لیتے۔ باقی روٹی اور دال وغیرہ جو ساتھ ہوتی وہ اس جولاہے کو دے دیتے اور مجھے کھانا کھانے کیلئے چار آنہ دیتے تھے۔ آپ بہت ہی کم کھانا کھایا کرتے تھے اور کسی قسم کے چسکے کی عادت نہ تھی۔'' (حیات احمد، جلد دوم، صفحہ 196)

1864 یا 1865 میں جب آپ کی عمر 30 یا 31 سال کی تھی آپؑ کو کشف میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپؑ نے دیکھا کہ آپ ایک عالیشان عمارت میں ہیں جہاں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چرچا ہے آپؑ بھی حضور سے ملنے گئے۔ سلام کیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ اے احمد! تیرے دائیں ہاتھ میں یہ کیا چیز ہے۔ تب آپؑ نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ آپؑ کی ایک تصنیف آپؑ کے ہاتھ میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کتاب کو دیکھ کر عربی زبان میں پوچھا کہ اس کتاب کا کیا نام رکھا ہے۔ آپؑ نے کہا قطبی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کتاب کو اپنے ہاتھ میں لیا اور آپ کا ہاتھ میں لینا تھا کہ وہ ایک میوہ کی شکل اختیار کر گئی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو تقسیم کرنے لگے تو اس کے اندر سے شہد نکلنے لگا اور آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ مِرفق تک شہد سے بھر گیا۔ تب ایک مردہ جو دروازہ سے باہر پڑا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزہ سے زندہ ہو کر آپؑ کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور آپؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑے تھے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک قاش آپؑ کو اس نئے زندہ ہوئے شخص کو دینے کیلئے دی اور باقی ساری قاشیں آپ کے دامن میں ڈال دیں۔ پھر جب وہ نیا زندہ اپنی قاش کھا چکا تو آپؑ نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کرسی اُونچی ہو گئی ہے حتی کہ چھت کے قریب جا پہنچی ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک ایسا چمکنے لگا کہ گویا اس پر سورج اور چاند کی شعاعیں پڑ رہی ہیں۔ اور آپؑ اس وقت ذوق اور وجد سے آپ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ اور آپ کے آنسو بہہ رہے تھے۔ آپؑ فرماتے ہیں اس کے بعد میں بیدار ہو گیا اور میں رو رہا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس وقت آپ کے دل میں ڈالا کہ وہ مردہ شخص اسلام ہے اور اللہ تعالیٰ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روحانی فیض سے اب آپؑ کے ذریعہ زندہ کریگا۔

یہ زیارت عین عنفوان شباب کی ہے اس سے قارئین بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت میرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام دور جوانی میں کس درجہ کے پاک باطن تھے۔ انہی دنوں یعنی 1864 میں آپ نے سیالکوٹ میں چار سال تک والد محترم کے حکم کی تعمیل میں نوکری کی۔ یہاں آپؑ نے کچہری میں ملازمت اختیار کی۔ اس چار سالہ دور کا بیشتر حصہ آپ نے قرآن مجید پر غور و تدبر کرنے میں گزارا اور رقت و الحاح کے ساتھ لمبی لمبی نمازیں پڑھتے۔ جب آپؑ کچہری سے واپس آتے تو دروازہ میں داخل ہونے کے بعد دروازہ کو پیچھے مڑ کر بند نہیں کرتے تھے تاکہ گلی میں اچانک کسی نامحرم عورت پر نظر نہ پڑے۔ جو تنخواہ دفتر سے ملتی تھی اس میں سے معمولی خرچ رکھ کر باقی رقم میں سے محلہ کی بیواؤں اور محتاجوں کو کپڑے بنوا دیتے یا نقدی دیتے۔ اس دوران آپ مریضوں کا علاج بھی کرتے تھے کیونکہ علم طب سے آپ کو کافی واقفیت تھی۔ اور ان کیلئے دعا بھی کرتے۔ سیالکوٹ میں قیام کے دوران ہی ایک واقعہ رونما ہوا جو آپؑ کے تعلق باللہ کی ایک زبردست دلیل ہے اس واقعہ کی روئیداد حضورؑ کے الفاظ میں کچھ یوں ہے۔

''ایک رات میں ایک مکان کی دوسری منزل پر سویا ہوا تھا اور اسی کمرہ میں میرے ساتھ پندرہ سولہ آدمی اور بھی تھے۔ رات کے وقت شہتیر میں ٹک ٹک کی آواز آئی۔ میں نے آدمیوں کو جگایا کہ شہتیر خوفناک معلوم ہوتا ہے۔ یہاں سے نکل جانا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ کوئی چوہا ہو گا خوف کی بات نہیں اور یہ کہہ کر سو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر ویسی آواز آئی۔ تب میں نے ان کو دوبارہ جگایا مگر پھر بھی انہوں نے کچھ پرواہ نہ کی۔ پھر تیسری بار شہتیر سے آواز آئی تب میں نے ان کو سختی سے اٹھایا اور سب کو مکان سے باہر نکالا۔ اور جب سب نکل گئے تو خود بھی وہاں سے نکلا۔ ابھی دوسرے زینہ پر تھا کہ وہ چھت نیچے گری اور دوسری چھت کو ساتھ لے کر نیچے جا پڑی اور سب بچ گئے۔'' (سیرۃ المہدی، حصہ اول، صفحہ 236)

سیالکوٹ میں ملازمت کے دوران آپؑ اکثر عیسائیوں سے مباحثہ کرتے تھے۔ پادری بٹلر کے ساتھ آپ کے اکثر مباحثے ہوتے تھے اور وہ آپ کی پاک باطنی کا معتقد ہو گیا تھا۔ اور وطن واپسی کے وقت محض آپؑ سے ملنے کی غرض سے کچہری میں آ گیا تھا۔ اس دور کے متعلق علامہ اقبال کے استاد میر حسن کی گواہی کو پیش کیا جاتا ہے جو اس بات کی بین دلیل ہے کہ کس درجہ کی پاکیزہ زندگی آپؑ نے اس دوران گزاری۔

''حضرت مرزا صاحب پہلے محلہ کشمیریاں میں جو اس عاصی پر معاصی کے غریب خانہ کے بہت قریب ہے عمرا نامی کشمیری کے مکان پر کرایہ پر رہا کرتے تھے۔ کچہری سے جب تشریف لاتے تھے تو قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف ہوتے تھے۔ بیٹھ کر، کھڑے ہو کر، ٹہلتے ہوئے تلاوت کرتے تھے اور زار زار رویا کرتے تھے۔ ایسی خشوع اور خضوع سے تلاوت کرتے تھے جس کی نظیر نہیں ملتی۔''

(سیرۃ المہدی، حصہ اول، طبع ثانی، صفحہ 270 تا 272)

اسی طرح منشی سراج الدین صاحب جو ظفر علی خان صاحب ایڈیٹر زمیندار کے والد ہیں، کی شہادت ہے کہ:

''مرزا غلام احمد صاحب 1860 یا 1861 (سن اور عمر کی تعیین میں منشی صاحب نے غلطی کی ہے۔ (ناقل) کے قریب ضلع سیالکوٹ میں محرر تھے......اور ہم چشمدید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔ کاروبارِ ملازمت کے بعد ان کا تمام وقت مطالعہ دینیات میں صرف ہوتا تھا۔ عوام سے کم ملتے تھے۔'' (اخبار زمیندار، مئی 1908)

سیالکوٹ میں چار سال گزارنے کے بعد والد صاحب کے کہنے پر استعفیٰ دے کر آپؑ واپس قادیان آ گئے۔ غالباً اسی سال آپؑ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا۔ 1868 یا 1869 میں آپ کو الہام ہوا ''بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے''۔ اس کے بعد آپؑ کو عالم کشف میں وہ بادشاہ بھی دکھائے گئے جو چھ سات سے کم نہ تھے جو ملک ہند، فارس، عرب، روم اور دوسرے بلاد کے تھے اور وہ گھوڑوں پر سوار تھے۔ اس کے بعد آپؑ کو کثرت سے الہامات ہونے لگے جن کو پورا ہوتے ہوئے ہندو صاحبان نے بھی دیکھا۔ 1872 میں آپ نے حضرت مسیح علیہ السلام کیساتھ خواب میں ایک ہی برتن میں کھانا کھایا اور بے تکلفی سے آپس میں باتیں کیں۔

1875 میں حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے خواب میں ملاقات کی اور آپؑ کو بتایا گیا کہ آپ کی روح اور سید عبدالقادر کی روح کے خمیرِ فطرت میں باہم ایک مناسبت ہے۔

ان واقعات سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ دعویٰ سے قبل کی زندگی کے ہر موڑ پر خدا کی طرف متوجہ رہے۔ اولیاء کرام سے رؤیا و کشوف میں ملاقاتیں کرتے رہے۔ خدا کے فرشتوں کا نزول اپنے پر دیکھتے رہے۔ یہ اس بات کا کافی و شافی ثبوت ہے کہ آپؑ نہایت نیک باطن اور پاک سیرت تھے۔

1875 کے آخر یا 1876 کے شروع میں ایک بزرگ معمر پاک صورت آپ کو خواب میں ملے اور آپؑ کو کہا کہ ”کسی قدر روزے انوار سماوی کی پیشوائی کے لئے رکھنا سنت خاندان نبوت ہے۔ اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ میں سنت اہل بیت رسالت کو بجالاؤں“ چنانچہ آپؑ نے آٹھ یا نو ماہ تک خفیہ طور پر روزے رکھنے کا مجاہدہ کیا۔ جو کھانا گھر سے آتا، آپ یتیم بچوں کو چپکے سے دیتے جن کو آپ نے پہلے سے تجویز کر کے بروقت حاضری کے لئے تاکید کی تھی۔ اس دوران آپ کی غذا چند تولہ رہ گئی تھی۔ اس دوران بعض گذشتہ انبیاء اور اولیاء کی آپ کو زیارت ہوئی۔ ایک دفعہ عین بیداری میں جناب رسول اللہ ﷺ مع حسنینؓ و حضرت علیؓ و حضرت فاطمہؓ کو دیکھا۔ یہ ایک اعلیٰ قسم کا کشف تھا۔

1876 میں آپؑ کے والد محترم کی وفات ہوئی۔ وفات کی خبر آپ کو قبل ازیں دی گئی تھی۔ والد صاحب کی وفات پر آپ بتقاضائے بشریت کچھ غمگین ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے الہاماً تسلی دی کہ اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ۔ کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں۔ حضورؑ فرماتے ہیں:

”اس الہام نے عجیب سکینت اور اطمینان بخشا اور فولادی میخ کی طرح میرے دل میں دھنس گیا۔ پس مجھے اس خدائے عزوجل کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے اپنے اس مبشرانہ الہام کو ایسے طور سے مجھے سچا کر کے دکھلایا کہ میرے خیال اور گمان میں بھی نہ تھا۔ میرا وہ ایسا متکفل ہوا کہ کبھی کسی کا باپ ہرگز ایسا متکفل نہیں ہوگا میرے پر اسکے وہ متواتر احسان ہوئے کہ بالکل محال ہے کہ میں ان کا شمار کرسکوں۔“

(کتاب البریہ، صفحہ 162)

حضورؑ ایک عربی شعر میں فرماتے ہیں کہ:

لُفَاظَاتُ الْمَوَائِدِ کَانَ اُکُلِیۡ
وَ صِرۡتُ الۡیَوۡمَ مِطۡعَامَ الۡاَھَالِیۡ

یعنی ایک وقت تھا کہ میرا کھانا دسترخوان کا پس خوردہ ہوا کرتا تھا جبکہ آج میں لوگوں کو کھلانے والا بن گیا ہوں۔ یعنی خدا تعالیٰ نہ صرف آپ کو مبشر الہامات سے نوازتا تھا بلکہ ان کو شاندار رنگ میں پورا کر کے آپؑ کے ساتھ اپنی معیت کا ثبوت دیتا تھا۔

1877 میں آپؑ نے ایک عیسائی رلیارام کو جو کہ وکیل بھی تھا اور اسکا ایک اخبار بھی نکلتا تھا، اسلام کی تائید اور غیر مذاہب کے بطلان پر مشتمل ایک مضمون بغرض طباعت ایک پیکٹ میں بھجوایا۔ اس پیکٹ میں آپ نے غلطی سے ایک خط بھی رکھا جو کہ قانوناً جرم تھا۔ اس عیسائی نے جب یہ مضمون دیکھا تو عداوت دین کی وجہ سے اس نے آپؑ کے خلاف مقدمہ دائر کردیا جس کی سزا قوانین ڈاکخانہ کی رو سے پانچ سو روپیہ یا چھ ماہ تک کی قید تھی۔ حضورؑ فرماتے ہیں کہ:

”قبل اس کے جو مجھے اس مقدمہ کی کچھ اطلاع ہو۔ رؤیا میں اللہ تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا کہ رلیارام وکیل نے ایک سانپ میرے کاٹنے کیلئے بھیجا ہے اور مَیں نے اُسے مچھلی کی طرح تل کر واپس کردیا ہے۔“

الغرض اس جرم میں آپ کو صدر ضلع گورداسپور میں طلب کیا گیا اور جن وکلاء سے بھی مشورہ کیا گیا سب نے یہی مشورہ دیا کہ اس میں دروغگوئی کے بغیر کوئی چارہ نہیں لیکن آپؑ صداقت کے مجسمے تھے آپؑ نے کہا میں کسی صورت میں بھی راستی کو نہیں چھوڑوں گا جو ہوگا سو ہوگا۔ عدالت میں آپ علیہ السلام نے اقرار کیا کہ خط آپ علیہ السلام نے ہی رکھا ہے لیکن محصول سے بچ کر گورنمنٹ کو نقصان پہنچانے کی نیت نہیں تھی بلکہ یہ خط مضمون کا ہی حصہ تھا۔ اس پر حاکم نے آپ کو باعزت بری کردیا۔ غرض صداقت کی وجہ سے آپؑ کی باعزت بریت ہوئی۔

اخبار وکیل نے بھی اس مقدمہ میں آپؑ کی راست گفتاری کو سراہتے ہوئے لکھا کہ:

”جوانی میں آپ کی راستبازی اور سچ گوئی کا شہرہ تھا۔ آپ نے کئی خاندانی مقدمات میں اپنے خاندان کے خلاف گواہی دی اور ان کی ناراضگی مول لی مگر سچ کا دامن نہ چھوڑا۔ دعویٰ سے پہلے ایک عیسائی نے آپ کے خلاف مقدمہ کیا جس میں آپ کے وکیل کے مطابق جھوٹ بولے بغیر نجات نہ تھی۔ مگر آپ نے جھوٹ بولنے سے انکار کردیا اور خدا نے آپ کو فتح دی۔ اس مقدمہ میں آپ کے وکیل فضل الدین صاحب آپ کی اس فوق العادت راست گفتاری کے گواہ تھے۔ وہ کہتے ہیں۔

مرزا صاحب کی عظیم الشان شخصیت اور اخلاقی کمال کا میں قائل ہوں...... میں انہیں کامل راستباز یقین کرتا ہوں۔“

(الحکم، 14/نومبر 1934)

یہ وہ دور تھا جس میں آپ ہندوستان کے مختلف اخبارات میں اسلام کی تائید کیلئے مضامین لکھ رہے تھے۔ کیونکہ یہ وہ دور تھا جس میں آریہ سماجی، برہموسماجی اور عیسائی اسلام پر تابڑتوڑ حملے کررہے تھے۔ لاکھوں مسلمان اسلام جیسے مذہب کو چھوڑ کر عیسائیت کی آغوش میں چلے گئے تھے۔ لیکن حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ نے اسلام کی تائید اور دیگر مذاہب کے بطلان کیلئے دلائل و براہین پر مشتمل مسکت و لاجواب کرنے والے مضامین لکھے۔ چنانچہ برہموسماجی لیڈر دیوندر ناتھ سہائے لکھتے ہیں:

”برہمو سماج کی تحریک ایک زبردست طوفان کی طرح اٹھی اور آناً فاناً نہ صرف ہندوستان بلکہ غیر ممالک میں بھی اس کی شاخیں قائم ہوگئیں۔ بھارت میں نہ صرف ہندو اور سکھ ہی اس سے متاثر ہوئے بلکہ مسلمانوں کے ایک بڑے طبقہ نے بھی اس میں شمولیت اختیار کی۔ روزانہ بیسیوں مسلمان برہموسماج میں داخل ہوئے۔ اس کی دیکشا لیتے ہی معلوم ہے کہ بنگال کے بڑے بڑے مسلم خاندان برہموسماج کے ساتھ نہ صرف سہمت تھے بلکہ اسکے باقاعدہ ممبر تھے، لیکن عین انہی دنوں میں مرزا غلام احمد قادیانی نے جو مسلمانوں کے ایک بڑے عالم تھے، ہندوؤں اور عیسائیوں کے خلاف کتابیں لکھیں۔ اور ان کو مناظرے کیلئے چیلنج کیا۔ افسوس ہے کہ برہموسماج کے کسی وِدوان نے اس چیلنج کی طرف توجہ نہیں کی جس کا اثر یہ ہوا کہ وہ مسلمان جو کہ برہموسماج کی تعلیم سے متاثر تھے نہ صرف پیچھے ہٹ گئے بلکہ باقاعدہ برہموسماج میں داخل ہونے والے مسلمان بھی آہستہ آہستہ اُسے چھوڑ گئے۔“

(رسالہ ”کومدی“ کلکتہ اگست 1920 ’ہندی سے ترجمہ‘)

حضور علیہ السلام نے اسکے بعد ”براہین احمدیہ“ کے نام سے دین متین اسلام کی تائید کے دلائل و براہین پر مشتمل کتاب لکھنی شروع کی اور چار سال تک لگاتار یعنی 1880 سے لیکر 1884 تک اس کتاب کی چار جلدیں شائع ہوئیں۔ اس کتاب میں جو قرآن کریم کے حقائق و معارف آپؑ نے پیش کئے وہ آپؑ کی نیک باطنی اور تقویٰ اللہ کا زبردست ثبوت ہے۔ کیونکہ نصّ صریح ہے کہ لَا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الۡمُطَہَّرُوۡنَ (الواقعۃ: 80)

یعنی کتاب اللہ کے حقائق و معارف نیک باطن لوگوں پر ہی کھلتے ہیں۔ اور اس کتاب میں پیش کردہ دلائل کے مقابل پر دلائل پیش کرنے والے کو آپ نے دس ہزار روپیہ کا انعام بھی مقرر فرمایا۔ اس یکتائے روزگار کتاب پر جو تبصرے لکھے گئے ہیں ان میں صرف ایک نمونہ کے طور پر لکھا جاتا ہے تاکہ قارئین خود اندازہ لگالیں کہ یہ کتاب کس اعلیٰ پایہ کی ہے اور ضرور ہے کہ اس کا مصنف بھی باکمال ہوگا۔

مشہور اہل حدیث لیڈر مولوی محمد حسین بٹالوی نے براہین احمدیہ پر ان الفاظ میں ریویو کیا:

”ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالات کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں لَعَلَّ اللّٰہُ یُحۡدِثُ بَعۡدَ ذٰلِکَ اَمۡرًا اس کا مولف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔“

(اشاعۃ السنۃ، جلد ہفتم، نمبر 6، صفحہ 169 تا 170)

1885 میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو تجدید دین کا کام تفویض کیا۔ اس پر آپ نے مختلف مذاہب کے لیڈروں اور پیشواؤں کو اسلام کی تازہ بتازہ برکات اور آیات کے دیکھنے کی دعوت دی۔ اس غرض کیلئے آپ نے اپنے دعویٰ پر مشتمل ایک اشتہار بھی انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں شائع فرمایا، جس میں لکھا:

”اگر آپ آویں اور ایک سال رہ کر کوئی آسمانی نشان مشاہدہ نہ کریں تو دوسو روپیہ ماہوار کے حساب سے آپ کو حرجانہ یا جرمانہ دیا جائے گا۔“

اس کے بعد آپ شب و روز اسلام کی تائید و نصرت کیلئے کوشاں رہے۔ جو بھی دشمن دین سامنے آیا اسے شکست و ہزیمت سے دوچار ہونا پڑا۔

1886 میں آپ نے دین اسلام کی عظمت کے اظہار کے لئے چالیس دن تک چلہ کشی کی جسکے دوران آپ کو ”مصلح موعودؓ“ کی خوش خبری دی گئی۔ یہ پیشگوئی آپ کی قبولیت دعا کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ یکم دسمبر 1888 کو آپ کو ایک پاک جماعت کے قیام کا حکم ملا۔ اس پر آپ نے اشتہار دیا اور اس میں تحریر فرمایا:

”میں اس جگہ ایک اور پیغام بھی خلق اللہ کو عموماً اور اپنے بھائی مسلمانوں کو خصوصاً پہنچاتا ہوں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبت مولیٰ کا راہ سیکھنے کے لئے اور گندی زیست اور کاہلانہ اور غدارانہ زندگی کو چھوڑنے کے لئے مجھ سے بیعت کریں۔ پس جو لوگ اپنے نفسوں میں کسی قدر یہ طاقت پاتے ہیں انہیں لازم ہے کہ میری طرف آویں کہ میں ان کا غمخوار ہوں گا اور ان کا بار ہلکا کرنے کی کوشش کروں گا اور خدا تعالیٰ میری دعا اور میری توجہ میں ان کے لئے برکت دے گا۔ بشرطیکہ وہ ربانی شرائط پر چلنے کے لئے بدل و جان تیار ہوں۔“

23/مارچ 1889 کو لدھیانہ میں آپ نے پہلی بیعت لی۔ اور نیک اور پاکباز لوگوں کا ایک گروہ آپ کے ساتھ ہوگیا جن میں اس وقت کے ولی اللہ حضرت حافظ حاجی الحرمین حکیم مولانا نورالدین صاحبؓ سرفہرست تھے۔

1890 میں آپ نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر ظاہر کیا کہ عیسیٰ نبی اللہ فوت ہوچکے ہیں اور ان کے رنگ میں رنگین ہوکر وعدے کے موافق آپ کو بھجوایا گیا ہے۔ آپؑ کا یہ دعویٰ کرنا تھا کہ آپؑ کے خلاف ایک طوفان بے تمیزی برپا ہو گیا۔ ہندوستان کے طول و عرض میں آپؑ کے خلاف تکفیر و تکذیب کا بازار گرم ہوگیا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے یہاں تک کہہ دیا کہ میں نے ہی مرزا صاحب کو اُٹھایا ہے اور میں ہی ان کو گراؤں گا۔ تب انبیاء سابقہ کی طرح حضرت مسیح موعودؑ نے بھی اپنی صداقت کیلئے یہی کہا کہ فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِیۡکُمۡ عُمُرًا مِّنۡ قَبۡلِہٖ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ۔

یعنی میں اس دعویٰ سے پہلے آپ کے درمیان رہ چکا ہوں جب میں نے اس دوران دنیوی معاملات میں جھوٹ سے کام نہیں لیا تو

پھر کیسے ممکن ہے کہ خدائے واحد وقہار پر جھوٹ باندھوں۔ چنانچہ حضورؑ نے فرمایا:

’’میری ایک عمر گزر گئی ہے مگر کون ثابت کرسکتا ہے کہ کبھی میرے منہ سے جھوٹ نکلا ہے۔ پھر جب میں نے محض للہ انسانوں پر جھوٹ بولنا متروک رکھا اور بارہا اپنی جان اور مال کو صدق پر قربان کیا تو پھر میں خدا تعالیٰ پر کیوں جھوٹ بولتا۔‘‘

(حیات احمد، جلد اول، صفحہ 126)

اسی طرح فرمایا: ’’تم کوئی عیب افترا یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے تا تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افترا کا عادی ہے یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہوگا۔ کون تم میں ہے جو میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کرسکتا ہے۔ پس یہ خدا کا فضل ہے کہ جو اس نے ابتداء سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا اور سوچنے والوں کیلئے یہ ایک دلیل ہے۔‘‘

(تذکرۃ الشہادتین، صفحہ 62)

مخالفین آپؑ کی دعویٰ سے قبل کی زندگی پر کوئی حرف گیری نہ کرسکے۔ اس کے برعکس اس دور کے نیک اور پارسا لوگ آپ کی صداقت کی گواہی دیتے رہے۔ اس دعوے کے اثبات میں چند تائیدی حوالوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

میاں کریم بخش ایک نہایت ہی متقی اور صالح انسان تھے انہوں نے جب آپؑ کی بیعت کی تو اپنی بیعت کا محرک ایک مجذوب شخص بنام سائیں گلاب شاہ کی شہادت کو قرار دیا۔ اس مجذوب کی کئی پیشگوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

’’اس بزرگ نے ایک دفعہ جس بات کو عرصہ تیس سال کا گزرا ہوگا مجھ کو کہا کہ عیسیٰ اب جوان ہو گیا ہے اور لدھیانہ میں آکر قرآن کی غلطیاں نکالے گا اور قرآن کی رو سے فیصلہ کرے گا اور کہا کہ مولوی اس سے انکار کرینگے...... تب میں نے تعجب کی راہ سے پوچھا کہ کیا قرآن میں بھی غلطیاں ہیں قرآن تو اللہ کا کلام ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ تفسیروں پر تفسیریں ہوگئیں اور شاعری زبان پھیل گئی (یعنی مبالغہ پر مبالغہ کر کے حقیقتوں کو چھپایا گیا۔ جیسے شاعر مبالغات پر زور دے کر اصل حقیقت کو چھپا دیتا ہے)...... پھر میں نے ان سے پوچھا کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی اللہ آسمان پر اٹھائے گئے اور کعبہ پر اتریں گے۔ تب انہوں نے جواب دیا عیسیٰ ابن مریم نبی اللہ تو مر گیا ہے۔ اب وہ نہیں آئے گا۔ ہم نے اچھی طرح تحقیق کیا ہے کہ مر گیا ہے۔ ہم بادشاہ ہیں۔ جھوٹ نہیں بولیں گے۔ اور کہا کہ جو آسمانوں والے صاحب ہیں وہ کسی کے پاس چل کر نہیں آیا کرتے۔‘‘

(ازالہ اوہام، حصہ دوم، صفحہ 482)

اسی طرح غزنی کے مشہور بزرگ حضرت مولوی عبداللہ غزنوی نے اپنی وفات سے چند دن قبل (فروری 1881) میں اللہ تعالیٰ سے بذریعہ خبر پاکر یہ پیشگوئی کی کہ: ’’ایک نور آسمان سے قادیان کی طرف نازل ہوا ہے مگر افسوس کہ میری اولاد اس سے محروم رہ گئی۔‘‘

(حیاۃ النبی، جلد 1، صفحہ 80)

ہندوستان کے مشہور عالم دین اور مفسر قرآن اور صحافی ابوالکلام آزاد نے گواہی دیتے ہوئے لکھا کہ: ’’کیریکٹر کے لحاظ سے مرزا صاحب کے دامن پر سیاہی کا چھوٹے سے چھوٹا دھبہ بھی نظر نہیں آتا۔ وہ ایک پاکباز کا جینا جیا اور اس نے ایک متقی کی زندگی بسر کی۔ غرضیکہ مرزا صاحب کی ابتدائی زندگی کے پچاس سالوں نے بلحاظ اخلاق و عادات اور کیا بلحاظ خدمات دین مسلمانان ہند میں ان کو ممتاز، برگزیدہ اور قابل رشک مرتبہ پر پہنچا دیا۔‘‘

(اخبار وکیل امرتسر، 30 مئی 1908)

ان ساری شہادتوں سے یہ امر اظہر من الشّمس ہو جاتا ہے کہ حضرت مرزا غلام احمدؑ نے دعویٰ سے قبل نہایت ہی پاکیزہ زندگی گزاری۔ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ (التوبة 119) ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کے ساتھ ہوجاؤ‘‘ کے الٰہی فرمان کے مطابق روئے زمین پر بسنے والے تمام لوگوں کو بالعموم اور مسلمانوں کو بالخصوص آپؑ پر ایمان لانے کی اخلاص پر مبنی پرزور دعوت دی جاتی ہے۔ آپ علیہ السلام اس زمانے کے حصن حصین ہیں۔ آپؑ مسلمانوں کیلئے مسیح موعود و مہدی معہود اور عیسائیوں کے لئے مسیح منتظر اور ہندوؤں کے لئے کلکی اوتار ہیں۔ آپ کس ہمدردی سے دعوت ایمان دیتے ہیں کہ:

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

......☆......☆......☆......

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں
حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا پاکیزہ منظوم کلام

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا
نام اُس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اِک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیرالوریٰ یہی ہے

پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اِک قمر ہے
اُس پر ہر اک نظر ہے بدرالدّجیٰ یہی ہے

پہلے تو رہ میں ہارے پار اِس نے ہیں اُتارے
مَیں جاؤں اِس کے وارے بس ناخدا یہی ہے

پَردے جو تھے ہٹائے اندر کی رہ دکھائے
دِل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے

وہ یارِ لامکانی وہ دلبرِ نہانی
دیکھا ہے ہم نے اُس سے بس رہنما یہی ہے

وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے
وہ طیّب و امیں ہے اُس کی ثنا یہی ہے

اُس نُور پر فدا ہوں اُس کا ہی مَیں ہوا ہوں
وہ ہے مَیں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

وہ دلبرِ یگانہ علموں کا ہے خزانہ
باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے

سب ہم نے اُس سے پایا شاہد ہے تُو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

❁❁❁

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’یاد رہے کہ جو شخص اُترنے والا تھا وہ عین وقت پر اُتر آیا اور آج تمام نوشتے پورے ہوگئے تمام نبیوں کی کتابیں اسی زمانہ کا حوالہ دیتی ہیں۔‘‘ (تذکرۃ الشہادتین، صفحہ 24)

ارشادِ نبوی ﷺ

اَلصَّلٰوةُ عِمَادُ الدِّيْن

(نماز دین کا ستون ہے)

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ’’اَکْرِمُوْا اَوْلَادَکُمْ‘‘ کے آئینہ میں

ریحان احمد شیخ شاہد (مربی سلسلہ قادیان)

سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اور احادیث نبویہؐ کے مطالعہ سے علم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچوں سے خصوصاً شفقت فرمایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تربیت اولاد کے سلسلہ میں اولاد میں خودداری اور عزت نفس پیدا کرنے کیلئے ہدایت فرمائی ہے کہ ’’اَکْرِمُوْا اَوْلَادَکُمْ‘‘ یعنی اپنی اولاد کی عزت کرو۔ اس ارشاد نبویؐ میں تربیت اولاد کا بہترین راز مضمر ہے۔ کیونکہ اولاد کی تکریم سے اولاد میں جو احساس اور شعور پیدا ہوتا ہے وہ اسے دنیا میں معزز و محترم بناتا ہے۔ بہرحال آپؐ کے اس ارشاد کی روشنی میں ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم آپؑ کی سیرت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی اتباع کا کامل نمونہ اور صحیح نقشہ پاتے ہے۔ بچوں کے ساتھ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جو برتاؤ اور تعلق تھا اس کو خاکسار واقعات کی روشنی میں پیش کرے گا جس سے معلوم ہوگا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا طرز عمل تربیت اولاد اور بچوں پر شفقت کے متعلق کیا تھا۔ کس طرح آپ علیہ السلام نے اپنے بچوں کی تربیت فرمائی۔ کس حد تک انہیں آزاد رکھتے اور کن حالتوں میں ان کے افعال کو پابند کرتے اور عام طور پر بچوں سے کس طرح پیش آتے اور کس طرح بچوں سے سلوک فرماتے تھے۔

بچوں کی پرورش اور خبر گیری کے متعلق مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ فرماتے ہیں کہ:

’’آپ علیہ السلام بچوں کی خبر گیری اور پرورش اس طرح کرتے ہیں کہ ایک سرسری دیکھنے والا گمان کرے کہ آپ (علیہ السلام) سے زیادہ اولاد کی محبت کسی کو نہ ہوگی۔ اور بیماری میں اس قدر توجہ کرتے ہیں اور تیمارداری اور علاج میں ایسے محو ہوتے ہیں کہ گویا اور کوئی فکر ہی نہیں۔ مگر باریک بین دیکھ سکتا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے لئے اس کی ضعیف مخلوق کی رعایت اور پرورش مدنظر ہے۔ آپ (علیہ السلام) کی پلوٹھی بیٹی عصمت لدھیانہ میں ہیضہ سے بیمار ہوئی۔ آپؑ اس کے علاج میں یوں دوا دہی کرتے کہ گویا اس کے بغیر زندگی محال ہے۔ اور ایک دنیادار دنیا کی عرف واصطلاح میں اولاد کا بھوکا اور شیفتہ اس سے زیادہ جانکاہی کر نہیں سکتا۔ مگر جب وہ مرگئی۔ آپ یوں الگ ہوگئے کہ گویا کوئی چیز تھی ہی نہیں اور جب سے کبھی ذکر تک نہیں کیا کہ کوئی لڑکی تھی۔‘‘

(سیرت مسیح موعود علیہ السلام، صفحہ 53 تا 54، از حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ)

ہمارے پیارے آقا سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بچوں کو سزاء دینے کے سخت مخالف تھے۔ یہاں تک کہ اسکول کے بچوں کو مارا جانا بھی سخت ناپسند فرماتے تھے۔ ایک موقع پر آپؑ نے بچوں کو جسمانی سزا نہ دینے کا حکم نافذ فرمادیا۔ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ اس بارے میں ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

’’حضرت بچوں کو سزا دینے کے سخت مخالف ہیں۔ میں نے بارہا دیکھا ہے ایسی کسی چیز پر برہم نہیں ہوتے۔ جیسے جب سن لیں کہ کسی نے بچہ کو مارا ہے۔ یہاں ایک بزرگ نے ایک دفعہ اپنے لڑکے کو عادتاً مارا تھا۔ حضرت (یعنی مسیح موعودؑ) بہت متاثر ہوئے اور انہیں بلا کر بڑی درد انگیز تقریر فرمائی۔ میرے نزدیک بچوں کو یوں مارنا شرک میں داخل ہے۔ گویا بدمزاج مارنے والا ہدایت اور ربوبیت میں اپنے تئیں حصہ دار بنانا چاہتا ہے۔ فرمایا ایک جوش والا آدمی جب کسی بات پر سزا دیتا ہے اشتعال میں بڑھتے بڑھتے ایک دشمن کا رنگ اختیار کرلیتا ہے۔ اور جرم کی حد سے سزا میں کوسوں تجاوز کر جاتا ہے...... فرمایا جس طرح اور جس قدر سزا دینے میں کوشش کی جاتی ہے، کاش دعا میں لگ جائیں اور بچوں کے لئے سوز دل سے دعا کرنے کو ایک حدف مقرر کرلیں۔ اس لئے کہ والدین کی دعا کو بچوں کے حق میں خاص قبولیت بخشی گئی ہے...... پھر فرمایا ہدایت اور تربیت حقیقی خدا کا فعل ہے۔ سخت پیچھا کرنا اور ایک امر پر اصرار کو حد سے گزار دینا یعنی بات بات پر بچوں کو روکنا اور ٹوکنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا ہم ہی ہدایت کے مالک ہیں۔ اور ہم اس کو اپنی مرضی کے مطابق ایک راہ پر لے آئیں گے۔ یہ ایک قسم کا شرک خفی ہے۔ اس سے ہماری جماعت کو پرہیز کرنا چاہئیے۔ آپ نے قطعی طور پر فرمایا اور لکھ کر بھی ارشاد کیا کہ ہمارے مدرسہ میں جو استاد مارنے کی عادت رکھتا ہے اور اپنے اس ناسزا فعل سے باز نہ آتا ہو اسے یک لخت موقوف کر دو۔ فرمایا ہم تو اپنے بچوں کے لئے دعا کرتے ہیں۔ اور سرسری طور پر قواعد اور آداب تعلیم کا پابندی کراتے ہیں۔ بس اس سے زیادہ نہیں اور پھر اپنا پورا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھتے ہیں۔ جیسا کسی میں سعادت کا تخم ہوگا وقت پر سرسبز ہوجائے گا۔‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام، صفحہ 36 تا 37 از مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ)

حضرت مولانا یعقوب علی عرفانی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا معمول تھا کہ جب کوئی بچہ آپؑ کی خدمت میں آتا تو آپؑ جگہ دینے کے لئے ایک طرف کھل جاتے اور اپنے پہلو میں اسے بیٹھنے کا موقع دیتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اکثر آیا کرتے تھے۔ صاحبزادہ میاں بشیر احمد صاحب اور صاحبزادہ میاں شریف میں کم۔ سیر میں بھی کبھی کبھی ساتھ ہو جاتے اور صاحبزادہ مبارک احمد صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام گود میں لئے ہوئے باہر نکل آتے اور لئے جاتے۔ پھر خدام لے لیتے اور جب صاحبزادہ صاحب خواہش کرتے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود ان کو اٹھا لیتے۔‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ، جلد سوم، صفحہ 367، از حضرت یعقوب علی عرفانی صاحبؓ)

بڑوں کا ادب کرنے کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ:

’’ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے اس حجرہ میں کھڑے تھے جو عزیزم میاں شریف احمد صاحب کے مکان کے ساتھ ملحق ہے۔ والدہ صاحبہ بھی غالباً پاس تھیں۔ میں نے کوئی بات کرتے ہوئے مرزا نظام الدین صاحب کا نام لیا تو صرف نظام الدین کہا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا میاں آخر وہ تمہارا چچا ہے اس طرح نام نہیں لیا کرتے۔‘‘

(سیرت المہدی، جلد اول، صفحہ 31، از مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے)

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام بچوں کی دلداری کا بھی بہت خیال رکھا کرتے تھے اور اپنے صاحبزادوں کا اسلئے بھی خاص خیال رکھتے تھے کیونکہ آپؑ ان کو آیات اللہ یقین کرتے تھے۔ بچوں کے ساتھ دلداری کا ایک واقعہ سیرت حضرت مسیح موعود سے پیش ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ایام طفولیت سے تعلق رکھتا ہے۔

’’جاڑے کا موسم تھا۔ محمود نے جو اس وقت بچہ تھا۔ آپؑ کی واسکٹ کی جیب میں ایک بڑی اینٹ ڈال دی۔ آپؑ جب لیٹے وہ اینٹ چُبھی۔ میں (یعنی مولانا عبد الکریم صاحب سیالکوٹیؓ۔ ناقل) موجود تھا۔ آپؑ حامد علی سے فرماتے ہیں۔ حامد علی! چند روز سے ہماری پسلی میں درد ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چیز چُبھتی ہے وہ حیران ہوا اور آپ کے جسد مبارک پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ اور آخر اس کا ہاتھ اینٹ سے جا لگا۔ جھٹ جیب سے نکال لی اور عرض کیا یہ اینٹ تھی جو آپ کو چُبھتی تھی۔ مسکرا کر فرمایا کہ ’’اوہو چند روز ہوئے محمود نے میری جیب میں ڈالی تھی اور کہا تھا اسے نکالنا نہیں۔ میں اس سے کھیلوں گا۔‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ، جلد سوم، صفحہ 369، از مولانا یعقوب علی تراب احمدی عرفانی صاحب)

بظاہر یہ ایک معمولی سا واقعہ ہے۔ اور اس سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے استغراق کا بھی پتا چلتا ہے۔ بچوں کی اس قدر دلداری دور اول میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاکیزہ اُسوہ میں ہی دیکھنے کو ملتی ہے اور دور آخر میں ہمارے پیارے آقا سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت میں نظر آتی ہے۔ اسی طرح آپؑ کا عفو اور درگزر بھی انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ:

’’حضرت خلیفہ ثانیؓ نے جبکہ وہ چار برس کے تھے، دیا سلائی لے کر حضورؑ کے مسودوں کو آگ لگا دیا اور آن کی آن میں ساری محنت کو ضائع کر دیا۔ مگر آپؑ نے کسی بھی خفگی یا رنج کا اظہار نہیں کیا۔ بلکہ مسکرا کر صرف اتنا کہا ’’خوب ہوا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی مصلحت ہوگی اور اب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس سے بہتر مضمون ہمیں سمجھائے۔‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ، جلد سوم، صفحہ 369 تا 370 از مولانا یعقوب علی عرفانی صاحبؓ)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے بچپن کا ایک واقعہ یوں ہے کہ:

’’ایک روز حضرت مسیح موعودؑ سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ ابھی تھوڑا سا دن چڑھا تھا۔ سردی کا موسم تھا۔ پندرہ سولہ احباب ساتھ تھے۔ پھر پیچھے سے اور بہت سے آملے۔ حضرت خلیفہ ثانی اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بھی آگئے۔ اور ایک دو لڑکے اور بھی ان کے ساتھ تھے۔ چھوٹی عمر تھی ننگے پاؤں اور ننگے سر میاں بشیر احمد صاحب تھے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے تبسم فرما کر فرمایا کہ ’’میاں بشیر احمد! جوتی ٹوپی کہاں ہے؟ کہاں پھینک آئے؟‘‘ میاں بشیر احمد صاحب نے کچھ جواب نہ دیا۔ اور ہنس کر بچوں سے کھیلتے کھیلتے آگے بڑھ گئے اور کچھ فاصلہ پر دوڑ گئے۔ آپؑ نے فرمایا۔ بچوں کی بھی عجیب حالت ہوتی ہے جب جوتا نہ ہو تو روتے ہیں کہ جوتا لا کے دو اور جب جوتا منگوا کر دیا جائے تو پھر اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ اور نہیں پہنتے یونہی سوکھ سوکھ کر خراب ہوجاتا ہے۔ یا گم ہوجاتا ہے۔‘‘

(سیرت مسیح موعودؑ، جلد سوم، صفحہ 317، از مولانا یعقوب علی عرفانی صاحبؓ)

ہمارے پیارآقا سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بچوں کی باتوں سے اکتاتے یا غصہ نہ کرتے تھے۔ اس بارے میں ایک واقعہ پیش ہے۔ حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹیؓ فرماتے ہیں:

’’بارہا میں نے دیکھا ہے۔ اپنے اور دوسرے بچے آپ کی چارپائی پر بیٹھے ہیں۔ اور آپ کو مضطر کر کے پائینتی پر بٹھا دیا ہے۔ اور اپنے بچپنے کی بولی میں مینڈک اور کوّے اور چڑیا کی کہانیاں سنا رہے ہیں۔ اور گھنٹوں سنائے جا رہے

ہیں۔اور حضرت ہیں کہ بڑے مزے سے سنے جا رہے ہیں۔گویا کوئی مثنوی ملائے روم سنا رہا ہے۔ حضرت بچوں کو مارنے اور ڈانٹنے کے سخت مخالف ہیں بچے کیسے ہی بسوریں شوخی کریں۔سوال میں تنگ کریں اور بے جا سوال کریں۔اور ایک موہوم اور غیر موجود شے کیلئے حد سے زیادہ اصرار کریں۔ آپؑ نہ تو کبھی مارتے ہیں نہ جھڑکتے ہیں۔اور نہ کوئی خفگی کا نشان ظاہر کرتے ہیں۔‘‘

مزید لکھتے ہیں کہ ’’محمود (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی) کوئی تین برس کا ہوگا۔آپ علیہ السلام لدھیانہ میں تھے۔میں (یعنی عبد الکریم صاحب سیالکوٹیؓ۔ناقل) بھی وہیں تھا۔گرمی کا موسم تھا۔مردانہ اور زنانہ میں ایک دیوار حائل تھی۔آدھی رات کا وقت ہوگا۔جو میں جاگا اور مجھے محمود کے رونے اور حضرت کے ادھر اُدھر باتوں میں بہلانے کی آواز آئی۔حضرت اسے گود میں لئے پھرتے تھے۔اور وہ کسی طرح چپ نہیں ہوتا تھا۔ آخر آپ نے کہا دیکھو محمود وہ کیسا تارا ہے۔بچہ نے نئے مشغلہ کی طرف دیکھا اور ذرا چپ ہوا۔پھر وہی رونا اور چلانا اور یہ کہنا شروع کر دیا۔ابا تارے جانا۔کیا مجھے مزہ آیا اور پیارا معلوم ہوا آپ کا اپنے ساتھ یوں گفتگو کرنا یہ اچھا ہوا ہم نے تو ایک راہ نکالی تھی۔اس نے اس میں بھی اپنی ضد کی راہ نکالی۔آخر بچہ روتا روتا خود ہی جب تھک گیا چپ ہوگیا مگر اس سارے عرصہ میں ایک لفظ بھی سختی کا یا شکایات کا آپؑ کی زبان سے نہ نکلا۔‘‘

(سیرت مسیح موعودؑ، صفحہ 35 تا 36، از حضرت مولانا عبد الکریم صاحب سیالکوٹیؓ)

ایک اور واقعہ پیش ہے جس سے جہاں ایک طرف آپؑ کے اس سلوک اور طرز عمل کا پتا چلتا ہے جو بچوں کے متعلق ہے وہاں آپؑ کے حوصلہ اور حلم کا بھی اظہار ہوتا ہے۔حضرت مولانا عبد الکریم سیالکوٹی صاحبؓ فرماتے ہیں:

’’آپ کی قدیمی عادت ہے کہ دروازے بند کر کے بیٹھا کرتے ہیں۔ایک لڑکے نے زور سے دستک بھی دی اور منہ سے کہا ’’ابا بوا کھول‘‘ آپ وہیں اٹھے ہیں اور دروازہ کھولا ہے۔کم عقل بچہ اندر گھسا ہے۔اور اِدھر اُدھر جھانک تانک کر اُلٹے پاؤں نکل گیا ہے۔حضرت نے معمولاً پھر دروازہ بند کرلیا۔دو ہی منٹ گزرے ہونگے۔جو پھر موجود اور زور زور سے دھکے دے رہے ہیں اور چلا رہے ہیں۔ابا بوا کھول۔آپ پھر بڑے اطمینان اور جمعیت سے اٹھے ہیں۔اور دروازہ کھول دیا۔ بچہ اب کی دفعہ بھی اندر نہیں گھستا ذرا سر ہی اندر کر کے اور کچھ منہ میں بڑبڑا کے پھر الٹا بھاگ جاتا ہے۔حضرت بڑے ہشاش بشاش بڑے استقلال سے دروازہ بند کر کے اپنے نازک اور ضروری کام پر بیٹھ جاتے ہیں۔کوئی پانچ ہی منٹ گزرے ہیں تو پھر موجود اور پھر وہی گرما گرمی اور شورا شوری کہ ابا بوا کھول اور آپ اٹھ کر اسی وقار اور سکون سے دروازہ کھول دیتے ہیں۔اور منہ سے ایک حرف تک نہیں نکالتے کہ تو کیوں آتا ہے اور کیا چاہتا ہے اور آخر تیرا مطلب کیا ہے جو بار بار ستاتا اور کام میں حرج ڈالتا ہے؟ میں نے ایک دفعہ گنا کوئی بیس دفعہ ایسا کیا اور ان ساری دفعات میں ایک دفعہ بھی حضرت کے منہ سے زجر اور توبیخ کا کلمہ نہیں نکلا۔‘‘

(سیرت مسیح موعود علیہ السلام، صفحہ 33 تا 34، از مولانا عبد الکریم صاحب سیالکوٹیؓ)

پیارے دوستو! میں یقیناً یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر یہی حرکت اگر ہم میں سے کسی کے بچہ نے بیس دفعہ تو دور کی بات ہے اگر چار سے پانچ دفعہ بھی کی ہوتی تو اس کی خیر نہ تھی۔اس بچہ کو مارا جاتا یا پھر اس کو کسی کمرہ میں بند کر دیا جاتا۔وہیں ہمارے پیارے آقا بچوں کو سزا دینے سے نہ صرف کراہت فرماتے تھے بلکہ اگر کوئی شخص اپنے بچہ کو سزا دیتا تو اس کو بھی سخت ناپسند فرماتے تھے۔ہاں دینی امور میں آپ علیہ السلام بچوں کے کسی ایسے فعل کو جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا قرآن کریم کی توہین کا موجب ہو برداشت نہ کرتے تھے۔

یوں تو ہر والدین کو اپنے بچوں سے محبت ہوتی ہے اور بچوں کو والدین سے۔اور جب بچے ایک سے زیادہ ہوں تو بچوں میں یہ جذبہ بھی ہوتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک سمجھتا ہی نہیں بلکہ یقین کرتا ہے کہ مجھ سے زیادہ محبت ہے۔اور بعض اوقات بچے اپنے بچپنے کی شان کا آپس میں اس محبت پدری و مادری پر مباحثہ بھی کرتے ہیں۔ایک دوسرے کو کہتا ہے کہ مجھ سے زیادہ محبت ہے۔حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اسی محبت پدری کا ایک واقعہ سیرت میں لکھا ہے آپ فرماتے ہیں:’’ ایک دفعہ ہم گھر کے بچے مل کر حضرت صاحب کے سامنے میاں شریف احمد کو چھیڑنے لگ گئے کہ ابّا کو تم سے محبت نہیں ہے۔اور ہم سے ہے۔میاں شریف بہت چڑتے تھے۔حضرت صاحب نے ہمیں روکا بھی کہ زیادہ تنگ نہ کرو۔مگر ہم بچے تھے لگے رہے۔آخر میاں شریف رونے لگ گئے اور انکی عادت تھی کہ جب روتے تھے تو ناک سے بہت رطوبت بہتی تھی۔حضرت صاحب نے چاہا کہ انکو گلے لگالیں۔تاکہ ان کا شک دور ہو۔مگر وہ اس وجہ سے کہ ناک بہ رہا تھا پرے پرے ہٹتے جاتے تھے۔حضرت صاحب سمجھتے تھے کہ شاید اسے تکلیف ہے اسلئے دور ہٹتا ہے۔چنانچہ کافی دیر تک یہی ہوتا رہا کہ حضرت صاحب انکو اپنی طرف کھینچتے تھے۔اور وہ پرے پرے کھچتے تھے اور چونکہ ہمیں معلوم تھا کہ اصل بات کیا ہے اسلئے ہم پاس کھڑے ہنستے جاتے تھے۔‘‘

اسی طرح آپؓ فرماتے ہیں کہ:’’جب ہم بچے تھے تو حضرت مسیح موعودؑ خواہ کام کر رہے ہوں یا کسی اور حالت میں ہوں، ہم آپ کے پاس چلے جاتے تھے کہ ’’ابّا پیسہ دو‘‘ اور آپ رومال سے پیسہ کھول کر دے دیتے تھے۔اگر ہم کسی بات پر زیادہ اصرار کرتے تو آپ فرماتے تھے۔کہ میاں میں اس وقت کام کر رہا ہوں تنگ نہ کرو‘‘

(سیرت المہدی، جلد اول، صفحہ 54 تا 55، از مرزا بشیر احمد صاحبؓ)

قارئین! ہمارے پیارے آقا سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اور سیرت کا آئینہ اور صحیح نقشہ تھے۔آپؑ کے حالات و واقعات زندگی میں ہمیں احمد مکی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصویر نظر آتی ہے۔کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچوں پر خصوصاً شفقت فرمایا کرتے تھے۔اسی سنت نبوی کی پیروی میں سیدنا حضرت مسیح موعودؑ بھی بچوں پر خاص شفقت فرمایا کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ ہمیں سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ’’اَکْرِمُوْا اَوْلَادَکُمْ‘‘ کی روشنی میں اپنی اولادوں کی تعلیم و تربیت کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثم آمین۔

......☆......☆......☆......

اگر اس زمانہ کے تمام ایمانوں کو ترازو کے ایک پلہ میں رکھا جائے اور میرا ایمان دوسرے پلہ میں تو بفضلہٖ تعالیٰ یہی پلہ بھاری ہوگا

ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’مجھے اللہ جل شانہ کی قسم ہے کہ میں کافر نہیں۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ میرا عقیدہ ہے اور لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت میرا ایمان ہے۔میں اپنے اس بیان کی صحت پر اس قدر قسمیں کھاتا ہوں جس قدر خدا تعالیٰ کے پاک نام ہیں اور جس قدر قرآن کریم کے حرف ہیں اور جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدا تعالیٰ کے نزدیک کمالات ہیں...... میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا خدا اور رسول پر وہ یقین ہے کہ اگر اس زمانہ کے تمام ایمانوں کو ترازو کے ایک پلہ میں رکھا جائے اور میرا ایمان دوسرے پلہ میں تو بفضلہٖ تعالیٰ یہی پلہ بھاری ہوگا۔‘‘ (کرامات الصادقین، روحانی خزائن، جلد 7، صفحہ 67)

بقیہ اداریہ از صفحہ نمبر 1

ایسی عظیم الشان تائید کی کوئی نظیر ہے؟

''مَیں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مَیں اُس کی طرف سے ہوں۔ وہ خوب جانتا ہے کہ مَیں مفتری نہیں کذّاب نہیں۔ اگر تم مجھے خدا تعالیٰ کی قسم پر بھی اور ان نشانات کو بھی جو اس نے میری تائید میں ظاہر کئے دیکھ کر مجھے کذّاب اور مفتری کہتے ہو تو پھر مَیں تمہیں خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ کسی ایسے مفتری کی نظیر پیش کرو کہ باوجود اسکے ہر روز افتراء اور کذب کے جو وہ اللہ تعالیٰ پر کرے پھر اللہ تعالیٰ اسکی تائید اور نصرت کرتا جاوے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اُسے ہلاک کرے مگر یہاں اس کے برخلاف معاملہ ہے۔ مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مَیں صادق ہوں اسکی طرف سے آیا ہوں مگر مجھے کذّاب اور مفتری کہا جاتا ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ ہر مقدمہ اور ہر بلا میں جو قوم میرے خلاف پیدا کرتی ہے مجھے نصرت دیتا ہے اور اُس سے مجھے بچاتا ہے اور پھر ایسی نصرت کی کہ لاکھوں انسانوں کے دل میں میری محبت ڈال دی۔ مَیں اس پر اپنی سچائی کو حصر کرتا ہوں۔ اگر تم کسی ایسے مفتری کا نشان دے دو کہ وہ کذّاب ہو اور اللہ پر اس نے افتراء کیا ہو اور پھر خدا تعالیٰ نے اس کی ایسی نصرتیں کی ہوں اور اس قدر عرصہ تک اسے زندہ رکھا ہو اور اسکی مُرادوں کو پورا کیا ہو، دکھاؤ۔'' (لیکچر لدھیانہ رُوحانی خزائن جلد 20، صفحہ 275)

بحیثیت مجموعی تمام مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے کہ احادیث میں جس عیسیٰؑ کے نازل ہونے کی پیشگوئی ہے وہ عیسیٰؑ بن مریم ہیں جنہیں اللہ نے آسمان میں اُٹھا لیا۔ اب وہی امت محمدیہ کی اصلاح کیلئے آسمان سے نازل ہونگے۔ یہ عقیدہ سراسر قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ آج تک نہ کوئی نبی آسمان پر گیا اور نہ آسمان سے نازل ہوا اور نہ آئندہ کبھی نازل ہوگا۔ اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات پیش ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں :

ہر ایک مخالف مرے گا مگر حضرت عیسیٰؑ کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا یہ بھی میری پیشگوئی ہے

''حضرت عیسیٰ کے دوبارہ آنے سے تو ہاتھ دھو بیٹھنا چاہئے ہر ایک مخالف یقین رکھے کہ اپنے وقت پر وہ جان کندن کی حالت تک پہنچے گا اور مرے گا مگر حضرت عیسیٰ کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ یہ بھی میری پیشگوئی ہے جس کی سچائی کا ہر ایک مخالف اپنے مرنے کے وقت گواہ ہوگا۔ جس قدر مولوی اور مُلّاں ہیں اور ہر ایک اہلِ عناد جو میرے مخالف کچھ لکھتا ہے وہ سب یاد رکھیں کہ اس اُمید سے وہ نامراد مریں گے کہ حضرت عیسیٰ کو وہ آسمان سے اُترتے دیکھ لیں۔ وہ ہرگز اُن کو اُترتے نہیں دیکھیں گے یہاں تک کہ بیمار ہو کر غرغرہ کی حالت تک پہنچ جائیں گے اور نہایت تلخی سے اِس دنیا کو چھوڑیں گے۔ کیا یہ پیشگوئی نہیں؟ کیا وہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ پوری نہیں ہوگی؟ ضرور پوری ہوگی پھر اگر اُن کی اولاد ہوگی تو وہ بھی یاد رکھیں کہ اسی طرح وہ بھی نامراد مریں گے اور کوئی شخص آسمان سے نہیں اُترے گا۔ اور پھر اگر اولاد کی اولاد ہوگی تو وہ بھی اس نامرادی سے حصہ لیں گے۔ اور کوئی ان میں سے حضرت عیسیٰ کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، رُوحانی خزائن جلد 21 صفحہ 369)

تمام لوگوں کے روبرو آسمان سے اُترنے والے سے کون ٹھٹھا کرے گا؟

اس دلیل سے بھی عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ مسیح موعود کا آسمان سے اُترنا محض جھوٹا خیال ہے!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

''اگر اب مجھ سے ٹھٹھا کرتے ہیں تو اس ٹھٹھے سے کیا نقصان کیونکہ کوئی نبی نہیں جس سے ٹھٹھا نہیں کیا گیا۔ پس ضرور تھا کہ مسیح موعود سے بھی ٹھٹھا کیا جاتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ○ پس خدا کی طرف سے یہ نشانی ہے کہ ہر ایک نبی سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے۔ مگر ایسا آدمی جو تمام لوگوں کے روبرو آسمان سے اُترے اور فرشتے بھی اُس کے ساتھ ہوں اُس سے کون ٹھٹھا کرے گا۔ پس اس دلیل سے بھی عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ مسیح موعود کا آسمان سے اُترنا محض جھوٹا خیال ہے۔ یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اُترے گا۔ ہمارے سب مخالف جواب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی اُن میں سے عیسیٰؑ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور اُن میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰؑ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا اُن کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا۔ اور دنیا دوسرے رنگ میں آ گئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰؑ اب تک آسمان سے نہ اُترا۔ تب دانشمند یک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے۔ اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ مَیں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اُس کو روک سکے۔'' (تذکرۃ الشہادتین رُوحانی خزائن جلد 20 صفحہ 66)

ظاہر میں علماء کہلانے والوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شدید مخالفت کی اور عوام کو خوب بہکایا ورغلایا اور انہیں ایمان کے راستے سے روکا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ کے ایسے ہی علماء کے لئے فرمایا ہے کہ وہ آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہونگے۔ لیکن عوام الناس جو ان کے پیچھے چلکر ایمان نہیں لاتے وہ بری الذمہ نہیں وہ بھی خدا کے حضور جواب دہ ہیں کیونکہ اللہ نے انہیں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت دی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نام نہاد علماء جو لوگوں کو ورغلاتے ہیں، کے بارے میں فرماتے ہیں :

اگر یہ مولوی نہ ہوتے تو آج ہندوستان کا مسلمان مسیح موعود کو قبول کر لیتا

''اَے بندگانِ خدا غافل مت ہو اور شیطان تمہیں وساوس میں نہ ڈالے۔ یقیناً سمجھو کہ یہ وہی وعدہ پورا ہوا ہے جو قدیم سے خدا کے پاک نبی کرتے آئے ہیں۔ آج خدا کے مرسل اور شیطان کا آخری جنگ ہے...... میں ایک فضل کی طرح اہلِ حق کیلئے آیا پر مجھ سے ٹھٹھا کیا گیا۔ اور مجھے کافر اور دجال ٹھہرایا گیا اور بے ایمانوں میں سے مجھے سمجھا گیا...... اگر یہ علماء موجود نہ ہوتے تو اب تک تمام باشندے اس ملک کے جو مسلمان کہلاتے ہیں مجھے قبول کر لیتے۔ پس تمام منکروں کا گناہ ان لوگوں کی گردن پر ہے۔ یہ لوگ راستبازی کے محل میں نہ آپ داخل ہوتے ہیں نہ کم فہم لوگوں کو داخل ہونے دیتے ہیں۔ کیا کیا مکر ہیں جو کر رہے ہیں اور کیا کیا منصوبے ہیں جو اندر ہی اندر اُن کے گھروں میں ہو رہے ہیں۔ مگر کیا وہ خدا پر غالب آ جائیں گے اور کیا وہ اُس قادر مطلق کے ارادہ کو روک دیں گے جو تمام نبیوں کی زبانی ظاہر کیا گیا ہے۔'' (تذکرۃ الشہادتین رُوحانی خزائن جلد 20 صفحہ 65)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے کہ تیرا کام ہے نصیحت کرنا پس تُو نصیحت کرتا چلا جا ہدایت دینا ہمارا کام ہے۔ پس قرآن و سنت کی اتباع میں ہمارا فرض ہے کہ ہم پیغام پہنچا دیں پھر ماننا نہ ماننا لوگوں اختیار میں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

پیغام پہنچانا ہمارا کام ہے سننا نہ سننا تمہارے اختیار میں ہے

''مَیں بڑے زور سے اور پورے یقین اور بصیرت سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ دوسرے مذاہب کو مٹا دے اور اسلام کو غلبہ اور قوت دے۔ اب کوئی ہاتھ اور طاقت نہیں جو خدا تعالیٰ کے اس ارادہ کا مقابلہ کرے۔ وہ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ہے۔ مسلمانو! یاد رکھو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ تمہیں یہ خبر دے دی ہے اور مَیں نے اپنا پیام پہنچا دیا ہے اب اس کو سننا نہ سننا تمہارے اختیار میں ہے۔ یہ سچی بات ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو موعود آنے والا تھا وہ مَیں ہی ہوں اور یہ بھی پکّی بات ہے کہ اسلام کی زندگی عیسیٰ کے مرنے میں ہے۔'' (لیکچر لدھیانہ رُوحانی خزائن جلد 20، صفحہ 290)

مسلمانوں کی غفلت کی اصل وجہ دین سے دُوری اور دُنیاداری میں غرق ہونا ہے۔ دُنیا کا معاملہ تو مسلمانوں نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے لیکن دین ملّاں کے حوالے کر دیا ہے۔ اگر مسلمانوں میں اپنے دین سے لگاؤ ہوتا اور خدا ترسی ہوتی تو یہ ضرور مسیح موعودؑ پر ایمان لاتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

ایمان کے لئے خدا ترسی ضروری ہے

''مخالفوں کا تو یہ فرض تھا کہ وہ حسن ظنی سے کام لیتے اور وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ پر عمل کرتے مگر انہوں نے جلد بازی سے کام لیا۔ یاد رکھو پہلی قومیں اسی طرح ہلاک ہوئیں۔ عقلمند وہ ہے جو مخالفت کر کے بھی جب اُسے معلوم ہو کہ وہ غلطی پر تھا اُسے چھوڑ دے۔ مگر یہ بات تب نصیب ہوتی ہے کہ خدا ترسی ہو۔ دراصل مَردوں کا کام یہی ہے کہ وہ اپنی غلطی کا اعتراف کریں۔ وہی پہلوان ہے اور اُسی کو خدا تعالیٰ پسند کرتا ہے۔''

(لیکچر لدھیانہ رُوحانی خزائن جلد 20، صفحہ 290)

اللہ تعالیٰ علماء اور عوام ہر دو کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ وہ خدا خوفی اور خدا ترسی کے ساتھ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ کریں اور آپؑ پر ایمان لائیں۔ (منصور احمد مسرور)

......☆......☆......☆......

اخبار بدر اپنی ویب سائٹ www.akhbarbadrqadian.in پر بھی دستیاب ہے قارئین استفادہ کر سکتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

حدیث نبوی ﷺ

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: جمعہ کے دن اللہ کے گھر کے ہر دروازے پر فرشتے ہوتے ہیں۔ وہ خدا کے گھر میں پہلے آنے والوں کو پہلے لکھتے ہیں اور آنے والوں کی فہرست ترتیب وار تیار کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب امام خطبہ شروع کرتا ہے تو وہ اپنا رجسٹر بند کر دیتے ہیں اور ذکر الٰہی سنتے ہیں۔ (صحیح بخاری کتاب الجمعہ باب الاستماع حدیث نمبر: 877)

حدیث نبوی ﷺ

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم دیکھو کہ اللہ کا خلیفہ زمین پر موجود ہے تو اس سے وابستہ ہو جاؤ۔ اگر چہ تمہارا بدن تار تار کر دیا جائے اور تمہارا مال لُوٹ لیا جائے۔ (مسند احمد بن حنبل۔ حدیث نمبر 22333)

کلام الامام

’’ہر ایک اُمت اس وقت تک قائم رہتی ہے
جب تک اس میں توجہ الی اللہ قائم رہتی ہے۔‘‘
(ملفوظات جلد 4، صفحہ 292)

کلام الامام

’’جب تک مسلمان قرآن شریف کے پورے متبع
اور پابند نہیں ہوتے وہ کسی قسم کی ترقی نہیں کر سکتے۔‘‘
(ملفوظات جلد 4، صفحہ 379)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک زبردست ثبوت

وَلَوۡ تَقَوَّلَ عَلَيۡنَا بَعۡضَ الۡاَقَاوِيۡلِ ۝ لَاَخَذۡنَا مِنۡهُ بِالۡيَمِيۡنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعۡنَا مِنۡهُ الۡوَتِيۡنَ ۝

اور اگر وہ بعض باتیں جھوٹے طور پر ہماری طرف منسوب کر دیتا تو ہم اسے ضرور داہنے ہاتھ سے پکڑ لیتے۔ پھر ہم یقیناً اس کی رگ جان کاٹ ڈالتے۔ (سورۃ الحاقۃ 45 تا 47)

حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام بانی مسلم جماعت احمدیہ نے اسلام کی صداقت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے رُوحانی تعلق پر متعدد مرتبہ خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بتایا ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں۔ ایسے اکثر و بیشتر ارشادات کو یکجا کر کے ایک کتاب

’’خدا کی قسم‘‘

کے نام سے شائع کی گئی ہے۔ کتاب حاصل کرنے کے خواہش مند حضرات بذریعہ پوسٹ کارڈ/ای میل **مفت** کتاب حاصل کریں۔

E-Mail : ansarkkq@gmail.com
Ph : 01872-220186, Fax : 01872-224186
Postal-Address:Aiwan-e-Ansar,Mohalla Ahmadiyya,Qadian-143516,Punjab
For On-line Visit : www.alislam.org/urdu/library/57.html

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

’’اسلام بڑی نعمت ہے اس کی قدر کرو اور شکر کرو‘‘ (ملفوظات جلد 3 صفحہ 181)

طالب دعا: امیر جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک

کلام الامام

’’اسلام حقیقی معرفت عطا کرتا ہے
جس سے انسان کی گناہ آلود زندگی پر موت آجاتی ہے۔‘‘
(ملفوظات جلد 4، صفحہ 344)

طالب دعا: سکینہ الہ دین صاحبہ، اہلیہ مکرم سلطان محمد الدین صاحب آف سکندر آباد

ارشاد حضرت امیر المومنین

’’جہاں یہ ضروری ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے نفس کی کمزوریوں کو دیکھے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ ہم بحیثیت قوم اپنی کمزوریوں کو دیکھیں اور انکی نشاندہی کریں اور پھر بحیثیت قوم ان کا علاج اور تدارک کریں۔‘‘ (خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 13 فروری 2015)

طالب دعا: برہان الدین چراغ ولد چراغ الدین صاحب
مع فیملی، افراد خاندان و مرحومین، ننگل باغباں، قادیان

ارشاد حضرت امیر المومنین

’’انسان کسی جگہ بھی بیٹھا ہوا گرا سے سلسلے کے اخبارات پہنچتے رہیں تو ایسا ہی ہوتا ہے جیسا پاس بیٹھا ہے خلافت سے مضبوط تعلق کیلئے ہر احمدی کو ایم۔ٹی۔اے سننے کی ضرورت ہے، اس کی عادت ڈالنی چاہئے۔‘‘
(خطبہ جمعہ فرمودہ 4 مارچ 2016)

طالب دعا: بشیر احمد مشتاق (صدر جماعت احمدیہ حلقہ ارم لین) سری نگر، جموں اینڈ کشمیر

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar.
And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab.
And published at office of the Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Harchowal Road, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad

11 نومبر 2016 کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ جینیسس سنٹر کیلگری میں پیس سمپوزیم سے خطاب کرتے ہوئے، اور حضور کے بائیں جانب سابق پرائم منسٹر سٹیفن ہارپر بھی تشریف رکھتے ہیں

22-اکتوبر 2016 کو ایوانِ طاہر (وان، کینیڈا) میں منعقدہ پیس سمپوزیم سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ خطاب فرماتے ہوئے، سٹیج اور سامعین کا ایک منظر

EDITOR
MANSOOR AHMAD

Tel : (0091) 82830-58886

Website : akhbarbadrqadian.in
: www.alislam.org/badr

E-mail :
badrqadian@rediffmail.com

Registered with the registrar of the newspapers for India at No. RN 61/57

Weekly BADAR Qadian

Qadian - 143516 Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA

Vol. 66 Thursday 23-30 March 2017 Issue No. 12-13

MANAGER
NAWAB AHMAD

Tel : (0091) 94170-20616

SUBSCRIPTION

ANNUAL: Rs. 550

By Air : 50 Pounds or 80 U.S $
: 60 Euro or 80 Canadian Dollars

جلسہ سالانہ قادیان 2016 کے سٹیج کا ایک منظر،مکرم مولانا محمد انعام غوری صاحب ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ قادیان خطاب فرماتے ہوئے
جبکہ مکرم مولانا جلال الدین نیر صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ قادیان اجلاس کی صدارت فرما رہے ہیں

جلسہ سالانہ قادیان 2016 میں شامل ہونے والے مختلف ممالک کے مہمانان کرام جلسہ سنتے ہوئے

جمیل احمد ناصر، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر:-نگران بدر بورڈ قادیان